سیّدہ کا لال

فہرست مضامین حصہ اوّل "تاریخ شہادت"

دیباچہ ۳
خاندانی عداوت ۷
بی بی خدیجہؓ کا نکاح ان کی اولاد اور فضیلت ۹
اُم المومنین کا عشق اسلام سے ۱۲
اُم المومنین کی محبت جناب سیدہ سے ۱۶
اُم المومنین کی رحلت ۱۸
ہیجون میں پہلا مسلمان جنازہ ۲۰
جناب سیدہ کی کیفیت ۲۰
سیدۃ النساءؑ کے فضائل ۲۶
سیدۃ النساءؑ کی مشابہت باپ سے ۳۰
حضرت علیؓ ۳۱
حسنین علیہم السلام کی پیدائش ۳۵
حضور اکرم کی رحلت ۳۶
شیعہ سنّی کا اختلاف ۴۳
بعد وفات ۴۳
اختلافات کی اور ترقیاں ۴۹
جناب سیدہ کی رحلت ۵۲
حضرت عثمانؓ کی خلافت میں مشہور آدمی ۵۹
تیسری خلافت کا فیصلہ ۶۱
حضرت عمرؓ کی شہادت ۶۷
حضرت عثمانؓ کی خلافت کا پہلا مقدمہ ۷۰
حضرت عثمانؓ کی شہادت ۷۱
چوتھی خلافت کا انتخاب ۸۳
حضرت علیؓ کی خلافت کا بنو اُمیہ پر اثر ۸۵
جنگ جمل ۸۶
جنگ صفین ۹۴
حضرت علیؓ کی شہادت ۱۰۰
امیر معاویہؓ کی کوششیں ۱۱۱
امام حسنؑ کی شہادت ۱۱۳
امیر معاویہؓ کی آخری کوشش اور موت ۱۱۸
یزید کی حکومت ۱۱۹

سیدہ کا لال

فہرست مضامین حصہ اول "تاریخ شہادت"

دیباچہ ۳
خاندانی عداوت ۷
بی بی خدیجہؓ کا نکاح ان کی اولاد اور فضیلت ۹
اُم المومنین کا عشق اسلام سے ۱۴
اُم المومنین کی محبت جناب سیدہ سے ۱۶
اُم المومنین کی رحلت ۱۸
[illegible] میں پہلا مسلمان جنازہ ۲۰
جناب سیدہ کی کیفیت ۲۰
سیدۃ النساء کے فضائل ۲۶
سیدۃ النساء کی مشابہت باپ سے ۳۰
حضرت علیؓ ۳۱
حسنین علیہم السلام کی پیدائش ۳۵
حضور اکرم کی رحلت ۳۶
شیعہ سنی کا اختلاف ۴۳
[illegible]وفات ۴۳
اختلافات کی [illegible] اور ترقیاں ۴۹
جناب سیدہ کی رحلت ۵۲
حضرت عثمانؓ کی خلافت میں مشہور آدمی ۵۹
تیسری خلافت کا فیصلہ ۶۱
حضرت عمرؓ کی شہادت ۶۷
حضرت عثمانؓ کی خلافت کا پہلا مقدمہ ۷۰
حضرت عثمانؓ کی شہادت ۷۱
چوتھی خلافت کا انتخاب ۸۲
حضرت علیؓ کی خلافت کا بنو امیہ پر اثر ۸۵
جنگ جمل ۸۶
جنگ صفین ۹۴
حضرت علیؓ کی شہادت ۱۰۰
امیر معاویہؓ کی کوششیں ۱۱۱
امام حسنؑ کی شہادت ۱۱۳
امیر معاویہؓ کی آخری کوشش اور موت ۱۱[illegible]
یزید کی حکومت [illegible]

Marfat.com

فہرست مضامین حصّہ دوم "مراثی کربلا"

کوفیوں کا حضرت امام حسینؓ کو طلب کرنا اور حضرتِ مسلمؓ کا جانا	۱۲۳
عبید اللہ ابن زیاد کا تقرر اور حضرت مسلمؓ کی شہادت	۱۲۷
حضرت مسلمؓ کے بچوں کی شہادت	۱۳۵
سیدہ کے لال کی مکّہ سے روانگی	۱۳۹
حضرت امام حسینؓ اور حضرت حُر کی گفتگو	۱۴۵
حضرت امام حسینؓ میدان کربلا میں	۱۴۷
حضرت امام حسینؓ کی درخواست بی بی شہر بانو سے	۱۴۹
سیدہ کے لال کی آخری رات	۱۵۲
صبح عاشورہ	۱۵۳
حضرت حُر کی سعادت	۱۵۵
بی بی زینب کے بچوں کی شہادت	۱۶۰
حضرت عباسؓ کی شہادت	۱۶۸
حضرت قاسمؓ کی شہادت	۱۷۰
شہادت حضرت علی اکبرؓ	۱۷۳
بی بی شہر بانوؓ کی درخواست	۱۸۱
کربلا کا ننھا شہید	۱۸۴
بیمار صغراؓ کا قاصد	۱۸۸
عابد بیمار کا اصرار	۱۹۳
عابد بیمار کو باپ کی وصیت	۱۹۴
سیدہ کے لال کی شہادت	۱۹۵
خانماں برباد قافلہ	۲۰۵
حسینی قافلہ کوفہ میں	۲۰۸
ابن زیاد کے دربار میں	۲۱۰
دربار یزید	۲۱۴
دمشق سے مدینہ	۲۱۹
قاتلانِ حسین کا انجام	۲۲۳
تبصرہ	۲۲۱

سیدہ کا لال کا دوامی حق اشاعت (کاپی رائٹ) محفوظ ہے۔

انتباہ واطلاع کوئی صاحب اسے یا اس کے کسی حصّہ کو چھاپنے اور شائع کرنیکا قصد نہ فرمائیں ورنہ اخلاقی ہی نہیں قانونی جرم کے مرتکب بھی ہونگے اور انھیں بہت برا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ البتہ تاجران کتب جسقدر کتابیں چاہیں عصمت دہلی سے طلب کرسکتے ہیں معقول کمیشن دیا جائیگا۔ رازق الخیری

مطبوعہ محبوب المطابع دہلی

Marfat.com

دیباچہ

اَلحقُّ مُرٌّ کی صداقت سر آنکھوں پر، مگر جب بخار تیز ہو جاتا اور جان پر آ بنتی ہے تو کڑوی دوا تو درکنار عمل جراحی تک کے واسطے تیار ہونا پڑتا ہے مسلمان کافر بنائیں بے ایمان کہیں لیکن ایمان کی بات یہ ہے کہ کربلا میں جس آگ کے شعلے بلند ہوئے وہ برسوں پہلے اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ شہادتِ امام حقیقتاً انجام تھا اس ابتدا کا اور خبر تھی اس ابتدا کی جس کا ظہور سرورِ کائنات کی زندگی ہی میں ہوا۔ یہ تمام واقعات از ابتدا تا انتہا تصویر تھے نفسانیت کی اور تفسیر اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کی۔

مسلمانوں کے ایک گروہ کا یہ خیال کہ عام مسلمانوں کو بنی فاطمہؑ سے پوری ہمدردی نہیں ایک حد تک سچ ہے اور اس میں شک نہیں کہ مظالم کربلا کا مقصد صرف نخلِ زہرا کو تاراج کرنا تھا۔ مگر جس طرح اپنی کتاب **آمنہ کے لال** میں میں نے شانِ رسالت کا فیصلہ اس شعر پر کیا کہ ؎

ترے احکام نے ختم رسل ساکت زباں کر دی
نہ ہوتا قفل گر منہ پر تو بتلاتے کہ کیا تو تھا

اسی طرح اس معاملہ میں بھی یہ شعر پیش نظر ہے ؎

عقائد میں کسی کے دخل دینے کی ضرورت کیا
قیامت پر بھی رہنے دو گے کوئی فیصلہ باقی

لیکن مسلمانوں کا وہ فریق جو سانحہ کربلا کو معمولی جنگ بتا کر غلامانِ زہرا کے زخموں پر نمک چھڑک رہا ہے حقیقتاً انصاف سے محروم اور ایمان سے بے بہرہ ہے اور مجھے باوجود اس یقین کے کہ حقیقی فیصلہ کے واسطے یوم الحق ہے، یہ کہنے میں تامل نہیں کہ مظالم کربلا کو نظر انداز کرنے والے مسلمان پیغمبرِ عرب کی اُمت نہیں ہو سکتے۔

میرے دورانِ ادارت میں ایک مضمون تعزیوں کے خلاف

Marfat.com

شائع ہوا تھا جس کے جواب میں ایک لڑکی نے یہ لکھا تھا "میں تعزیوں پر قربان ہوں گی لپٹوں گی روؤں گی"۔ مسلمانوں کے وہ جیّد علماء جن کے ہاتھ میں اسلام کی باگ اور جنت اور دوزخ کی کنجیاں ہیں شاید اس لڑکی پر کفر کا فتویٰ لگانے میں ایک لمحہ بھر بھی تامل نہ فرمائیں گے لیکن میری ذاتی کیفیت یہ ہے کہ سنہ ۱۹ ء میں جس کو بیس سال سے زیادہ ہوئے میرا ایک سات برس کا بچہ ضائع ہوا۔ کئی مہینے بعد اس کی ایک اچکن میرے سامنے آئی یہ اچکن اس کو پہننی بھی نصیب نہ ہوئی تھی۔ مگر اس لئے کہ اس کے نام کی تھی اس کو آنکھوں سے لگا کر گھنٹوں رویا ہوں۔ اب اگر کوئی مولوی صاحب قرآن وحدیث کا حوالہ دے کر مجھے گنہ گار اور مشرک بدعتی فرمائیں تو میں یہ عرض کروں گا کہ اگر صحیح فرماتے ہیں تو اسلام نے فطرتِ انسانی کا مطالعہ نہیں کیا۔ یا آپ اسلام کو نہ سمجھ سکے۔

"الزہرا" میں باوجود اس کے کہ میں نے کتاب باوضو لکھی اور جہاں کہیں سیّدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کا نام قلم سے نکلا آنکھوں سے لگایا میں نے یہ احتیاط کی کہ پڑھنے والے کو میرے عقائد کا پتہ بآسانی نہ چلے مگر اس وقت رہنا تھا اور اب چلنا ہے اس وقت مصلحت اور ضرورت سامنے تھی آج عقیدت اور حقیقت، اس وقت جوانی کی قوت نے دل کی بات زبان پر نہ آنے دی آج موت کی طاقت صداقت کی شمع دکھا رہی ہے اور فیصلہ کے واسطے میرا اپنا ایمان کافی ہے۔

دو چار دفعہ نہیں متواتر پندرہ سال علمائے اسلام سے تحریری بھی اور زبانی بھی شیعوں سے بھی اور سنیوں سے بھی یہ التجا کی کہ مولود شریف اور شہادت نامہ ایسا لکھ دیں جس کی بنیاد تاریخ پر ہو اور جس کے واقعات پر فلسفہ قہقہے نہ لگائے اور سائنس مضحکہ نہ اڑائے مگر سنیوں نے توجہ فرمائی نہ شیعوں نے۔ مولود شریف تیار ہوا نہ شہادت نامہ۔

"تاریخ شہادت" کی تکمیل میں مجھے یہ دیکھ کر دلی رنج ہوا کہ میری نظر سے ایک شہادت نامہ بھی ایسا نہ گزرا جو میری منشا کے مطابق ہوتا۔ سنیوں سے تو مجھے شکایت نہیں ہو سکتی کیونکہ

Marfat.com

ان کے ایک فریق نے یہ کہہ کر اپنا دامن بچا لیا کہ دو عرب بچّے لڑے۔ ایک غالب ہوا ایک مغلوب، رونا کیسا اور رنیا زکس کی تعجب شیعہ حضرات پر ہے کہ اُنھوں نے وقت کے مطالبہ اور زمانہ کی ضرورت کو نظر انداز فرما دیا۔

میری ذاتی رائے یہ ہے کہ تاریخ اسلام میں کربلا سے زیادہ اہم کوئی واقعہ نہیں مگر یہ تعجب اور افسوس نہیں صدمہ کی بات ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ اتنے سنگین واقعہ میں ہمزبان نہیں مثلاً حضرت قاسم اور حضرت علی اصغر کی عمروں میں انتہائی اختلاف ہے۔ اسی طرح بی بی سکینہ اور حضرت مسلم کی صاحبزادی کی موجودگی میں۔ حد یہ ہے کہ بعض یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ بی بی شہربانو اس وقت زندہ تھیں شمر کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ چونکہ مختار کی بیوی کا بھائی تھا اس لئے اس کے قتل میں بیوی نے مختار سے وعدہ لے لیا تھا کہ جب تک وہ ہماری پناہ میں ہے قتل نہ کیا جائے مگر جب وہ رات کو بھاگ کر جا رہا تھا قتل کر دیا گیا۔ ایک تعجب انگیز اختلاف یہ ہے کہ امام حسن علیہ السلام کو جعدہ کے ذریعہ جو زہر دلوایا گیا وہ امیر معاویہؓ کی نہیں یزید کی کوشش تھی حالانکہ اس وقت یزید کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی۔

میں نے اختلافی معاملات میں انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے اور فریقین کی مستند کتابوں کو سامنے رکھ کر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

شہادت ناموں میں عام طور پر جو واقعات کربلا ہیں اُن میں یہ نہیں بتایا گیا کہ اس قیامت خیز جنگ کے اسباب کیا تھے بنو امیہ اور بنو فاطمہ کے تعلقات کی کیفیت کیا تھی اور اس لڑائی کی تہ میں کیا چیز کام کر رہی تھی۔ شہادت کے بعد پڑھنے والا یزید و ابن زیاد شمر و خولی اور عمر و سعد وغیرہ پر لعنت بھیج چکتا ہے تو فطری طور پر وہ یہ سننے کا مشتاق ہوتا ہے کہ اُن بدبختوں کا کیا حشر ہوا اور انسانی طاقت کے فیصلہ کے بعد خدائی طاقت نے کیا فیصلہ کیا۔ میرے علم میں اُردو کی کوئی ایسی کتاب نہیں

کربلا سے پہلے اور واقعۂ کربلا کے بعد کے حالات بھی ہوں۔ میں نے اس کتاب میں جہاں عبدمناف سے لے کر شہادت امام حسینؑ تک بیچ کی کوئی کڑی نہیں چھوڑی وہاں بعد شہادت کے مختصر حالات اور قاتلانِ امامؑ کی موت پر بھی بحث کی ہے۔ باوجود اس احتیاط کے میں نے "سیدہ کے لال" میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں لکھا جس کے تسلیم کرنے میں عقل سلیم کو تامل ہو۔ میں جانتا ہوں کہ بعض مسلمان مراثی نثر پر پہلا اعتراض یہ کریں گے کہ جو کچھ لکھا گیا یہ فرضی اور غلط ہے اور دوسرا یہ کہ یہ سب بے سود رونا رلانا لغو اور بیکار ضرورت یہ ہے کہ مسلمانوں میں زندگی پیدا کی جائے۔ میں ان معترضین کے جواب میں حسنِ عقیدت کو علیحدہ کر دیتا ہوں اور پھر عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ لکھا گیا حرف بہ حرف صحیح ہے، فطرت انسانی کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہے۔ یہ مبالغہ نہیں اس سے کم ہے جو کچھ ہوا ہو گا۔ کہنے والے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھیں تو فیصلہ ہو کہ اس قیامت خیز مصیبت میں کیا کچھ نہ گزری ہو گی اور کیا کچھ نہ ہوا ہو گا۔ اب رہا دوسرا اعتراض اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں میں زندگی اُس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک بہنیں بی بی زینب کی لونڈیاں نہ ہوں۔ لڑکے علی اکبر کے غلام اور بھتیجے و بھانجے قاسم عون و محمد کے مقدس نام نہ جپیں۔ اسلام اسی وقت تک زندہ ہے جب تک روایات اسلامی زندہ ہیں جب یہ ختم ہوئیں تو اسلام وہ اسلام ہوگا جو خدا نہ کرے کہ ہو۔

بعض مسلمان فرماتے ہیں کہ حسینؑ خود ہی چڑھ کر گئے۔ اس کا جواب اس کتاب میں موجود ہے کہ امام حسینؑ کا تشریف لیجانا اس حدیث کے تحت میں تھا کہ کہیں میری وجہ سے کعبہ کی بے حرمتی نہ ہو، امام عالی مقام کا یہ اندیشہ حرف بحرف پورا ہوا اور دو سال بعد ہی وہ وقت آگیا کہ کعبۃ اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجی۔ خانہ خدا میں پتھر پھینکے گئے غلاف کعبہ میں آگ لگائی گئی اور مسلمانوں کا خون پانی کی طرح مکہ معظمہ میں بہ گیا۔

جولائی ۱۹۳۱ء راشد الخیری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ شہادت

خاندانی عداوت

بنوہاشم اور بنو فاطمہ کی دشمنی خلافت سے شروع نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلعم کی زندگی میں اور رحلت کے بعد جو کچھ ہوا وہ اصل میں نتیجہ تھا اس کدورت کا۔ جو اوپر سے چلی آرہی تھی اور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کے پردادا ہاشم کے باپ کے یہاں دو جڑواں بچے ہاشم اور اُمیّہ پیدا ہوئے۔ ان کے باپ عبد مناف نے جب یہ دیکھا کہ یہ دونوں زندہ نہیں رہ سکتے تو صلاح یہ ہوئی کہ ان کو علیحدہ علیحدہ کرنا چاہیئے شاید ایک بچ جائے۔ چنانچہ ہاشم اور اُمیّہ تلوار سے علیحدہ کئے گئے اور خدا کی قدرت یہ ہوئی کہ بجائے ایک کے دونوں زندہ سلامت رہے اور یہ شجرہ اس طرح چلا۔

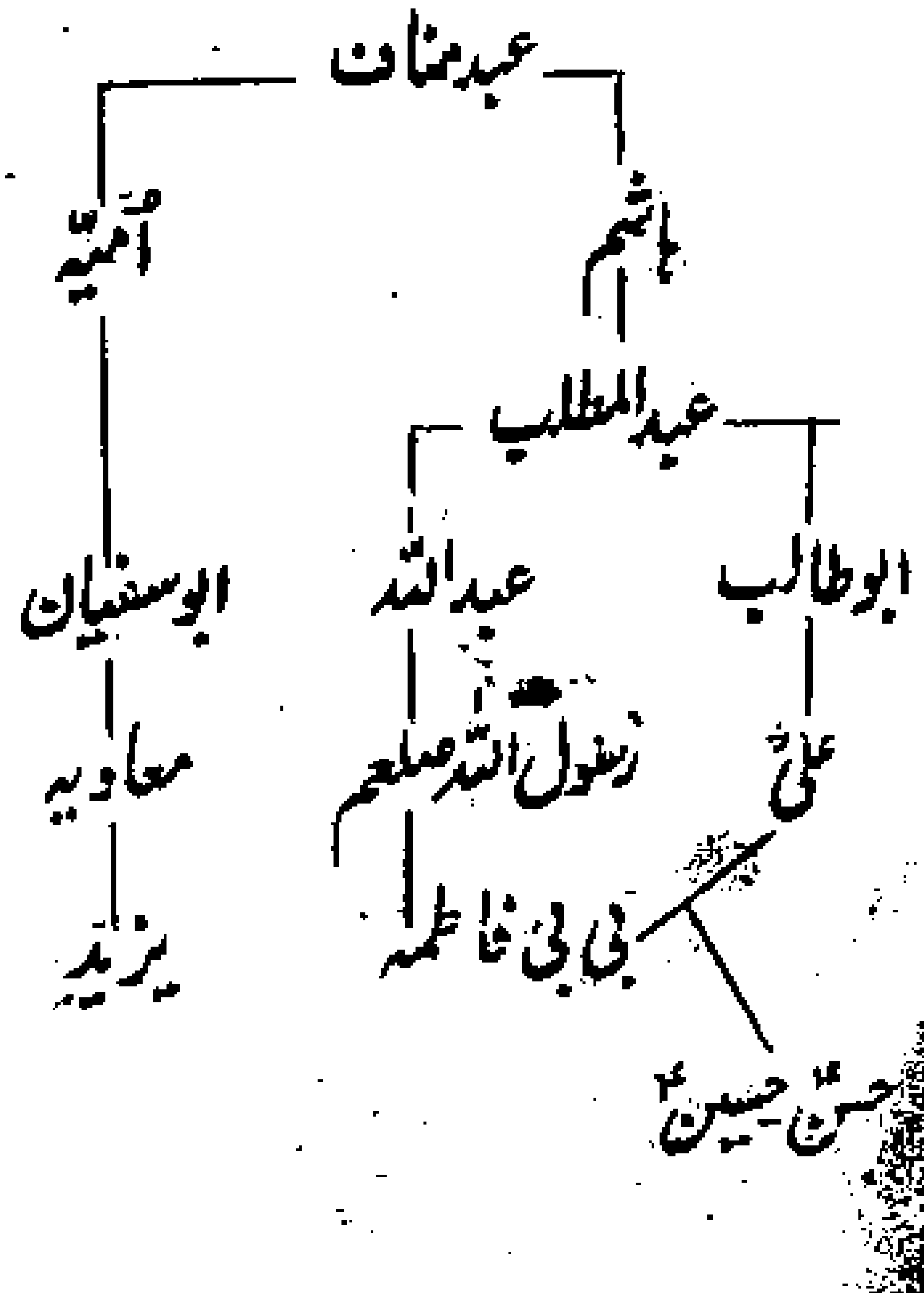

اس کتاب کے پڑھنے والوں کو یہ تعلق اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ تاکہ نفس مضمون کے اعتبار سے وہ کسی دوسری تاریخ کے محتاج نہ ہوں اور ان کو معلوم ہو جائے کہ جس تلوار پر ہاشم کے خون کی چھینٹیں عبد مناف کے ہاتھ سے پڑیں اس کی پیاس کربلا کے میدان میں بجھی۔ کعبہ کی تولیت نے اُمیّہ

Marfat.com

سے کے سینہ میں ایسی آگ لگائی کہ اس کے شعلے صدیوں میں بھی فرد نہ ہوئے اور جب فیصلہ یہ ہوا کہ اُمیّہ کعبہ سے نکل جائے تو وہ دانت پیستا ہوا نکلا لیکن اس کے دل پر جو کچھ گذری وہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کی اولاد میں ابو سفیان تک کوئی قابل ذکر آدمی نہیں ہے۔ ابو سفیان حضور اکرمؐ کی نبوت کے وقت زندہ تھا اور اُس نے اپنے پردادا اُمیّہ کے اخراج کا سرور کائناتؐ سے بدلہ لینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ سیدنا الشہداء آنحضرتؐ کے نواسے اور جناب سیدہؓ کے لخت جگر ہیں اور یزید ابو سفیان کا پوتا اور معاویہ کا لڑکا ہے جس طرح حضور اکرمؐ ھاشم کے پڑپوتے ہیں اسی طرح ابوسفیان اُمیّہ کا۔

یہ شجرہ سمجھ لینے کے بعد اب حضور اکرمؐ کا زمانہ حیات اور ابو سفیان کی حرکات پر نظر ڈالئے تاکہ شہادت امام کا اصلی راز معلوم ہو جائے۔

جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نبوت کی تصدیق میں پیش قدمی کی، اسی طرح ابوسفیان بطلانِ نبوت میں پیش پیش ہے سرور کائناتؐ نے جب نبوت کا دعوی فرمایا تو یہی وہ شخص تھا جس نے نہ صرف تکذیب پر بس کی بلکہ جسمانی اور روحانی ہر قسم کی ممکن اذیت پہونچائی۔ آدمی جلتا پرزہ اور تھوڑا بہت اثر بھی رکھتا تھا۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ چھوٹے سے بڑا اور بچہ سے جوان ان ہی لوگوں میں ہوا، خوب سے واقف حالات و معاملات سے خبردار، اس لئے جو داؤں کیا وہ بھرپور، اسلام کی جتنی لڑائیاں ہوئی ہیں۔ ان میں شاید ہی کوئی ایسی لڑائی ہو جس میں ابوسفیان کا توڑ جوڑ نہ ہو۔ اس کے دل میں بنو ھاشم کی کچھ ایسی آگ لگی ہوئی تھی کہ گھر کا بچہ بچہ اس نام کا دشمن تھا۔ ھندہ جس نے حضور اکرمؐ کے چچا امیر حمزہؓ کا کلیجہ چبا کر فخر کیا۔ اسی کی بیوی تھی۔

جب صداقت کذب پر غالب آئی اور اسلام کی قوت نے شرک کو مغلوب کیا اور مکہ مسلمانوں کے قبضے میں آیا تو منافقین کو اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ اسلام قبول کریں۔ جانی دشمن اور خون کے

Marfat.com

پیاسے رسالت کے قدموں پر قربان ہوئے اور کلمہ توحید پڑھا۔ ان ہی لاچاروں میں ابو سفیان بھی تھا خدا اور اس کا رسول اس کا اسلام قبول کر لے۔ مگر ہماری رائے میں اس کا دامن بے گناہ خونوں سے اس قدر تر ابور ہے کہ فطرت انسانی اس عفو پر متحیّر و متعجب ہوگی۔

اُم المومنین بی بی خدیجہ کا نکاح ان کی اولاد اور ان کا مرتبہ

بنو ہاشم اور بنو امیّہ کی عداوت کا حال تو اس بیان سے اچھی طرح معلوم ہوگیا اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ ایمان لاکر اُم المومنین ہوئیں اور اپنا تمام مال و متاع اسلام پر قربان کیا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کی کامیابی میں بڑا حصہ اُم المومنین بی بی خدیجہؓ کی دولت اور ان کی خدمات کا ہے۔ ان کے نکاح کے بعد اسلام کو جو تقویت حاصل ہوئی اور انھوں نے ہر موقع پر جو ... سے سنی یا شیعہ کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اُم المومنین کے ہاں رسالت مآب سے سات بچے پیدا ہوئے تین لڑکے اور چار لڑکیاں۔

قاسم طاہر عبد اللہ زینب اُم کلثوم امنہ فاطمہ زہرا

بی بی فاطمہ سب سے چھوٹی تھیں اور یہی وجہ ہے کہ سرور عالم کو ان سے عشق تھا اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے چھوٹے بچے سے ہر ماں باپ کو زیادہ محبت ہوتی ہی ہے اس محبت یا عشق کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ حضور اکرم دم بھر کی مفارقت بھی جناب سیدہ کی گوارا نہ فرماتے تھے جب کبھی سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے پیچھے ان سے رخصت ہوتے اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے ان سے ملتے۔ ان کے بچوں کو اپنا بچہ فرماتے۔ اس تعلق کی تفصیلی وجوہ پر میں "الزہرا" میں بحث کر چکا ہوں۔ جن کا خاتمہ مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب کے ان اشعار پر ہے۔

وے کسے گفت عائشہ و فضل ... بہتر از بنت سید البشر است

Marfat.com

مصرعہ در جواب او گفتم رشتۂ دیگر رگِ جگر دگر است

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ سیدہ کی پیدایش پر رسالت مآب نے یہ الفاظ فرمائے کہ "میری یہ بچی دنیا کی بزرگ ترین عورت ہے"۔ بی بی خدیجہؓ کے متعلق یہ بھی جان لینا چاہیے کہ سرور دوعالم سے ان کا نکاح ایک معرکہ تھا جو کہ آنحضرت نے نبوت سے قبل سر کیا اور وہ اس طرح کہ اُم المومنین کے پہلے شوہر ہالہ اور دوسرے عتیق کے بعد تجارت کا تمام کاروبار کچھ عرصہ تک ان کے باپ خویلد نے انجام دیا مگر جب ضعیفی نے زیادہ کمزور کر دیا تو انھوں نے سب حساب کتاب بیٹی کے سپرد کر گوشہ نشینی اختیار کی۔ بی بی خدیجہؓ نے مجبوراً خود ہی دیکھ بھال شروع کی اور گو کام ٹھیک ہو رہا تھا تاہم وہ ایک متدین آدمی کی ضرورت محسوس کر رہی تھیں، ان کے تمول اور خاندانی شرافت کی وجہ سے اکثر آدمی نکاح کے خواہاں تھے اور پیام دے رہے تھے۔ مگر وہ انکار کر چکی تھیں اور اپنے وقت کا بیشتر حصہ خانہ کعبہ میں بیٹھ کر خدا کی عبادت میں بسر کرتیں۔

حضور اکرمؐ پر اس وقت تک نزول وحی نہ ہوا تھا۔ مگر دیانت و شرافت کا سکہ سب کے دلوں پر بیٹھ چکا تھا اور چونکہ آسمانی کتابیں یہ خبر دے رہی تھیں کہ ایک پیغمبر پیدا ہونے والا ہے اور ان کے عالم وقت کے منتظر تھے اور کاہنہ عورتیں بی بی خدیجہؓ سے کہہ رہی تھیں کہ تمہاری قوم میں ایک پیغمبر پیدا ہوگا۔ اس لئے ان کا ذہن رسول اکرمؐ کی طرف منتقل ہوا۔ اب تاریخ تو یہ کہہ رہی ہے کہ اُم المومنین کو ایک ایمان دار نائب کی ضرورت تھی جو ان کے کاروبار کو سنبھالے مگر ہماری رائے میں حسن عقیدت نے بھی بی بی خدیجہؓ کو رسول اللہ صلعم کی طرف کھینچا اور جس وقت نکاح کی بات چیت شروع ہوئی تو انھوں نے نہ صرف آمادگی ظاہر کی بلکہ سبقت کی۔

ان واقعات سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ ایک طرف تو بنو اُمیہ اور بنی ہاشم کے دلوں میں جو شعلے بلند ہو رہے تھے بی بی خدیجہؓ کے نکاح نے اس پر اور تیل چھڑکا کیونکہ قریب قریب

مکّہ کے تمام رئیس ان سے نکاح کے خواستگار تھے دوسری طرف خود بنو ہاشم کے بعض امراء کچھ علانیہ اور کچھ خفیہ حضورؐ سے حسد کرنے لگے۔

اس لئے کہ ہر معاملہ پوری طرح ذہن نشین ہو جائے ہم ایک اور واقعہ نقل کرتے ہیں جس کی صحت کی ذمہ داری بخاری جیسی مستند کتاب پر ہے جو کلام الٰہی کے بعد ہمارے عقیدہ میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اور یہ بیان اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ کا ہے جس کا مفہوم یہ ہے

اُم المومنین بی بی خدیجہؓ کے بعد رسول اللہ صلعم ان کی تعریف اکثر فرماتے تھے۔ ایک روز حسب عادت انھوں نے تعریف فرمائی تو ایک بی بی نے کہا "وہ تھیں کیا ایک بڑھیا بیوہ تھیں۔ خدا نے ان سے بہتر آپ کو دیں" یہ الفاظ آپ کو اس قدر ناگوار ہوئے کہ چہرۂ اقدس سُرخ ہو گیا اور فرمایا "ان سے اچھی بیوی نہیں ملی۔ وہ ایمان لائیں اس وقت جب سب کافر تھے۔ اُنھوں نے میری تصدیق کی اُس وقت جب سب جھٹلا رہے تھے۔ اُنھوں نے اپنا مال و دولت اسلام پر قربان کیا۔ خدا نے ان کے بطن سے مجھے اولاد دی" اس واقعہ سے اُم المومنین بی بی خدیجہؓ کے احسانات کا پتہ چل سکتا ہے، اور بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کا اثر بعد رحلت حضورؐ کے قلب پر کس قدر تھا۔

• قصر اسلام کی سنگین بنیادیں اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کرم سے دبی ہوئی ہیں تو ان کی عالی شان چھتوں پر اُم المومنین۔ بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے احسانات کا جھنڈا لہرا رہا ہے جس کا اقرار بانی اسلام صلعم کی زبان مبارک نے ہمیشہ فرمایا۔ بدر کی لڑائی میں جب کچھ قیدیوں کی رہائی اس شرط پر قرار پائی کہ وہ فدیہ دیں تو قیدیوں میں ابوالعاص بھی تھے۔ جو بنت الرسول بی بی زینبؓ کے شوہر تھے۔ شوہر کی رہائی کے واسطے زینبؓ نے اپنی ہیکل جو آن کی ماں اُم المومنین بی بی خدیجہؓ کی تھی خدمت اقدس میں بطور فدیہ بھیجی۔ جب یہ ہیکل سامنے آئی تو آپ نے فرمایا "یہ ہیکل اس کی ہے جس کی عمر کا تمام آخری حصہ اسلام کی خدمت میں بسر ہوا"

Marfat.com

اُم المومنین کا عشق اسلام سے

بی بی خدیجہؓ کے نکاح نے نوبت یہاں تک پہنچا دی کہ قریش نے اپنے تعلقات بالکل محدود کر دیئے اور اُم المومنینؓ کے پاس عورتوں کی آمد و رفت برائے نام رہ گئی کنبہ اور برادری تو فرنٹ ہو ہی گئی تھی محلہ اور پڑوس کی بھی کوئی عورت پاس آ کر نہ پھٹکتی چنانچہ بی بی فاطمہؓ کی پیدایش کے وقت کسی عزیز نے آکر جھانکا تک نہیں۔

عمر کی زیادتی کے ساتھ اُم المومنین کے قویٰ میں انحطاط شروع ہو گیا تھا ادھر رسول اللہ صلعم کے افکار جن میں وہ برابر کی شریک تھیں روز بروز ترقی کر رہے تھے۔ اور اُدھر چھوٹے بچوں کی تربیت اور گھر کا انتظام سر پر تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صحت خراب ہو گئی۔ دولت کا بڑا حصہ اسلام پر قربان ہو چکا تھا اور وہ وقت آگیا کہ رئیس التجار خویلد کی وہ بیٹی جس کی دولت سے قریش سیراب ہو رہے تھے کنبہ جس کا ہاتھ اور برادری جس کا منہ تکتی تھی۔ اپنا تمام مال و متاع شوہر پر لٹا کر الحمد اللہ کرتی اور کوئی آکر بات تک نہ کرتا، بیماری نے موت کا یقین دلا دیا تھا۔ تنہا گھڑیوں میں جب رات کا سایہ سر پر ہوتا اور معصوم سیّدہ کو گلے سے لگا کر لیٹتیں اس وقت فطرت انسانی مستقبل کا نقشہ سامنے لاتی اور یہ سوچتیں کہ میرے بعد اس بن ماں کی بچی کا کیا حشر ہو گا کس کے پکھوے سے لگے گی اور دشمن اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ میرے جیتے جی یہ حالت ہے کہ ہر متنفس جان کا دشمن ہے اور بظاہر اس دشمنی کے ختم ہونے کی اُمید نہیں۔ میری آنکھ بند ہونے کے بعد اس بچی کا انجام کیا ہو گا۔ پانچ برس کا زمانہ اسی ادھیڑ بن میں بسر ہوا۔ عزیزوں کی عداوت کا فکر اور رسالت کے مخالفین کا رنج ایسا ہاتھ دھو کر پیچھے پڑا کہ بدن میں سکت نہ رہا ایک طرف حضور اکرمؐ کا فکر تھا۔ دوسری طرف جناب سیّدہ کا۔ عبادت الٰہی سے فارغ ہو کر اکثر بچی کو سینہ سے لگا کر روتیں اور فرماتیں کہ موت سر پر آ پہنچی کاش فاطمہؓ میرے سامنے بڑی ہو جاتی تو میں باطمینان دنیا سے رخصت ہو جاتی۔

حارثہ بنت عقیل کا بیان ہے کہ ایک روز دوپہر کے وقت جب گرمی شدت کی تھی اور ہوا چاروں طرف آگ برسا رہی تھی۔ میں اُم المومنینؓ کے گھر میں داخل ہوئی یہ دیکھ کر کہ ان کی حالت روز بروز بگڑ رہی ہے اکثر جایا کرتی تھی، بی بی خدیجۃ الکبریٰ مرض الموت میں گرفتار ہیں۔ کمزوری کا زور تھا۔ اور اب چلنا پھرنا بھی مشکل تھا۔ میں نے دیکھا کہ معصوم سیّدہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے بیمار کا سر دبا رہی تھی۔ بخار تیز تھا اور درد زیادہ، اُم المومنین کی خالہ اطم بیٹھی ہوئی تھیں اور مجھ کو یہ دیکھ کر سخت رنج ہوا کہ اطم بجائے تسکین کے نہایت جگر خراش گفتگو کر رہی تھی۔ اُم المومنین سے بآسانی بات نہ کی جاتی تھی انھوں نے رُک رُک کر کہا "آرزو ہے کہ خدا سے برحق خاتمہ بالخیر کرے" اطم اُم المومنین کے ساتھ کی کھیلی اور بچپن کی سہیلی تھی، مگر ایسی کٹّر اور سنگ دل کہ سُن کر ہنسی اور ہنس کر کہا "جس پر ایمان لائی ہوا اور جس کو دولت دی ہے۔ وہی خاتمہ بالخیر کرے گا!"

اُم المومنین نے اس کا جواب دینے کی کوشش کی مگر آنکھیں بند ہو گئیں اور بول نہ سکیں اطم نے اپنے الفاظ پھر دہرائے اور کہا "خدیجہؓ تم جس تکلیف میں مر رہی ہو، یہ تم نے خود پیدا کی ہے۔ بزرگوں کی نافرمان اور برادری کی گنہگار عورت کو اسی طرح مرنا چاہیے۔ اب بھی اگر توبہ کر لو اور اپنی حرکتوں پر نادم ہو تو خاندان تمہارے ساتھ ہے۔ تمہاری نافرمان میّت ہماری اپنی ہوگی اور ہم تمہارا جنازہ تزک و احتشام سے اُٹھائیں گے ورنہ جس طرح آج تمہارے حلق میں کوئی پانی تک ٹپکانے والا نہیں ہے۔ اسی طرح تمہاری لاش کا بھی کوئی اُٹھانے والا نہ ہوگا۔ غنیمت ہے کہ تم نے اپنی غلطیوں کا خمیازہ دنیا ہی میں دیکھ لیا اور تم ہمارے واسطے ایک سبق ہو گئیں۔ تم پر جو گذرنی تھی گذر گئی اس بچّی کی کیوں مٹی پلید کرتی ہو ہم پر نہیں تو اس معصوم پر رحم کرو تم جس رسالت پر ایمان لائی ہو یہ غلط ہے۔ اسی نے تم کو یہ دن دکھایا۔ اگر تم اپنی غلطی کا میرے سامنے اقرار کرو تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ ہم سب تمہاری مدد کو تیار ہیں اور تمہاری بچی کو سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ اور اس کو کلیجہ سے لگا کر اپنے

Marfat.com

بچوں کی طرح پالیں گے"!

اعظم کے الفاظ جادو تھے کہ مُردے میں جان پڑگئی۔ اُم المومنینؓ اٹھ بیٹھیں بدن تھر تھر کانپ رہا تھا اور آنکھ سے آنسو کی لڑیاں بہہ رہی تھیں نفرت سے اعظم کی طرف دیکھا اور کہا "اعظم میرے سامنے سے دور ہو جا۔ جو موت مجھ کو آرہی ہے خدا ہر قریش کو نصیب کرے اور میری طرح سب کا توحید پر خاتمہ ہو۔ یہ حالت جس کو اذیت سمجھ رہی ہے حقیقت میں راحت ہے۔ تو نے میری کیفیت کو غلط سمجھا، فلاکت میرے واسطے نعمت اور تنہائی میرے لئے جنت ہے۔ میری بچی کا بہتر وارث وہی ہے جس کی راہ میں میں نے اپنی دولت قربان کی۔ میں بظاہر دنیا سے خالی ہاتھ رخصت ہوتی ہوں۔ مگر زندگی کے بیش بہا خزانے میرے ساتھ ہیں آسمانی فرشتے فاطمہ کی حفاظت کریں گے میں رسول اللہؐ کے یہ الفاظ سن چکی ہوں کہ فاطمہ دنیا کی بہترین عورت ہے۔ یہی میرا ایمان ہے تو اگر زندہ رہی تو دیکھ لیجیو کہ میری بچی کا نام مسلمانوں کے واسطے راحت جان ہوگا۔ دنیا کے تاریک پردے تیری آنکھوں پر پڑے ہیں اور شیطان تجھ کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ میں تجھ کو سمجھاتی ہوں اس لئے کہ میری بہن ہے نصیحت کرتی ہوں اس واسطے کہ بھیلی اور سہیلی ہے کہ ایمان لا اس رسولؐ پر جس کی رسالت برحق ہے جس کی صداقت کی شہادت شجر و حجر دے رہے ہیں۔ تیری زندگی جس پر تو نازاں ہے ابدی نہیں ہے تو نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ تیری ہر حالت منقلب اور ہر کیفیت متغیر تھی۔ تیرا بچپن جوانی سے بدلا اور اب جوانی بھی ڈھلنی شروع ہو گئی سیاہ بال آدھے سے زیادہ سفید ہو گئے اور چہرہ کی جھریاں شباب کو وداع کر چکیں اگر تیرے دل میں ایمان کی جھلک ہوتی تو یہ تغیر اور یہ انقلاب جو پیام موت ہے تیری آنکھیں کھول دیتا اور تیری زندگی موت سے پہلے موت کے واسطے تیار ہو جاتی۔ تجھ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میری عمر کا بڑا حصہ کتب آسمانی کے مطالعہ میں بسر ہوا میں تجھ کو بتاتی ہوں کہ انجیل و زبور اس پیمبر کے ظہور کی خبر دے رہی ہیں۔ جس پر میں ایمان

Marfat.com

لائی اور جس کے نکاح نے مجھ کو بنت خویلد سے ام المومنین بنا دیا۔ تیرے منہ پر آنکھیں تیرے دماغ میں عقل ہے تیرے پہلو میں دل ہے۔ تو دیکھ رہی ہے تو سن رہی ہے۔ اب تک دیکھا اور سُنا، اب سمجھ اور غور کر کہ تو۔ تیرا خاندان اور تیری قوم اعلانِ نبوت کے بعد اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہے افسوس ہے تمہاری عقلوں پر، تم ایک طرف اس کی انسانیت کا اقرار کرتے ہو، اس کی دیانت کا کلمہ پڑھتے ہو، اُس کو امین اور صادق کا لقب دیتے ہو اور دوسری طرف اس کی جان کے دشمن اور خون کے پیاسے ہو عقل مند ہو، ہوشیار ہو، بتاؤ، بولو، آخر کس خطا اور کس قصور میں۔ تم اگر پیغمبر تسلیم نہیں کرتے، نہ کرو۔ لیکن سنو جو کہتا ہے اور کرو جو بتاتا ہے۔ تم ان صفات کا انسان، اس طبیعت کا آدمی، اپنے کنبہ میں اپنے محلہ میں، اپنے شہر میں، مردوں میں اور عورتوں میں، مُردوں میں اور زندوں میں دکھا دو اور بتا دو۔ تم نے اپنی شرارت میں، اپنی عداوت میں، اپنی خباثت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ گڑھے کھود رہے ہو اوجھڑیاں ڈال رہے ہو۔ مگر اس کی زبان پر سوائے صبر شکر کے دوسرا لفظ نہیں آتا۔ اگر اب بھی تمہارا ایمان اس کی رسالت تسلیم نہیں کرتا تو بدبخت ہو اور اس دنیا کے ساتھ جس کا خاتمہ یقینی ہے دین بھی تباہ کر رہے ہو۔ اَطم موت دور نہیں، آنکھ بند کرنے کی دیر ہے مجھے آ رہی ہے اور تجھ کو آئے گی۔ لیکن میں نے دنیا سے دین خریدا۔ فانی زندگی بگاڑ کر ابدی زندگی سنواری۔ خوش رہی اور بشاش چلی، خالی ہاتھ آئی اور بھری پُری جاتی ہوں۔ زندگی کا مقصد یہی ہے اور دنیا کی غرض یہی۔ اَطم مجھ سے سبق لے اور توبہ کر، ڈر موت سے جو برحق ہے اور خوف کر عذاب کا جو اٹل ہے، توبہ کر گناہوں سے اور باز آ شرک سے۔ ایمان لا توحید پر اور اقرار کر رسالت کا!!

یہاں تک پہونچ کر اُم المومنین کی زبان بند ہو گئی۔ وہ گر پڑیں اور بے ہوش ہو گئیں۔ مگر اس تقریر کا اثر اَطم پر اتنا ہوا کہ اس کی ہچکی بندھ گئی اُٹھی، اور اُم المومنین کے قدموں میں گر پڑی اور چیخیں مار مار کر اس قدر روئی کہ اُم المومنین کی آنکھ کھل گئی۔ اور اُنھوں نے

Marfat.com

پوچھا "کیا غل غپاڑہ ہے" اُطم نے ہاتھ جوڑ کر کہا "خدیجہ بہن مجھے بھی مسلمان کر لو"!

تھوڑی دیر بعد رسول اللہ تشریف لے آئے۔ اور اُطم نے اسلام قبول کیا اس کے اسلام نے مکے بھر میں کھلبلی مچا دی، شام کے قریب خاندان کے بہت سے آدمی اُم المومنینؓ کے گھر پر چڑھ آئے اور اس قدر بھرے ہوئے کہ اللہ کی پناہ۔ اُطم کو پکڑ کر لے گئے اور چلتے وقت یہ کہہ گئے کہ ہم سب خدیجہؓ سے اس کا بدلہ جلد لے لیں گے۔

میں کہہ سکتی ہوں کہ خدیجہؓ عورت نہیں فرشتہ تھی حالت لمحہ بہ لمحہ بگڑ رہی تھی اور موت کے آثار جسم کی رگ رگ سے نمودار تھے۔ قریش اس قدر چیخ پیٹ کر گئے لیکن اُطم کے مسلمان ہونے کی خوشی ان تمام حالات پر غالب تھی وہ اپنی تکلیف بھول گئیں باغ باغ تھیں۔ میں دوپہر سے دیکھ رہی تھی طبیعت کا رنگ صحیح نہیں ہے اس لئے رات کو اپنے ہاں جا کر صبح پھر آگئی۔ آج مجھ سے پہلے ہی اسماء بنت عمیس پہنچ چکی تھیں۔ اس واسطے مجھے اطمینان ہو گیا اور میں چلی آئی"۔

اُم المومنین بی بی خدیجہؓ کی محبت جناب سیدہؓ سے

"دوسرے روز گئی تو مرض کی کیفیت میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔ مگر اُطم کے مسلمان ہونے کی خوشی اُم المومنین کے چہرہ سے ظاہر ہو رہی تھی دوپہر کے وقت پانی مانگا بی بی فاطمہؓ لے کر آئیں پی چکیں تو چہرہ پر افسردگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ اسماء نے مجھے اشارہ کیا تو میں نے دیکھا کہ آنسو بہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ شاید آپ کو کوئی تکلیف ہو رہی ہے اور درد سر وغیرہ ہے تو میں دبا دوں۔ یہ کہہ کر میں نے سر پر ہاتھ رکھا تو بخار تیز تھا میرے سوال پر مسکرا کر فرمایا "جسمانی تکلیف کی پرواہ میں نے تمام عمر نہیں کی، اب کیا کروں گی"! اسماء نے اپنے ہاتھ سے آنسو پونچھے اور کہا "اُم المومنین آپ سے زیادہ خوش نصیب عورت دنیا میں کون ہو سکتی ہے۔ آپ زندگی کو اس طرح ختم کر رہی ہیں جو کسی دوسرے کو

نصیب نہیں ہوسکتی۔ آپ نے دنیا سے اتنا کمالیا کہ کوئی نہ کما سکے گا۔ آپ یہاں سے اس قدر سرخ رُو رخصت ہو رہی ہیں۔ کہ آج کی اسلامی دنیا اور آنے والی دنیا آپ کا نام ہر آنکھوں پر رکھے گی، آپ نے اپنے کارنامے اور اپنی خدمات ایسی بے مثل چھوڑی ہیں کہ دنیا ان کا ثانی پیدا نہیں کرسکتی۔ یہ ایسا وقت ہے کہ آپ جس قدر خوش ہوں کم ہے۔ آپ کی اذیت کا دور ختم ہوا اور راحت کا وقت شروع ہوتا ہے آپ کو ہنسنا چاہیئے کہ خدا آپ سے راضی، رسول آپ سے خوش، آپ اس وقت کیوں جی بھاری کر رہی ہیں" میری گفتگو پر چند لمحہ کے واسطے اُم المومنین کے خیالات اس طرف منتقل ہوئے اور مسرت کی ایک عارضی لہر اُن کے چہرہ پر دوڑی لیکن فوراً ہی ختم ہوگئی اور فرمانے لگیں۔

اسماءؓ تمہارا کہنا درست ہے اور اس اعتبار سے میں جس قدر بھی خوش ہوں کم ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ میری دولت کا مصرف اس سے بہتر نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ خدا کی راہ میں کام آئے اور ارشاد نبویؐ کے مطابق میرا یہ عمل بھی مقبول ہوسکتا ہے کہ محض خدا کے واسطے میں نے دنیا کو اپنا دشمن بنالیا اور راہ صداقت پر تمام تعلقات قربان کر دیئے۔ مگر تم جانتی ہو کہ میں بشر ہوں اور فطرت انسانی کے تقاضے سے مجبور ہو کر مجھ کو اس وقت اپنی چھوٹی بچی فاطمہؓ کا فکر ہے کہ میرے بعد کیا ہوگا۔ میرا عقیدہ اور یقین یہ ہے کہ خدا سب کی مشکلیں آسان کرتا ہے اور وہی سب کچھ کرے گا۔ مگر ممتا کے آنسو نہیں رُکتے اور بہت سی باتیں رہ رہ کر کلیجہ مسوس رہی ہیں۔ یہ آج بچہ ہے اور کل جوان ہوگی۔ مجھے یہ بھی اطمینان ہے کہ میرا خدا جس پر میں ایمان لائی اس کو اچھا دولہا دے گا اور یہ دونوں میاں بیوی اس دنیا میں ہمیشہ خوش و خرّم رہیں گے مگر تم جانتی ہو کہ جس وقت بچی دلہن بن کر میکے سے وداع ہوتی ہے تو سسرال میں ہر متنفس غیر اور پرایا ہوتا ہے اسی واسطے میکے کی دو ایک عورتیں دلہن کے ساتھ جاتی ہیں کہ وہاں کی ضرورتوں میں کام آئیں اور عالم تنہائی میں انیس ہوں۔ یہ انتظام مائیں کرتی ہیں اور بھروسہ کے قابل عورتیں ساتھ بھیجتی ہیں۔ میری خواہش ہے کہ اگر اس وقت

Marfat.com

تم زندہ ہو تو تم جانا اور مجھ سے وعدہ کرو کہ میری اس آرزو کو پورا کرو گی!"

اس قدر گفتگو کے بعد آسماء کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے اور انھوں نے کہا کہ اُم المومنینؓ آپ اطمینان رکھئے میں وعدہ کرتی ہوں کہ اگر زندہ رہی تو آپ کی بچی کے ساتھ اُس کی سسرال جاؤں گی۔ اور جب تک اس کو ضرورت ہوگی اور جب تک یہ اچھی طرح اپنے دولھا سے مانوس نہ ہوگی وہیں رہوں گی!" اُم المومنین یہ سن کر خوش ہوئیں۔ آسماء کے حق میں دُعا کی اور خاموش ہوگئیں۔

اُم المومنین بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کی رحلت

رات گذری مگر تمام رات اُم المومنین کو نیند نہ آئی۔ بخار بہت تیز تھا مگر اس حالت میں بھی اُن کی زبان پر کلمہ توحید جاری تھا۔ ابھی صبح پوری نہ ہوئی تھی کہ سانس بگڑ گیا مگر دماغی حالت صحیح تھی۔ بچّی کو انھوں نے اپنے پاس بلا کر گلے سے لگایا۔ اور بآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھ کر کہا "فاطمہ تجھ کو خدا کے سپرد کیا!" دو یا تین مرتبہ یہ الفاظ کہے اور اس کے بعد پاک روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا مکہ کے مشہور قبرستان حیجون میں دفن ہوئیں اور جس بچی کے بطن سے اسلام کے دو شہزادے پیدا ہونے والے تھے۔ وہ ماں کی شفقت سے ہمیشہ کو محروم ہوگئی۔

رسولِ ہاشمی کو برحق سمجھنے والے مسلمانو! انصاف کی نگاہیں بلند کرو اور شوق کے قدموں سے آگے بڑھو۔ قبرستان حیجون میں تم کو وہ جنازہ نظر آئے گا جس پر عقل انسانی تحسین و مرحبا کے پھول نچھاور کر رہی ہے۔ فرشتے اپنی پلکوں سے اس قبر کی جھاڑو دے رہے ہیں۔ یہ وہ عورت ہے جس نے مظلوم اسلام کی اس وقت حمایت کی جب دنیا اُس کو ٹھکرا رہی تھی۔ یہ وہ بیوی ہے جس نے اپنے تمام زر و دولت اور مال و متاع مذہب مقدس پر لٹا دیا۔ اور آج خالی ہاتھ خدا کے حضور میں جا رہی ہے۔ یہ وہ ماں ہے

Marfat.com

جو مسلمانوں کے واسطے سیّدہ جیسی بچی چھوڑ رہی ہے۔ وہ بچی جو دنیا کی بہترین عورت ہے۔ وہ بچی جس کا نام مسلمان سر آنکھوں پر رکھیں گے۔ وہ بچی جس کی زندگی مسلمانوں کے واسطے پیام تسکین اور جس کی موت ان کی زندگی کا سبق ہوگی، جس کے پیٹ سے حسنینؑ جیسے بچے پیدا ہوں گے وہ بچے جو مسلمانوں کو زندگی کے معنے بتائیں گے، یہ وہ مسلمان ہے جس کے ایثار کا جواب دنیا کی کوئی مسلمان عورت نہ دے سکی۔ یہ وہ بیگم ہے جس کی قربانیاں جس کی خدمات افضل البشر کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ یہ وہ حور ہے جس کی میّت صداقت کے پھولوں سے آراستہ اور حقیقت کے جواہرات سے مزین ہے۔ یہ وہ دُلہن ہے جس کا لباس سدابہار پھولوں سے معطر ہے ہماری پہلی ماں اور ہمارے آقا کی پہلی بیوی اسلام کی پہلی مربّی۔ رسول اللہ کی پہلی جاں نثار اور کلمۂ توحید کی پہلی سرپرست۔

قریش کا منافق گروہ جنازہ کی بیکسی پر ہنس رہا ہے۔ مگر آسمان کی آنکھیں اُم المومنین کی وداع پر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی ہیں۔ قربان اس میت پر، میت والی کے نام پر، نثار اس جنازہ پر، جنازہ کی بیکسی پر جس کا طواف ملائکہ مقربین کر رہے ہیں۔ قریش کے ناپاک ہاتھ اس جنازہ کو کندھا دینے کے قابل نہ تھے فرشتے ہاتھوں ہاتھ لا رہے ہیں اور یہ وہ وقت ہے کہ عروس اسلام کا وہ جسد خاکی جو مذہب مقدّس پر پروانہ وار فدا رہا۔ چشم انسانی سے روپوش ہو کر ابدی نیند سو جائے۔

زندہ دنیا کی مسلمان لڑکیاں زیادہ نہیں چند لمحہ کے واسطے آنکھیں بند کریں اور سوچیں کہ وہ کیا وقت ہوگا اور خلوص و صداقت کی اس دیوی نے کس دل سے کیسی کیسی قربانیاں کی ہوں گی۔ عزیز قریب ہو گئے۔ کنبہ دشمن ہوا۔ محلہ نے ملنا جلنا ترک کیا۔ برادری نے آنا جانا چھوڑا۔ اثاثہ ختم۔ دولت فنا اور یہ سب کس کے لئے اور کیوں؟ ایک تن واحد کے واسطے خدا اور اُس کے رسول کی رضامندی کے لئے۔

Marfat.com

عورتیں سروں پر ردا ڈالے ہر سمت پھر رہی تھیں اور خاموش آنکھوں کی ٹکٹکی صرف اس توقع پر بندھی تھی کہ ماں اور ماں کا مکھوا نصیب ہو جائے۔ اور ان راستہ چلتی عورتوں میں شاید وہ صورت بھی نظر آ جائے جو اپنے ہاتھ بڑھا کر میری گردن میں ڈال دے اور کلیجہ سے لگا لے۔ وقت کا بڑا حصّہ گذر گیا ننھے منّے دل پر نا اُمیدی کی گھٹا چھا گئی دفعۃً فاطمہ بنت آسد سامنے سے آتی ہوئی دکھائی دی۔

ایک حسرت نصیب نگاہ معصومانہ انداز سے اوپر اٹھی۔ قدم آگے بڑھے۔ بنت آسد شہزادی کی صورت دیکھ تڑپ اٹھی۔ روتی ہوئی آنکھوں سے گود میں اُٹھا کر پیار کیا اندر لائی ہچکی بندھی ہوئی تھی کہ فاطمہ بنت زبیر بھی آ گئی دونوں کی دونوں سیّدہ کو گلے سے لگائے رو رہی تھیں۔ جب بچی سو گئی تو بنت آسد نے کہا۔

اُم المومنینؓ کو فاطمہؓ سے اس قدر عشق تھا کہ رحلت سے چند گھنٹے قبل بستر سے اٹھیں اور پیالے میں تھوڑی سی مٹی بھگوئی اور کپڑے درست کئے اور کہا "میری بچّی کا سر چکٹ رہا ہے۔ میرے بعد اس کا سر کون دھلائے گا۔ میں اپنے سامنے اس کا سر دھو دوں کہ قریش کی عورتیں میری فاطمہؓ پر نہ ہنسیں۔ تم دیکھتی ہو کہ اس کے کپڑے میلے ہو گئے میرے بعد اس کے کپڑے کون بدلے گا۔ موت کا گھر ہو گا لوگ آئیں گے اور جائیں گے میں چاہتی ہوں میری شہزادی کسی کی نگاہ میں حقیر نہ ہو اپنے ہاتھوں سے آخری خدمت اپنی بچّی کی انجام دے دوں"

اُم المومنین کی طبیعت زیادہ بگڑ رہی تھی۔ انھوں نے بیٹی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور سینہ سے لگا کر روتی رہیں پھر یہ کہہ کر "بیوی ماں تجھ سے ہمیشہ کو چھوٹتی ہے۔ میری ننھی سی جان اب تو بن ماں کی ہوتی ہے اور آج خدا کا حکم تجھ کو ماں کی ممتا سے محروم کرتا ہے یہ چاند سا ٹکڑا اور یہ بھولی صورت جس پر میں قربان تھی مجھ سے چھوٹ رہا ہے" فرمایا "بی بی میں تجھ کو خدا کے سپرد کرتی ہوں۔ خاندان تیرا دشمن ہے اور برادری میں

Marfat.com

کوئی اتنا نہیں کہ محبت کا ہاتھ سر پر پھیرے - آ آ - میری بیگم - میری گود میں آ - میں اپنے ہاتھ سے تیرا منہ دھلا کر اُجلے کپڑے پہناؤں ارمان یہ تھا کہ ان ہاتھوں سے دلہن بناؤں مگر تقدیر میں نہ تھا -

فاطمہ ننھی سی عمر اور چھوٹا سا حافظہ ہے مگر کچھ نصیحت کرتی ہوں یاد رکھنا - باپ کے سوا اب کوئی دنیا میں اتنا نہیں کہ تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے - قریش جان کے دشمن اور بنو اُمیہ خون کے پیاسے - ننھی سی جان پر نت نئے ظلم ہوں گے تکلیفیں بھگتنی پڑیں گی - فاقوں میں روٹی کا ٹکڑا میسّر نہ ہوگا - اور پیاسی ایک ایک قطرہ کو ترسو گی ان پیارے پیارے نازک ہاتھوں میں جن پر میں ہزار بار قربان - چکّی پیستے پیستے چھالے پڑیں گے - دیکھو مرنے والی ماں کے خون پر جو رگ رگ میں دوڑ رہا ہے - حرف نہ آنے پائے - بی بی سخت سے سخت مصیبت میں شکایت زبان پر نہ آئے - فاقوں میں پیٹ سے پتھر باندھنا اور ظلموں میں زبان پر مہر لگانا، میری مینا، ماں تیرے آنسوؤں پر نثار، تو رو کر اپنا دل بھاری نہ کر تجھے کیا معلوم کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوگا!"

اُم المومنین رضؓ سے زیادہ رقّت مجھ پر طاری تھی اُنھوں نے سیّدہ کا ہاتھ اپنے مُنہ پر پھیرا اور کہا "جانتی ہوں اس جسم پر نیل پڑیں گے اور دشمن کا پوری طاقت سے حملہ ہوگا!"

اسماءؓ کا بیان اور یہ فقرہ ختم نہ ہوا تھا کہ رسول اللہ صلعم گھر میں داخل ہوئے عجب سماں تھا بچھڑی ہوئی بیبی جس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا اٹھ بیٹھی اور باپ کی صورت دیکھتے ہی تڑپ اٹھی - دوڑ کر لپٹ گئی، سرور کائنات نے سر پر ہاتھ پھیرا تو چہرۂ اقدس پر نظر ڈال کر پوچھا، اماں کہاں ہے؟" اس سوال نے سب کے کلیجے اُڑا دیئے - سید المرسلینؐ نے فرمایا "خدا کے ہاں" معصوم دل اس کا مطلب نہ سمجھ سکا اور بچّی کی خاموش نظریں باپ کے چہرہ پر جمی رہیں - سرور عالمؐ نے گود میں اُٹھا کر پیار کیا اور تسکین دے کر باہر تشریف لے گئے معصوم و مغموم چہرہ خوشی سے بدل گیا اور شہزادی

Marfat.com

یہ کہتی ہوئی ہشاش بشاش گھر میں دوڑنے لگی " رسول اللہ صلعم، میری اماں کو اللہ میاں سے لینے گئے ہیں...... اب میری اماں آتی ہوں گی...... میں ان کا بچھونا صاف کردوں، سلوٹیں پڑی ہوئی ہیں...... خالہ میں اتنے دوا بھگو دوں آتے ہی پی لیں گی اکھانسی کو آرام ہو جائے گا۔ کہیں مجھ سے نہ خفا ہوگئی ہوں...... خالہ جان رسول اللہ صلعم، سے کہدینا۔ مجھے بھی ساتھ لے چلیں میں اماں جان کو منالوں گی وہ مجھ ہی سے ناخوش ہیں اُٹھو اُٹھو اچھی خالہ جان جاؤ کہہ دو مجھے بھی ساتھ لے چلیں وہ میرے کہنے سے فوراً آجائیں گی...... میں ہاتھ جوڑکر قصور معاف کرا لوں گی۔ بڑی خالہ جان تم جاکر رسول اللہ صلعم، سے کہدو کہ وہ اب اپنی اماں سے نہ روٹھے گی۔ کپڑے بھی بدل لوں گی، سر بھی دھلواؤنگی، خالہ اماں میری اماں جان مجھ سے خفا ہو کر چلی گئیں، اب رسول اللہ صلعم، منالائیں گے۔ ایسی خفا ہوئیں کہ آج صبح سے مجھے کھانا بھی نہیں دیا۔ اب آتی ہوں گی...... ایسی بگڑیں کہ سارا دن گذر گیا ایک کھجور بھی منہ میں نہ گئی...... ہاں ہاں مجھے یاد آگیا۔ کپڑوں پر خفا ہوئیں کہ ہیں لے کپڑے نہیں بدلے اچھا اب جلدی سے بدل لوں"

تاریکی پردہ دنیا پر چھا چکی۔ قریش جگمگاتی روشنی میں رنگ رلیاں منا رہے تھے۔ مگر دونوں جہان کی ملکہ کے پاس چند قطرے تیل کے نہ تھے کہ ماں کی لحد پر جلا دیتی۔ ننھا سا دل اپنے معصوم جذبات سے ماں کے آنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اندھیرے میں منہ دھویا، جلدی جلدی کپڑے بدلے اور دروازہ میں جاکر کھڑی ہوئیں۔ ساعت قیامت سے کم نہ تھا جب پانچ چھ برس کی ایک جان دروازہ میں کھڑی اُس ماں کی راہ دیکھ رہی تھی جو زمین کا پیوند ہو چکی۔ دفعۃً سلمہ بنت صغیر ردا اوڑھے اور منہ ڈھانکے ڈیوڑھی میں داخل ہوئی بی بی خوشی کے مارے اوچھل پڑی اور لپٹ کر کہا:۔

"آہا میری اماں جان آگئیں"

بنت اسد اور بنت زبیر کے سینوں میں کہرام مچا ہوا تھا۔ سلمہ بی بی کا یہ کہنے سے

Marfat.com

کہ میری اماں جان آگئیں اور لپٹ جانے سے بالکل بے اختیار ہوگئی، منہ چھپائے رکھا اور گود میں اٹھا کر کلیجہ سے لگا لیا۔

شام ہو چکی ہے اور لو کے تھپیڑے کم ہو چلے ہیں، نیند کے ڈورے شہزادی کی آنکھوں میں نمودار ہو گئے ہیں۔ آنکھیں جھپتی ہیں اور کھلتی ہیں اور ام المومنین بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے بعد یہ پہلی رات ہے کہ شہزادی ماں کے پہلو سے بچھڑ کر سلمہ کے سینے سے چمٹی ہے۔ دونوں ہاتھ گلے میں اور سر گردن سے لگا ہوا نیند کے جھونٹوں میں یہ الفاظ زبان سے نکل رہے ہیں۔

"اماں جان اب میں نہیں جانے دوں گی"

روتی ہوئی آنکھوں سے تڑپتے ہوئے دل سے چھپے ہوئے چہرے سے سلمہؓ بچی کو لے کر لیٹی اور آہستہ آہستہ سر پر ہاتھ پھیر کر بال درست کئے سلمہؓ کا زخمی دل جو جوان بیٹے کا داغ اٹھا چکی تھی۔ شہزادی کی حالت سے اتنا بے اختیار ہوا کہ منہ پر منہ رکھ کر رونے لگی۔ فرط محبت سے بھینچ بھینچ کر ہچکیاں لے رہی تھی کہ بوی کی آنکھ کھل گئی اور دیکھ لیا کہ یہ آواز میری ماں کی نہیں ہے۔ روتی ہوئی اٹھ بیٹھی اور اسی نیند میں کہا۔

"پھوپی جان تو میری اماں جان کدھر گئیں"

اس کا جواب ایک بے اختیار چیخ تھی، جو سلمہ کے منہ سے نکلی اور اس نے کہا کہ "خدا کے ہاں گئی ہیں"۔ اب شہزادی اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا "رسول اللہ صلعم نے بھیج تو دیا تھا۔ شام کو آگئی تھیں۔ اب پھر چلی گئیں۔ آپ نے بھی نہ روکا"۔

عداوت کی ترقی

یہ واقعات صاف بتا رہے ہیں کہ عداوت باہمی کس حد تک پہنچ چکی تھی۔ سنگ دلی کی کیا کیفیت تھی، ماں باپ کی عداوت کا بچوں سے بدلہ لینا کسی مذہب میں جائز نہیں

Marfat.com

مگر کچھ ایسے شقی القلب لوگ تھے کہ ان کی نگاہ میں ہر ظلم جائز اور ہر شرارت درست تھی شیطنیت کا کوئی دقیقہ اور خباثت کا کوئی شائبہ ایسا نہ تھا۔ جو ان سے چھوٹا ہو۔ ان سے یہ توقع تو ہو ہی نہ سکتی تھی کہ وہ اُم المومنین کے بعد سیدہؓ سے کسی قسم کی ہمدردی کریں اگر مظالم ہی میں کمی کر دیتے تو ان کا احسان تھا۔ مگر انھوں نے عہد کر لیا تھا کہ مکّاری پوری طرح ختم کریں گے اسلام جوں جوں ترقی کرتا گیا۔ ان کی آفات بھی اتنی ہی بڑھتی گئیں۔ یہاں تک کہ جناب سیّدہؓ بچپن کی منازل کو ختم کرتی ہوئی شادی کے قابل ہوئیں اور ہر طرف سے پیام نکاح آنے لگے اور بالآخر حضرت علیؓ سے ہو گیا۔

اس عقد نے عداوت کی آگ کو بھڑکا یا۔ مگر اب اسلام ابتدائی اسلام نہ تھا۔ اب یہ روز بروز ایسا قوی ہو رہا تھا کہ کٹر سے کٹر دشمن بھی اس کے سامنے بھنگاتے تھے۔ کھلے مقابلہ کی تو ہمت اور طاقت دونوں ختم ہو چکی تھیں لیکن دل ہی دل میں انگاروں پر لوٹتے تھے اور کوئی موقع مل جاتا تو چوری چھپے وار کرنے میں کسر نہ چھوڑتے۔

بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کے نکاح نے دلوں پر جو بجلی گرائی وہ اُن کی موت سے بھی ٹھنڈی نہ ہوئی۔ جناب سیّدہؓ کے نکاح نے دوسری قیامت بپا کی۔ اب بدبختوں کا اس کے سوا کوئی دوسرا مشغلہ نہ تھا کہ راتیں اسی ادھیڑ بن میں صبح کرتے اور دن اسی غور وخوض میں شام۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس وقت جو کچھ کر رہے تھے کھلے خزانے اور اب جو کچھ ہو رہا تھا چوری چھپے۔ اُس وقت دشمن جانی تھے اور اب بغلی گھونسے۔ جب برسرِ پیکار تھے۔ اور اب درپئے آزار۔

سیّدۃ النساءؓ کا درجہ وفضائل

سیّدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی جو عزت و وقعت سرورِ کائنات کی نگاہ میں تھی اور آپ جو اس قدر محبت فرماتے تھے اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ سچ مچ کی رسول زادی تھیں

صبر و شکر عفو تحمل ان کو ماں سے ملا اور ایثار و رحم جود و سخا باپ سے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ فاطمہ جس طرح بہترین عورت تھی۔ اسی طرح بہترین بیوی اور گھر والی گو اس کے گھر میں قاقم و سنجاف نہ تھے۔ مگر انگنائی اور دیواریں ستھری صاف، کچھ شک نہیں کہ اس کی چکّی سونے چاندی کی نہ تھی لیکن گرد و غبار سے پاک اور خاک مٹی سے محفوظ۔ ہمارا بچھونا تھا تو معمولی چمڑے کا مگر صاف اور ستھرا مجھے یاد نہیں کہ فاطمہؓ نے کبھی میری خواہش کے خلاف کوئی کام کیا ہو، اُس کی دلی خواہش اور کوشش مجھ کو خوش اور رضا مند رکھنا تھا وہ نماز فجر کے بعد اپنے ہاتھ سے چکّی پیستی تھی اور گھر میں جھاڑو دیتی تھی اس کو متواتر فاقے جھیلنے پڑتے تھے لیکن کبھی شکایت زبان پر نہ آئی۔ ایثار کی یہ کیفیت تھی کہ ایک موقع پر قبیلہ بنی سلیم کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت تلخ گفتگو کی۔ آں حضرتؐ نے اس کا جواب اس قدر نرمی سے دیا کہ وہی شخص جو کاہن اور جادوگر بنا رہا تھا اُس نے تصدیق نبوّت کی۔ اسلام قبول کر چکا تو سرور کائناتؐ نے فرمایا تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اُس نے عرض کیا قبیلہ بنی سلیم میں مجھ سے زیادہ مفلس کوئی شخص نہیں ہے۔ حضور اکرمؐ نے اپنی جماعت سے فرمایا تم میں کون شخص ایسا ہے جو اس کو ایک اونٹ دے دے۔ سعد بن عبادہؓ اُٹھے اور عرض کیا میرے پاس ایک اونٹنی ہے وہ میں اس کو دیتا ہوں۔ اُس کے بعد آپ نے فرمایا "مسلمانوں تمہارے ایک بھائی کا سر ننگا ہے۔ کون ہے جو اُس کا سر ڈھانک دے" حضرت علیؓ نے یہ سُن کر اپنا عمامہ اس کے سر پر رکھ دیا۔ اب ثالث آپ نے فرمایا "ہے کوئی اللہ کا بندہ جو اس کا پیٹ بھر دے" یہ سُن کر سلمانؓ اُٹھے اور اس کو ساتھ لے کر باہر نکلے چاروں طرف پھرے مگر کھانا کہیں موجود نہ تھا دفعتًہ جناب سیّدہؓ کا خیال آیا اس کو ہمراہ لے کر دروازہ کھٹ کھٹایا اور مفصل کیفیت بیان کی۔ سیّدہ کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے اور فرمایا "سلمان قسم ہے اس خدا کے

بہتر و برتر کی جو کون و مکان کا خالق ہے، کہ میرے پاس آج تیسرا روز ہے کہ رزق کی قسم سے کوئی چیز نہیں مگر مسلمان جو بھوکا پیغمبر زادی کے گھر پر آیا بھوکا نہیں جا سکتا۔ میری چادر لے اور شمعون یہودی سے کہہ کہ فاطمہؓ محمد صلعم کی بیٹی کی یہ ردا رکھ کر اُس کو جنس دے دے۔ سلمانؓ پر اس واقعہ سے ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اُنھوں نے چادر کو بوسہ دیا اور روتے ہوئے شمعون کے پاس چلے اعرابی ساتھ تھا اور جناب سیدہؓ کے ایثار و کرم پر دل ہی دل میں عش عش کر رہا تھا، کہ سلمان نے شمعون کو چادر دی اور بی بی فاطمہؓ کا پیغام پہونچا دیا۔

یہودی نے چادر کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا اور واقعہ پر غور کرنے لگا، دفعتاً اُس کی حالت بگڑی اور کہا سلمانؓ بی بی فاطمہؓ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں، اے سلمانؓ یہ وہ لوگ ہیں جن کی خبر ہمارے پیغمبر نے توریت میں دے دی ہے۔ میں پہلے جناب سیدہؓ کے ایثار و کرم کی تصدیق کرتا ہوں، حقیقتاً وہ بنت الرسول ہے اور اس کے بعد اُس کے باپ پر ایمان لاتا ہوں لے یہ اناج لے اور جا۔

سلمان فوراً سیدہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اناج پیسا اور آٹا گوندھ کر روٹی پکائی تو سلمانؓ نے کہا اس میں سے دو روٹیاں بچوں کے لئے لے لیجئے سلمانؓ کی اس تجویز پر سیدہؓ مسکرائیں اور فرمایا، یہ میرا مال نہیں ہے خدا کی راہ پر دے چکی۔ سلمان اعرابی کو ساتھ لے روٹی سمیت سرور کائنات کی خدمت میں حاضر ہوئے جب اعرابی کھانا کھا چکا تو حضور اکرمؐ نے دعا فرمائی اور کہا "الٰہی فاطمہؓ تیری لونڈی ہے اس سے راضی رہیو۔"

اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے۔ جابر بن عبد اللہ انصاری کا بیان ہے کہ ہم نے حضور اکرمؐ کے ساتھ نماز عصر پڑھی، نماز کے بعد سب بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بڈھا شخص جس کی مفلسی اس کے لباس سے اور پریشانی اس کی چال ڈھال سے ٹپک رہی تھی داخل ہوا

اور لڑکھڑاتے ہوئے رُک رُک کر کہا "اے پیغمبر سلام! میں بڈھا ہوں فقیر ہوں! بیمار ہوں اور کل سے بھوکا ہوں۔ سن اور میری مشکل کا خاتمہ کر۔ بھوکا ہوں۔ پیٹ بھر، ننگا ہوں۔ بدن ڈھانک، محتاج ہوں۔ خرچ دے۔ آں حضرت ؐ نے اس کو بلایا اور پاس بٹھا کر فرمایا۔ میرے پاس اس وقت کچھ موجود نہیں ہے۔ مگر میں تجھ کو ایک ایسے شخص کے پاس بھیجتا ہوں جو خدا کو اچھی طرح سمجھتا ہے اور یہ فرما کر بلال رضؓ سے کہا کہ اس سائل کو فاطمہ رضؓ کے پاس لے جاؤ۔ بلال رضؓ سائل کو لے کر درِ سیّدہ رضؓ پر آئے اور اس کی کیفیت بیان کی، جناب سیّدہ رضؓ نے فرمایا۔ "ہمارے ہاں اللہ کا نام ہے مگر سائل نے خدا کا واسطہ دیا ہے اس لئے خالی ہاتھ نہ بھیجوں گی مینڈھے کی ایک کھال جس پر بچّے سوتے ہیں موجود ہے" یہ فرما کر کھال لائیں اور سائل کو دے کر فرمایا "جس کا واسطہ دے رہا ہے وہی خوب جانتا ہے کہ پیغمبر زادی کے گھر میں دینے کے واسطے اس کے سوا کچھ نہیں۔ اس کو بیچ کر اپنی ضرورتیں پوری کر" سائل نے کہا "میں بھوک کی شکایت کر رہا ہوں اس کے بیچنے میں کچھ دقت ہوگی اگر بیچ بھی لوں تو تمام ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتیں"۔ سائل کا فقرہ ختم ہوتے ہی سیّدہ رضؓ کو خیال آیا اور کہا مجھے خیال نہیں رہا۔ "یہ لے" اتنا کہہ کر اپنے گلے سے ایک کنٹھی اُتار دی، یہ وہ کنٹھی تھی جو کہ آج ہی حمزہ بن عبدالمطلب کی بیٹی نے بھیجی تھی اور اُتار کر کہا، "لے اس سے تیری تمام شکایتیں رفع ہوں گی۔ سائل خوش خوش چلا کنٹھی بیچی اور کھانا کھا کر مسجد میں آیا۔ حضور اکرم ؐ خاموش تشریف فرما تھے۔ عرض کیا کہ درحقیقت فاطمہ رضؓ خدا کو خوب سمجھتی ہے۔ حضور اکرم ؐ نے فرمایا "فاطمہ رضؓ کے واسطے دعا کر" سائل نے ہاتھ اُٹھائے اور کہا "اے اللہ جس طرح محمد (صلعم) کی بیٹی نے مجھ پر رحم کھایا تو قیامت میں اس پر رحم کیجیو"!

جناب سیّدہ رضؓ کی خصوصیات میں یہ بات سب سے زیادہ قابلِ ذکر ہے کہ ان کی عبادت میں جو بعض اوقات رات رات بھر ہوتی تھی اُنھوں نے دنیوی زندگی کے واسطے

Marfat.com

کبھی دعا نہ کی۔ بارہا یہ ہوا ہے کہ عشا کے بعد سے صبح تک وہ عبادت الٰہی میں مصروف رہیں اور دعا کے وقت اُن کے دلی جذبات صرف شوہر اور بچّوں یا عامۃ المسلمین کی ذات پر ختم ہو گئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ جو بات فاطمہؓ کے سوا میں نے دوسری عورتوں میں بہت کم دیکھی وہ یہ تھی کہ اُس نے کسی حال میں اور کسی وقت میرے حقوق کی ادائے گی میں ذرّہ بھر فرق نہ آنے دیا۔ تیمّم کے احکام ابھی نازل نہ ہوئے تھے، کہ اُنھوں نے بیماری میں غسل کیا اور نماز کے واسطے تیار ہوئیں۔ میں نے اس موقعہ پر ان کو روکنا چاہا اور کہا کہ اگر تم نے زیادہ محنت کی تو اندیشہ ہے کہ مرض ترقی نہ کر جائے۔ تم نے باوجود طبیعت خراب ہونے کے دن بھر چکّی پیسی ہے، اُنھوں نے مُسکرا کر جواب دیا "گھر کا کام اور خدا کی عبادت دونوں باتیں مرض کا علاج ہیں۔ ان سے بجائے فائدہ کے نقصان نہیں ہو سکتا۔"

جناب سیّدہ کی مشابہت باپ سے

سیر کی قریب قریب تمام کتابیں بتا رہی ہیں کہ جناب سیّدہ عادات و خصائل کے اعتبار سے طبیعت و مزاج کے اعتبار سے، رفتار و گفتار کے اعتبار سے، صبر و تحمّل کے اعتبار سے، رحم و کرم کے اعتبار سے، دوسرا باپ تھیں اور اس کے سوا کہ پیغمبر نہ تھیں بہت ہی کم فرق تھا۔ سرورِ کائنات بی بی فاطمہؓ کا انتہائی لحاظ فرماتے تھے اور اُن کی بات کو بہت کم ٹالتے تھے اور جب مجبور ہو جاتے تھے اور رائے میں اختلاف ہوتا تھا تو اس بات کا خصوصیت سے لحاظ فرماتے تھے کہ بی بی سیّدہؓ ناخوش نہ ہو جائیں چنانچہ ایک موقع پر اُمّہات المومنین میں اختلاف ہوا اور متفقہ کوشش کی گئی کہ کسی طرح معاملہ رفع دفع ہو جائے مگر کامیابی نہ ہو سکی، معاملہ رسالت مآب سے متعلق تھا اس لئے سب بیویوں نے فیصلہ کیا کہ اُم المومنین بی بی سلمہؓ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب بیبیوں کی طرف

سے عرض کریں۔ چنانچہ بی بی سلمہ رض خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہوئیں اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ جناب سیّدہ رض کو تکلیف دی جائے کیونکہ سب جانتے تھے کہ ان کی بات ٹل نہیں سکتی، ادھر حضور اکرم جو فیصلہ فرما چکے تھے وہ امہات المومنین کے موافق نہ تھا جس وقت بی بی فاطمہ رض خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو حضور نے فرمایا "فاطمہ رض جس چیز کو میں عزیز سمجھتا ہوں کیا وہ تجھ کو عزیز نہیں"۔ بی بی فاطمہ رض نے فرمایا "کیوں نہیں جو آپ کو عزیز ہے وہ مجھ کو بھی عزیز ہے"۔ جناب سیّدہ رض یہ فرما چکیں تو رسالت مآب نے اپنا خیال ظاہر فرما دیا اور اس طرح جناب سیّدہ رض کا اطمینان ہو گیا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جناب سیّدہ کی تجویز یا درخواست کو حضور اکرم نے اس وقت تک رد نہ فرمایا جب تک اپنی رائے سے متفق نہ فرما لیا۔ ان کے اتفاق کر لینے کے بعد اپنا خیال ظاہر فرمایا۔

اس قسم کے کئی مواقع پیش آئے ہیں کہ جناب سیّدہ رض کی رائے سے سرور کائنات متفق نہ ہو سکے مگر آپ ان کی دل شکنی کا اس قدر لحاظ تھا کہ ان کو مطمئن کیے بغیر کبھی اختلاف نہ فرمایا۔

اُم المومنین بی بی خدیجہ رض کے بعد کئی عورتوں نے جناب سیّدہ رض کی تربیت میں حصہ لیا اور رسول اللہ صلعم کا ہاتھ بٹایا اور گو حضور اکرم کو خدمات و اشاعت اسلام سے بہت ہی کم فرصت ملتی تھی مگر جناب سیّدہ رض کی محبت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ جس قدر وقت ملتا تھا وہ جناب سیّدہ رض کی تربیت میں صرف فرماتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضور اکرم کی صحبت و تربیت کی پلی ہوئی بچی نزول وحی کے سوا کہ وہ اختیاری نہ تھی مزاج کی دوسری رسول ہو گئی۔

حضرت علی رض

سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے جس وقت اسلام کی تلقین شروع فرمائی

Marfat.com

اُس وقت آپ کے چچازاد بھائی علی ابن طالبؓ کی عمر دس سال کی تھی اور آپ کو رسول اکرمؐ سے اس درجہ عشق تھا کہ جب آپ نے آلِ غالب سے فرمایا کہ تم میں سے کون خدا کی راہ میں میری مدد کر سکتا ہے تو سینکڑوں آدمیوں میں سے جس نے اس صدا پر لبیک کی وہ یہی دس سال کا بچّہ تھا اور یہ کسی کو نہ معلوم تھا کہ خدا کا شیر اپنے بھائی کے ساتھ دنیا کو زیر و زبر کرنے میں پورا مددگار ہوگا۔ جب رسول اکرمؐ دشمنوں سے گھبرا کر گھر سے تشریف لے جائیں گے۔ جب اعدا کی پوری جماعت تلواریں ہاتھ میں لئے خونِ رسالت کی پیاسی گھر سے باہر بیٹھی ہوگی اُس وقت یہی بچّہ جس کے عہدِ معصومیت پر فرشتے بھی متحیّر ہیں رسولِ خدا پر قربان ہونے کو تیار ہوگا اور جو کچھ آج زبان سے کہہ رہا ہے وہ کر کے بھی دکھا دے گا اور منافق و ظالم جب بسترِ رسولؐ پر قتل کے واسطے آئیں گے تو دیکھ کر اپنا مُنہ پیٹ لیں گے کہ جس کے سر کو تن سے جدا کرتے ہیں وہ عبداللہ کا لختِ جگر نہیں ابوطالب کا ہے۔

حضرت علیؓ نے ایک دو مرتبہ نہیں کئی دفعہ سرورِ کائناتؐ پر قربان ہونے کی کوشش کی اور اپنے الفاظ کو سچّا کر دکھا دیا۔ شجاعت صداقت۔ کرم ایثار خلوص و محبت فطرت نے کوٹ کوٹ کر ان کی ذات میں ودیعت کئے تھے، رسول اکرم صلعم کی محبّت اور مذہب مقدّس کی الفت سونے پر سہاگہ ہوگئی جس نے چمنستانِ اسلام کے اس شاداب پھول کو سدا بہار بنا دیا۔ یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ فیصلہ خداوندی تھا یا تصفیۂ رسالت، مگر عقل سلیم اس کے تسلیم کرنے میں مُتامّل نہیں ہو سکتی کہ بی بی فاطمہؓ کے واسطے ایک ایسے ہی شوہر کی ضرورت تھی جس میں خدا نے فضائل انسانی اپنے ہاتھ سے رکھے ہوں۔ ایک طرف تو حضرت علیؓ کی ہمت و جرأت کا ڈنکا تمام عرب میں بج رہا تھا اور دوسری طرف ان کے رحم و انصاف کے گیت بچّہ بچّہ کی زبان پر تھے۔ میدان جنگ میں شجاعانِ اسلام عاجز آجاتے تھے۔ دشمن غالب ہونے کے

قریب پہونچتے تھے تو سرورِ کائنات حضرت علیؓ کو مقابلہ کا حکم دیتے تھے، سنگین سے سنگین معرکہ میں بھی جب مسلمان پریشان ہو گئے ہیں اور رسول اللہ صلعم نے حضرت علیؓ کو روانہ کیا ہے تو فتح کا سہرا حضرت علیؓ کے سر رہا ہے۔

غزوۂ بدر میں جب فریقین تیار ہو گئے اور لڑائی شروع ہو گئی تو مشرکین و منافقین کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ سامنے آیا۔ یہ مشہور جری تھا اور اس کی شجاعت کا سب لوہا مانتے تھے۔ اُس نے اسلام کے کئی بہادروں کو جام شہادت پلا کر بآواز بلند سرورِ عالم سے کہا کہ میری تلوار اب قریش کے خون کی پیاسی ہے۔ کوئی میرا ہمسر لشکر اسلام میں موجود ہو تو مقابلہ کے لئے بھیجو۔ اس گستاخانہ فقرہ سے مسلمان برافروختہ ہوئے اور رسالت مآب نے حیدر (کرّار) کو حکم دیا کہ میدان میں جا کر عتبہ بن ربیعہ کا مقابلہ کریں، بھلا شیرِ خدا کی جرأت کا مقابلہ عتبہ کیا کرتا شجاعت جس پر گھمنڈ کر رہا تھا دھری کی دھری رہ گئی اور تیغ حیدری نے لڑائی کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں کیا۔

جو شخص جرأت و ہمت کے لحاظ سے تمام عرب میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا جس کی طاقت نے فطرت انسانی کو متحیر کر دیا تھا اس کے ایثار و کرم کی کیفیت یہ تھی کہ سرورِ عالم کی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ایک رات ان دونوں میاں بیوی اور بچوں پر فاقہ کی گذری۔ نماز فجر سے فراغت پا کر خدا کا شیر تلاش معاش میں باہر نکلا چاروں طرف نظر دوڑائی مگر کوئی ذریعہ یا جگہ میسّر نہ آئی۔ دن کا بڑا حصّہ اسی اُدھیڑ بن میں بسر ہوا۔ اپنا خیال مطلق نہ تھا مگر معصوم بچّوں کی بھوک پر کلیجہ کٹ رہا تھا۔ بازار کے متواتر پھیرے کئے لیکن کام نہ ملا۔ اور آفتاب کی روشنی جھلملانی شروع ہوئی۔ اب امیر علیہ السلام کو یقین تھا کہ کل کی طرح آج کی رات بھی جگر داسے لالوں پر صاف گذری اور بنت الرّسول پر فاقہ رہا۔ اتفاق محض سے جب نماز مغرب کے بعد شام کی

Marfat.com

تاریکی پردۂ دنیا پر چھا رہی تھی اور رات فاقہ زدہ سیّدہ اور اس کے لالوں پر سیاہ آنسو گرا رہی تھی کہ ایک تاجر اپنا سامان لے کر پہونچا اور جن مبارک ہاتھوں نے خیبر کا دروازہ چشم زدن میں اکھاڑ کر پھینک دیا تھا اور جن کو بوسہ دینا کائنات فلکی کا فخر تھا۔ وہ اسباب ڈھونے میں مصروف ہو گئے، دُنیا کی آنکھیں اس سے زیادہ تیرہ و تار سماں بہ مشکل دیکھیں گی کہ علیؓ ابن طالب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا داماد فاطمہؓ کا شوہر حسنینؓ کا باپ اور "خدا کا شیر" بیوی بچوں کا پیٹ بھرنے کے واسطے ان کندھوں پر جو حسنؓ حسینؓ کا جھولا ہیں بھاری بھاری اسباب ڈھو رہا ہے۔ چہرہ خاک آلود ہے اور لباس گرد میں اَٹ رہا ہے۔ رات کے ابتدائی حصہ نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یہ کیفیت دیکھی اور آسمان اس ایک درم پر جو شیر خدا کے ہاتھ میں رکھا گیا پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ اور انسانیت کی اس مجسم و مکمل تصویر نے بچوں کا پیٹ بھرنے کی فکر میں جلدی جلدی قدم بڑھائے مدینہ کی گلیاں ان مبارک قدموں کو ذوق و شوق میں بوسے دے رہی تھیں کہ سامنے سے ایک بڑھیا جس کے قویٰ کا انحطاط حیات انسانی کی تفسیر کر رہا تھا۔ لکڑی ٹیکتی ہوئی سامنے آئی اور صورت دیکھ کر بآواز بلند کہا۔

علیؓ! میں اور میرا بڈھا بیمار شوہر تین وقت سے بھوکے ہیں۔ خدا کا واسطہ ہمارا پیٹ بھر دے۔

بڑھیا کے الفاظ زنجیر بن کر امیر علیہ السلام کے پاؤں میں پڑے۔ مقابلہ پورا تھا تین ہی وقت کا فاقہ سیّدہؓ اور سیّدہؓ کے بچّوں پر تھا۔ فطرت انسانی کا تقاضہ کچھ اور تھا۔ مگر بڑھیا کی صدا نے جس میں خدا کا نام شامل تھا اس قلب کو، جو عبادت الٰہی کے وقت گرم پانی کی طرح جوش کھاتا تھا موم کر دیا۔ درم بڑھیا کے حوالہ کیا اور فرمایا

"خدا تجھ پر اور مجھ پر رحم کرے"!

اب یہ کہنے میں تامل نہیں ہو سکتا کہ سیّدہؓ جیسی ماں کی گود اور امیر جیسے باپ

کی آغوش سے جو بچے پیدا ہوئے ہوں گے ان کی طبیعتیں کیسے کیسے انسانی جواہرات سے مالا مال ہوں گی اور مال و منال کے بجائے ان کو ورثہ میں ماں باپ سے کس قسم کی فضائل و خصائل ہاتھ آئی ہوں گی۔

حسنین علیہم السّلام کی پیدائش

حضور اکرمؐ کی ہجرت کو ڈھائی سال ہو چکے تھے اسلام ابتدائی حالت سے آگے بڑھ چکا تھا مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا اور اس ترقی کے ساتھ ہی رسول اللہؐ اور خاندانِ رسالت کی ذاتی تکالیف بھی زیادہ ہو رہی تھیں۔ بی بی فاطمہؓ کے گھر پر افلاس نے ڈیرے ڈال دیئے تھے کہ ۳ھ ہجری کے رمضان المبارک کا منجھلا روزہ اپنے ساتھ ایک نعمت غیر مترقبہ لایا۔ صبح صادق کے وقت مدینہ میں اس خبر نے کہ بی بی فاطمہؓ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ گھر گھر خوشی کے سامان پیدا کر دیئے۔ یہ اُن ماں باپ کا بچّہ تھا جن سے رسولؐ خدا کو غایت درجہ محبّت تھی اس لئے جس قدر تعلق اس بچّہ سے سرورِ عالمؐ کو ہوتا کم تھا، آپ نے صورت دیکھ کر فرط محبت سے بوسہ دیا گود میں لیا اور حسنؓ نام رکھا۔ ایک سال بعد ۴ھ ہجری میں جناب سیّدہؓ کے ہاں دوسرا بچّہ پیدا ہوا جس کا نام حضور اکرمؐ نے حسینؓ رکھا اور دونوں بچّوں کو سرورِ کائناتؐ نے اپنے بچّوں کی طرح پالا اور تربیت فرمائی۔

اسماء بنت عمیس جو وداعِ سیّدہ کے وقت میکے سے ساتھ آئی تھیں بچّوں کی پرورش میں مدد دے رہی تھیں ان بچوں کی تربیت مقدّس ماں نے زیادہ تر کلام اللہ سے کی۔ وہ بچّوں کو لوری بھی دیتی تھیں تو آیات ربّانی سے، خفا ہوتی تھیں تو ان ہی سے اور سمجھاتی تو ان ہی سے، چنانچہ ایک موقع پر جب دونوں بچوں میں کسی بات پر جھگڑا ہوا تو ماں نے پاس بٹھا کر لڑائی جھگڑے اور فتنہ فساد کی آیات اس خوبی سے پڑھیں اور دونوں سے

Marfat.com

سمجھائیں کہ دونوں اصل بات کو بھول کر خدا کے خوف سے رونے لگے اور وعدہ کیا کہ آئندہ کبھی ایسی غلطی نہ کریں گے۔ بی بی زینب صلوٰۃ اللہ علیہا جو میدانِ کربلا میں سیّد الشہداءؑ کے ہمراہ تھیں اور جنھوں نے اپنے دو بچے عون و محمد بھائی پر قربان کئے، بی بی فاطمہؓ کی پانچویں صاحبزادی ہیں اور گو عمر میں خاصی چھوٹی تھیں مگر چھوٹے بھائی سے ان کی محبّت کا یہ عالم تھا کہ وہ کسی وقت بھی ان کے پاس سے جدا نہ ہوتیں اور کھیل کود میں بھی زیادہ تر ان ہی کے پاس وقت گذارتیں۔

ماں کے فیض صحبت اور باپ کے اثر تربیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلام الٰہی ان بچوں کی نوک زباں تھا۔ اور چونکہ ماں باپ دونوں عامل تھے۔ اس واسطے بچّے بھی اُٹھتے بیٹھتے ہر فعل کو اسی دائرہ میں محدود رکھتے۔ بچّوں کی پیدائش کے بعد سرورِ عالمؐ باوجود اُمہات المومنین کی موجودگی کے اکثر وقت بی بی سیدہؓ کے ہاں بسر فرماتے۔ بچّوں کو اس قدر تعلق ہو گیا تھا کہ وہ بھی گھر میں بہت کم رہتے اور مسجد نبویؐ میں حضور اکرمؐ ہی کے پاس کھیلتے، کئی دفعہ یہاں تک ہوا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور سجدہ میں ہیں کہ حسنؓ یا حسینؓ پشت پر سوار ہو گئے۔ یہ بھی عجیب لطف ہوتا تھا کہ دونوں جہان کا بادشاہ سجدہ میں ہے۔ شہزادے گھوڑا بنائے پشت پر سوار ہیں اور رسالت مآب بچّوں کی دل شکنی کے خیال سے سر نہیں اُٹھاتے۔

حضور اکرمؐ کی رحلت

بنو امیہ اور بنو ہاشم کے باہمی تنازعات بدستور تھے۔ اور گو اسلام ہر اعتبار سے ترقی کر رہا تھا مگر دلی کدورتیں کسی طرح ختم نہ ہوتی تھیں، یہاں تک کہ سرورِ عالمؐ کی رحلت کا وقت آگیا۔ جب طبیعت زیادہ بگڑی تو آپؐ نے فرمایا کاغذ قلم دوات لاؤ کہ میں کچھ لکھوا دوں تاکہ میرے بعد تم لوگوں میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔

حضرت عمرؓ نے جو بعد میں خلیفہ دویم ہوئے رسول اللہؐ کے یہ الفاظ سن کر کہا کہ اس وقت سرورِ کائنات کا مزاج صحیح نہیں اس لئے تکلیف دینے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ خدا کی کتاب ہمارے واسطے کافی ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور رسالت مآب صلعم جو کچھ لکھوانا چاہتے تھے وہ نہ لکھا گیا۔

اسی جگہ سے مسلمانوں میں دو فریق ہوگئے۔ ایک سُنّی اور دوسرا شیعہ۔ عداوت رنجش باہمی کدورت تو پہلے ہی سے موجود تھی اس واقعہ نے ایک نیا اختلاف پیدا کر دیا بعض کا خیال تھا کہ سرورِ عالمؐ حضرت علیؓ کے حق میں وصیت فرماتے اور خلافت کا فیصلہ ان ہی کے حق میں ہوتا بعض کا خیال تھا کہ ایسا نہ ہوتا اور حضرت عمرؓ نے جو کچھ کہا درست کہا۔

اس وقت رسول اللہ صلعم کے چچا حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو خصوصیت سے اس طرف متوجہ کیا اور صلاح دی کہ وہ آں حضرتؐ سے خلافت کے مسئلہ کو طے کریں اور دریافت کریں کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا اور یہ منصب کس کو ملنا چاہئیے۔ مگر انھوں نے کھُلے الفاظ میں کہہ دیا کہ مجھ کو اپنے خاندان کا حال معلوم ہے اور موت کے وقت جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یہ سوال کس مُنہ سے اور کس دل سے کروں جو خدا کو منظور ہوگا وہ ہوگا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال نہیں کر سکتا۔

حضور اکرمؐ کی طبیعت اور زیادہ بگڑی تو آپ نے اُم المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ اپنے باپ ابوبکر صدیقؓ سے کہو کہ وہ میری جگہ امامت کریں، اور نماز پڑھائیں اُم المومنین نے جواب میں کہا کہ میرے باپ بہت رقیق القلب آدمی ہیں وہ ضبط نہ کر سکیں گے اور آپ کی جگہہ خالی دیکھ ان کا دل بھر آئیگا۔

اختلاف کا ایک قصہ یہاں بھی پیدا ہو رہا ہے بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ اُم المومنین کا یہ جواب دل سے نہ تھا۔ ان کا مقصد اس حکم کو یہ کہہ کر مضبوط کرنا اور اپنے باپ کی محبت کو

Marfat.com

جھلکا نا تھا۔ ام المومنین رض نے یہ بھی کہا کہ آپ امامت کے واسطے کسی اور شخص کو مقرر کیجئے۔ مگر سرور عالم ص نے بار بار اسی پر اصرار فرمایا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ پانچ وقت حضرت ابو بکر رض نے نماز پڑھائی۔ مگر جب وہ آخر مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے تو رسول صلعم حضرت علی رض کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے نمازیوں نے جب حضور اکرم ص کی آواز سنی تو کھنکارنے لگے کہ ابو بکر صدیق رض پیچھے ہٹ جائیں اور خود رسالت مآب امامت کریں لیکن حضور نے آگے بڑھ کر ان کی پشت پر ہاتھ رکھا کہ وہ نماز نہ چھوڑیں اور بدستور امامت میں مصروف رہیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس وقت ام المومنین نے اپنی رائے پر اصرار کیا اور فرمایا کہ میرے باپ نماز نہ پڑھا سکیں گے تو سرور عالم کے چہرہ پر شکن پڑ گئی، بہرحال یہ وہ نماز تھی جس میں حضرت ابو بکر رض نے امامت کی اور رسول اللہ صلعم نے ان کے پیچھے نماز پڑھی اور دو آدمیوں کے ہاتھ پر کھڑے ہوئے۔ بخار تیز تھا کھڑے نہ رہ سکے اس لئے نماز بیٹھ کر ادا فرمائی۔ جماعت کے ساتھ رسالت مآب کی یہ آخری نماز تھی اس کے بعد باہر تشریف نہ لا سکے۔

بیماری میں اہل بیت نے ہر ممکن خدمت کی۔ جناب سیدہ رض حضرت علی رض اور حسنین علیہم السلام ہر وقت خدمت اقدس میں حاضر تھے حضور کی زبان مبارک سے اَللّٰھُمَّ رَفِیْقُ الْاَعْلٰی نکل رہا تھا۔ اب بی بی سیدہ کو یقین کامل ہو گیا کہ باپ کی مفارقت کا وقت آن پہنچا۔ اس یقین نے باپ کی رحلت کے ساتھ ماں کی موت بھی یاد دلا دی، مگر اس خیال سے کہ حضور اکرم ص ملاحظہ نہ فرمائیں علیحدہ جا کر خاموشی سے روئیں اور آنسو پونچھ کر سامنے تشریف لائیں۔ حضرت علی رض کا بھی یہی حال اور بچوں کی بھی یہی کیفیت تھی مگر سرور عالم ص کی حالت چونکہ لمحہ بہ لمحہ بگڑ رہی تھی اس لئے سب سمجھ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند گھڑیوں کے مہمان ہیں۔ بی بی فاطمہ رض کی حالت

Marfat.com

بہت ہی نازک ہو رہی تھی۔ ماں کی موت از سر نو زندہ ہو گئی۔ وہ رہ رہ کر اٹھتی تھیں باپ کے مبارک قدموں سے آنکھیں ملتی تھیں اور روتی تھیں، جب حالت زیادہ خراب ہو جاتی اور ہچکی بندھ جاتی تو دُور چلی جاتیں اور کھڑی ہو کر دیکھتیں اور سوچتیں کہ باپ کی صورت تھوڑی دیر بعد آنکھ سے اوجھل ہو گی اور خدا کا رسول دنیا سے رخصت ہو گا دنیا آج مجھ بن ماں کی بچّی کو باپ کے سایہ سے محروم کرتی ہے اور وہ باپ جو میرا اور میرے بچّوں کا عاشق زار تھا ہمیشہ کو مجھ سے چھٹتا ہے، زندگی موت کی پناہ میں میرے باپ کو مجھ سے چھینتی ہے اور میرا حقیقی وارث مجھ سے جُدا ہوتا ہے جس باپ نے ماں کے بعد ماں اور باپ دونوں کے فرائض ادا کئے جس نے ماں کی طرح پال پوس کر جوان کیا یہ اس کی وداع کا وقت ہے۔ جب دماغ اس قسم کے خیالات کو جمع کرتا اور دل صدا دیتا کہ آج مامتا کے دروازے بند ہوتے ہیں اور جن آنکھوں سے محبت سے چشمے پھوٹتے تھے اور جو دل ہی دل میں باغ باغ ہوتی تھیں اب ابدی نیند سوئیں گی اور باپ کا سایہ سر سے اٹھتا ہے زندگی بھی میرے گھر سے وداع ہوتی ہے۔ میرے بچے نانا کی شفقت سے محروم ہوتے ہیں تو بیتابانہ دوڑ کر لپٹ جاتیں۔ مقدس ہاتھ آنکھوں سے لگاتیں۔ گردن میں ہاتھ ڈال کر چمٹتیں۔ اور بھینچ بھینچ کر روتیں۔ مگر پھر خیال آتا کہ اس اضطراب سے رسول اللہ صلعم آگاہ نہ ہو جائیں تو چھوڑ کر دُور کھڑی ہوتیں دیکھتیں۔ روتیں۔ بلبلاتیں اور پھر آکر چمٹ جاتیں بخار بہت تیز تھا اور اس قدر تیز تھا کہ ہاتھ آسانی سے نہ رکھا جاتا تھا۔ اس حالت میں جب سیّدہؓ سینۂ اقدس سے لپٹی ہوئی تھیں، سرور عالمؐ نے آنکھ کھولی۔ بات نہ کی مگر ہاتھ بچّی کے سر پر رکھ کر خاموش ہو گئے اور آنکھیں بند کر لیں۔ شفقت پدری کے اس جوش نے جناب سیّدہؓ کو اور بھی بے چین کر دیا انھوں نے ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگائے۔ منہ پر پھیرے اور ہونٹوں پر رکھ لئے۔

Marfat.com

جب حالت اور زیادہ نازک ہوئی تو دونوں بچوں کو گلے سے لگا کر کہا کہ حسنین مجھ سے میرا باپ جدا ہوتا ہے۔ پیارے بچو آج تمہاری ماں یتیم ہوتی ہے اور شفیق باپ کا سایہ اس کے سر سے اٹھتا ہے، کلیجہ کے ٹکڑوں نانا کی صورت آج دل بھر کر دیکھ لو۔ اب یہ مبارک چہرہ نظر آنے والا نہیں۔ تم دیکھ لو کہ میں خدا کے رسول کو دنیا سے اس طرح وداع کر رہی ہوں کہ گھر میں جلانے کا تیل میسر نہیں، دین و دنیا کے بادشاہ میرے مقدس باپ کی روح اندھیرے گھپ میں رخصت ہو رہی ہے حسنین بابا کو دنیا سے رخصت کرنے میں میرا ہاتھ بٹاؤ اور ماں کی مصیبت میں شریک ہو، ان ہاتھوں کو بوسے دو۔ ان قدموں سے آنکھیں ملو اور یاد رکھو کہ آج وہ پہاڑ ٹوٹتا ہے اور وہ باپ چھوٹتا ہے جس کو عمر بھر روؤ گے۔

جناب سیدہ کی تقریر سے باوجودیکہ شیر خدا ضبط سے کام لے رہے تھے اس قدر متاثر ہوئے کہ آنکھ سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے، بچوں کا ہاتھ پکڑ کر کہا فاطمہؓ میرے بچے تیرے اور تیرے باپ کے غلام ہیں۔ یہ اور ان کے ساتھ میں اگر اختیار میں ہوتا تو رسول اللہ صلعم پر قربان ہو جاتے۔

اس گفتگو سے حضور اکرم صلعم کی آنکھ کھلی تو ملاحظہ فرمایا کہ سیدہ مچھلی کی طرح تڑپ رہی ہیں۔ اشارہ سے پاس بلایا اور کلیجہ سے لگا کر فرمایا۔ فاطمہ اہل بیت میں سب سے پہلے مجھ سے تم ہی ملو گی۔ اس ارشاد سے کچھ تسکین ہوئی۔ مگر اس کے بعد سردار دو جہاںؐ پر آثار سکرات نمودار ہوئے تو بے اختیار ہو کر اٹھیں گلے میں ہاتھ ڈال کر رخ انور کو بوسہ دیا لیکن اب وہ دماغ جس نے ایک اشارہ میں عرب کی کایا پلٹ دی۔ بچی کا اضطراب بھی محسوس نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ مبارک روح نے عالم بالا کو پرواز کیا۔

اس وقت یوں تو ہر مسلمان متفکر و پریشان تھا مگر سیدہ اور حسنین کی حالت

دیکھی نہ جا سکتی تھی معصوم بچے جسد خاکی کے قدموں میں لپٹے ہوئے تھے اور حضرت علیؓ لپٹ لپٹ کر رو رہے تھے۔ جناب سیدہؓ الگ بیٹھی دیکھ رہی تھیں۔ جب مفارقت ابدی کا خیال آتا تو دوڑ کر لپٹ جاتیں۔ اس وقت حضرت علیؓ نے جناب سیدہؓ کو سمجھایا اور تلقین کی تو بی بی فاطمہ نے حضرت علیؓ سے کہا۔

علیؓ سمجھ رہی ہوں جو کہہ رہے ہو اور جانتی ہوں جو سمجھا رہے ہو مگر دل کی کیفیت زبان پر نہیں آسکتی۔ یہ رحلت رسولؐ ہی نہیں ہے میرے ماں اور باپ دونوں کی مفارقت ابدی کا وقت ہے۔ آج وہ باپ دنیا سے اٹھ رہا ہے جس کی شفقت میں ماں تا شامل تھی جس کی آغوش محبت ہر وقت فاطمہؓ کے واسطے کھلی ہوئی تھی، مجھ سے وہ باپ چھوٹ رہا ہے جو میری صورت کا پروانہ تھا کس کس محبت اور احسان کو یاد کروں۔ میرے سر سے اور گھر سے وہ سایہ اٹھتا اور رحمت ختم ہوتی ہے جس نے مجھ کو پھول کی طرح پالا اور موتی کی طرح رکھا۔ دنیا اور دنیا کے بسنے والے اس سے زیادہ نازک وقت نہ دیکھیں گے جس کے قدموں میں تاج شاہی گر رہے تھے جو فقیروں کو بادشاہ بنا گیا جس نے عرب کی متمول ترین عورت میری ماں خدیجۃ الکبریٰ کی تمام دولت خدا کی راہ میں لٹا دی وہ آج دنیا سے اس طرح رخصت ہو رہا ہے کہ ہم سب پر دو روز سے فاقہ ہے اور میرے دونوں لال بھوکے پیاسے میرے باپ کو رخصت کر رہے ہیں۔ علیؓ! میرا باپ اس دنیا میں چند روز کا مہمان تھا۔ مگر دنیا نے اس کی مہمان نوازی کس طرح کی۔ اس نے قریش کے ساتھ کیا کیا قریش نے کیا جواب دیا ان کا فیصلہ ان کے ایمان کریں گے۔ یہ گروہ جو اس وقت موجود ہے شاہد ہے کہ ہمارا گھر جس سے رحمت و برکت کے سمندر جاری ہوئے جس نے فقیروں کے پیٹ بھرے اور ننگوں کے بدن ڈھانکے، کبھی دو وقت بھی ہمارا پیٹ نہ بھر سکا۔ میرے باپ نے دشمنوں کے ہاتھ سے جو جو اذیتیں بھگتیں اس کا فیصلہ قیامت کے روز ہوگا، کونسی اذیت تھی جو نہ دی

Marfat.com

اور کونسی تکلیف تھی جو نہ پہنچائی - بھوکا رکھا - پیاسا رکھا - پتھر مارے سر پھوڑا - دانت توڑے اور وہ پاک مبارک اور پیارا جسم جس پر میں ایک بار نہیں ہزار بار قربان ہو جاؤں جس پر فرشتے درود بھیجتے ہیں ان سنگ دل ظالموں کے ہاتھوں زخموں سے چکنا چور ہوا - میرا گھر اور خاندان میرا کنبہ میری قوم میرا وطن یتیم ہو رہا ہے - یتیموں کا سہارا، بیکسوں کا گذارہ، رانڈوں کا وارث، اپاہجوں کا والی، دوستوں کا عاشق، دشمنوں کا دوست، مدینہ سے نہیں، عرب اور حجاز سے نہیں دنیا سے جا رہا ہے - نبوت نہیں جوہر انسانیت بھی اور رسالت ہی نہیں شرافت طبیعت بھی اس دور کے ساتھ ختم ہوتی ہے - علیؓ! ہمارا جہان سدھارتا ہے - خدا اپنی امانت واپس لیتا ہے اور اس کا رسولؐ اپنا کام ختم کرنے کے بعد منزل مقصود پر پہونچتا ہے -

اپنے پیٹ سے پتھر باندھ کر دوسروں کے پیٹ بھرنے والا اور خود پیوند لگا کر دوسروں کے جسم ڈھانک دینے والا انسان، گڑھوں میں گر کر چوٹیں اور ماریں کھا کر خدا کی راہ پر ثابت قدم رہنے والا رسولؐ اب دنیا میں نہیں ہے قربان جائیں اس سبز خاکی کے جس کی مہمان نوازی پوری نہ ہوئی اور جس کی خاطر مدارات ہمارے گنہگار ہاتھ نہ کر سکے - دل کا ارمان دل میں رہا کہ فانی جسم اپنے شفیق باپ کی خدمت کرتا رہوں اور حیچوں نثار ہوں اور قربان ہوں مگر اب باپ کی صورت نظر آنے والی نہیں علیؓ آؤ اور میرے بچوں کو لاؤ ان قدموں میں سر رکھیں - اور بابا کے چہرۂ اقدس کی آخری زیارت کر لیں - ان کو بتادو کہ رسول اللہ صلعم کی رحلت تمہارے چمنستانِ حیات میں ایک خزاں کی خبر لا رہی ہے - باپ کا فراق مجھ کو زندہ درگور کر دے گا - میں باپ کی ملاقات کو ماما پر قربان کر دوں گی اور جب تک زندہ رہوں گی دعا کروں گی کہ موت مجھ کو باپ کے پاس پہونچا دے مگر یہ کہہ دیتی ہوں کہ دشمنوں کی متفقہ طاقت حسنینؓ کے خلاف ختم ہو گی اور جس طرح تکالیف کا

Marfat.com

کوئی ذرّہ سنگ دل گروہ نے میرے باپ کے واسطے نہ چھوڑا اسی طرح مصائب کے کسی شائبہ سے یہ جماعت میرے بچوں کو محفوظ نہ رکھ سکے گی۔ اور جب وہ وقت آئے گا کہ رحلت رسول کے بعد فاطمہؓ اور علیؓ دنیا میں نہ ہوں گے اس وقت ان بچّوں کا بہترین وارث خدا کی ذات ہوگی۔ علیؓ! رسول اللہ صلعم کی زندگی کا خاتمہ حسنین کی مصائب کا آغاز ہے باپ کا صدمہ مجھ کو زندہ نہ چھوڑے گا، اور میرے بعد تم تیار رہو جاؤ اس وقت کے واسطے جو پہلے تم کو اور پھر بچّوں کو زندگی وبال کر دے گا۔

شیعہ سُنّی کا اختلاف

رسالت مآب صلعم کی وفات کے وقت بھی فریقین کا اختلاف ہے اور وہ اسی طرح کہ اہلِ تسنّن کا یقین یہ ہے کہ رحلت کے وقت سرور کائناتؐ کا سر اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ کی گود میں تھا اور وہ اس پر فخر کرتی تھیں کہ آں حضرت صلعم میری ہی باری میری ہی گود میں اور میرے ہی حجرہ میں دنیا سے رخصت ہوئے، اہلِ تشیع کا دعویٰ ہے کہ حضور اکرم نے شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہ کی گود میں وفات پائی اور دم واپسیں میں شیر خدا نے ٹھوڑی کو سہارا دیا۔

بعد وفات

رسولؐ خدا کے انتقال کی خبر آناً فاناً سب جگہ پھیل گئی۔ لوگ جوق در جوق آنے شروع ہوئے تھوڑی دیر میں تمام محلّہ آدمیوں سے پٹ گیا۔ اختلاف کی آگ بھڑک ہی رہی تھی اور ہر گروہ اپنی اپنی جُدا رائے رکھتا تھا۔ اس موقع پر مسلمانوں کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ ممبر پر چڑھے اور فرمایا تم میں سے وہ لوگ جو رسول اللہ صلعم کی

Marfat.com

عبادت کرتے تھے اور صرف ان کی وجہ سے خدا کو مانتے تھے سُن لیں کہ حضور اکرمؐ کا انتقال ہو گیا مگر وہ لوگ جو خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کے معترف تھے اور محمدؐ کو رسولؐ خدا سمجھتے تھے وہ بدستور اپنے خدا کی عبادت کریں۔ کیونکہ وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا اس کے سوا ہر شے اور ہر شخص خواہ وہ رسولؐ ہو یا پیغمبر انسان ہو یا حیوان فانی ہے، آج سرور کائناتؐ ہم میں موجود نہیں وہ اپنا کام پورا کر گئے اور جس مقصد کے لئے تشریف لائے تھے اس کی تکمیل ہو گئی۔ خدا کی مقدس کتاب تکمیل دین کی شاہد ہے اور اسی طرف سرور دو عالمؐ نے اشارہ فرمایا تھا اور خدا کے احکام نازل ہو چکے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اصلاح کے واسطے پیدا ہوئے تھے اور اب وہ تشریف لے گئے، تم باہمی فیصلہ کر و کہ کیا کرنا ہے"۔

حضرت عمرؓ جو اسلام کے دوسرے خلیفہ ہیں رسول اللہ صلعم کی وفات سنتے ہی تلوار ہاتھ میں لے کر باہر نکلے اور کہا کہ "اگر کسی کی زبان سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلعم کا انتقال ہو گیا تو اس تلوار سے گردن اڑا دوں گا" وہ اپنی اس رائے پر ایسے قائم ہوئے کہ تلوار لئے چاروں طرف ٹہلنے لگے۔ حضرت ابو بکر صدیق ان کی یہ کیفیت دیکھ کر قریب پہونچے اور کہا جب رسول اللہؐ کا انتقال ہو گیا تو اس کے چھپانے کی کیا ضرورت ہے اور لوگوں کو کیوں منع کرتے ہو۔ اس کے ساتھ ہی تمہارا یہ خیال کہ کہ سرور کائنات واپس تشریف لائیں گے صحیح نہیں ہے۔ مرنے کے بعد اس دنیا میں کوئی زندہ نہیں ہوتا اور یہ خدا کا حکم ہے۔

دنیا کے رُخ روشن پر مصائب و آلام کی سیاہ گھٹائیں اکثر چھائیں جس کی ابتدا جنت الفردوس میں حضرت آدم سے ہوئی۔ کارزار حیات میں زندگی نے موت کا بارہا سختی سے مقابلہ کیا جس کا تماشا حضرت ابراہیمؑ کی چھری نے اسمٰعیلؑ کی گردن پر دیکھا ہے۔ انسان فراق ابدی کے مناظر سے بارہا دوچار ہوا جس کا آغاز ھابیل

Marfat.com

قابیل کے فانی اجسام نے کیا چشم انسانی نے اکثر آنسوؤں کے بدلے خون گرائے قلب حزیں نے بارہا قیامت خیز نالے بلند کئے۔ مگر آج ناپائیدار دنیا سے وہ انسان رخصت ہوتا ہے جس کی نظیر اس سے قبل اور اس کے بعد زمین دیکھ سکی نہ آسمان، ملائکہ اس کے گھر کے غلام تھے اور انسان اس کی خوبیوں کے گرویدہ اس کے رونے والے فاطمہؓ اور علیؓ۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ ہی نہیں یتیم اور بیوہ ہیں، لنگڑے اور اپاہج ہیں، اس کا دربار انسانی نہیں خدائی دربار تھا۔ فریادیں اس کے حضور میں کامیاب ہوئیں اور آنسو اس کی سرکار میں قہقہوں سے متغیر ہوئے، قدرت نے اپنی ہر اذیت کا اس کی انسانیت پر تجربہ کیا اور مجسمہ آلام کا کوئی ذرہ ایسا نہ تھا جس کا واسطہ اس انسان کامل سے نہ ہو۔ مصائب کی خوف ناک گھڑیاں آئیں اور گئیں، افکار کے خطرناک آفتاب نکلے اور ڈھلے۔ تکالیف کی کالی بھنور راتیں نمودار ہوئیں اور گذریں مگر حیات مقدس کی مبارک آنکھوں نے ہر کیفیت فانی اور عارضی سمجھی، ناکامی کے خوف ناک بھوت ہر گوشے سے برآمد ہوئے اور مایوسی کی سیاہ گھٹائیں جھوم جھوم کر آئیں۔ مگر زبان جو الفاظ ادا کر چکی تھی اس کی گونج لمحہ بہ لمحہ ترقی کرتی گئی، تیر و تفنگ اس استقامت پر قربان ہوئے اور تیغ و خنجر نے اس استقلال کو سجدہ کیا جس کی دشمنی پر پاؤں تلے کی چیونٹی بھی کمربستہ تھی اس کی صداقت کا کلمہ شجر و حجر کی زبان سے ادا ہونے لگا۔

آج وہ زندگی ختم ہوتی ہے جس کا ہر سانس اپنوں سے زیادہ اغیار کے واسطے مفید ثابت ہوا۔ موت آج مسلمانوں سے وہ دولت چھینتی ہے جس پر وہ ہمیشہ فخر کریں گے مدینہ کا قبرستان آج اس جسم کو آغوش میں لیتا ہے جس کی روح پاک ملائکہ عالم بالا پر لے گئے۔ آسمان اس وقت اپنوں سے زیادہ غیروں کے نالے سُنے گا اور زمین اس موقع پر دوستوں سے بڑھ کر دشمنوں کے آنسو گود میں لے گی یہ وہ موت ہے جس کے جواب میں تاریخ کے صفحات کائنات کے اوراق اور انسان کی

Marfat.com

زبان ششدر اور حیران ہے۔ انتقال کے بعد آنسوؤں کی فوج انسانی آنکھوں سے اُمنڈ اُمنڈ کر برس رہی تھی۔ حارث بن نعم کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کو مسجد نبویؐ کی دیواروں سے سر پھوڑتے دیکھا۔ زبان اس کے دل کی کیفیت کا آئینہ تھی جس سے یَا مُحَمَّدٌ یَا مُحَمَّدٌ کے نعرے لگاتا رہا تھا، میں اس کے قریب پہونچا اور صبر کی تلقین کی۔ میرے سمجھانے سے اس کی حالت اور زیادہ بگڑ گئی اور کہنے لگا۔

مدینہ کے مہمان کے کس کس احسان کو یاد کروں اور کون کون سی ادا کو روؤں جس کی گود میں مدینہ نے اپنے جواہرات ڈالے جس کے سر پر سے مکہ نے اپنا مال و زر قربان کیا جس کی زبان پر حکومتوں کے فیصلے اور بادشاہوں کے تغیّر تھے۔ اس نے کبھی دو وقت بھی پیٹ بھر کر روٹی نہ کھائی جس نے اپنا راحت و آرام اور ہماری دنیا کا عیش و عشرت حرام سمجھا جس نے بن ماں کے بچوں کو کلیجہ سے لگایا۔ ان کے رخساروں کو بوسے دیئے اور سر پر ہاتھ پھیر کر پیٹ بھرے جس نے دوسروں کے فاقے توڑے، وہ خود دو دو تین تین وقت کے فاقے کرتا ہوا دنیا سے گیا۔ اُس نے اندھوں کی مدارات کی، اپاہجوں کی خدمت کی، غریبوں کے کام آیا۔ حاجتمندوں کو مدد دی۔ لڑائیوں کو ختم کیا، جھگڑوں کا تصفیہ کیا۔ شراب کو غارت کیا اور جوئے کو فنا کیا اور ریگستانِ عرب کو چمن بنا کر رحلت کی اس کے احسانات کا بدلہ اور اس کے کرم کا معاوضہ ہم نے یہ دیا کہ اس کا سر پھوڑا۔ اس کے دانت توڑے اُس کو زخمی اور لہو لہان کیا۔ اونٹوں کی اوجڑھیاں اُس کے گلے میں ڈالیں۔ اور ببول کے کانٹے اس کے راستے میں بچھائے۔ لڑائیاں لڑیں اور اس کے قتل کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ مگر اس نے ہم کو اذیّت نہ دی اور اپنے رحم و کرم سے عفو و درگذر سے ہمارے دل فتح کیے اور ہم کو انسان بنا گیا۔

وہ رسول تھا مگر انوکھا نہ تھا پیغمبر تھا لیکن نرالا نہیں۔ اس سے پہلے بھی دنیا

سنے پیغمبر اور رسول دیکھے ہیں مگر نوحؑ کی بد دعا، داؤدؑ کی غلطی، موسیٰؑ کا غصہ ہم کو یاد ہے وہ انسان تھا مگر کیسا؟ انسانیت کی مجسّم تصویر اور بشریت کا مکمل نمونہ۔ وہ نبی تھا لیکن کیسا؟ جس کی چوکھٹ کو فرشتے سجدہ کرتے تھے اور جبریل جس کا ادنیٰ غلام تھا۔

عرب کا انسان مکّہ کا مسلمان۔ مدینہ کا مہمان۔ دُنیا کا ہادی، نبی پیغمبر رسول پھر کہتا ہوں کس دل سے روؤں اور کس مُنہ سے کہوں کہ کیا تھا میرا باپ عبداللہ بن ابی پکّا منافق اور پورا دشمن، جس کی عمر کا بڑا حصّہ اس کے خلاف سازش میں بسر ہوا وہ شخص تھا جس نے اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ کے اتہام میں سب سے زیادہ حصّہ لیا جس نے بارہا مجھ کو میرے اسلام قبول کرنے پر مارا۔ جب اس کا وقت آخر ہوا اور موت سر پر آپہونچی تو اُس نے مجھ سے جو اپنے رسول کا عاشقِ زار تھا خواہش کی کہ میری خدمات کے معاوضہ میں ہادیِ برحق اس کے جنازہ کی نماز پڑھائیں اور پیراہن مبارک کا ایک ٹکڑا اس کے ساتھ قبر میں دفن ہوتا کہ دوزخ کی آگ اس کو گزند نہ پہونچا سکے۔ میں جانور نہیں ہوں، جانتا تھا کہ میرا باپ ناموس اسلام کا دشمن ہے مگر پھر بھی میرا باپ تھا اور اس دربار میں جارہا تھا۔ جہاں ایسے گنہگار کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ سفارش کرتا، درخواست کرتا، التجا کرتا تو کس مُنہ سے مگر یہ بھی جانتا تھا کہ خدا کا سچا رسول انسانیت کے اس نقطہ سے جہاں کدورت و رنجش کی آویزش ہوتی ہے بہت آگے ہے اور اُس کا قلب ان تنازعات سے بالکل پاک ہے جب وہ وقت آیا کہ میں ہمت و ادب عرض کروں تو فطرت انسانی نے میری آنکھیں نیچی کردیں۔ ندامت نے سر جھکا دیا۔ تاہم جس طرح بھی ممکن ہوا میں نے اپنے الفاظ ادا کردیئے۔

ہائے کس طرح کہوں کس مُنہ سے بیان کروں۔ صحابہ کا تمام گروہ حیرت

Marfat.com

میرا منہ تکنے لگا۔ عمر فاروقؓ نے اس کے افعال پر لعن طعن کی اور ایک متفقہ قہقہہ نے میری درخواست کی ہنسی اڑائی، مگر مدینہ کا مہمان، انسانیت اور ملکوتیت کے مدارج طے کرنے کے بعد اب اس مقام پر تھا جہاں خدائی کے ڈنکے بج رہے تھے، دہن مبارک پر مسکراہٹ کھیلی اور میری التجا بارگاہ رسالت میں منظوری کے خلعت سے سرفراز ہوئی۔

آخر وہ وقت آگیا کہ میرا باپ دنیا سے رخصت ہو کر اپنے اعمال کی سزا بھگتنے

اس وقت میری عجیب کیفیت تھی۔ باپ کی مفارقت ابدی نے میری جان پر بنا دی۔

میں روتا پیٹتا سرورِ عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اللہ اللہ میں نے کیا دیکھا کس طرح کہوں اس ذات پاک نے مجھ کو تسکین دی

اور قمیص کا ایک ٹکڑا مجھ کو دے کر میرے ہمراہ ہو گئے۔

درود ہزارہا اور لاکھ مرتبہ۔ قربان میں اور میرا خاندان۔

خدا کا محبوبؐ اور میرا آقا میرے ساتھ اس کے جنازہ پر آیا اور نماز پڑھتا کر اس کی دعائے مغفرت کی۔ دفن کے بعد جب صحابہ کو خبر ہوئی تو خشم آلود آنکھوں سے دوڑتے ہوئے آئے، اور غصہ سے بھرے ہوئے شکایتیں کرنے لگے۔ لیکن

قربان، میں میرا خاندان ایک بار نہیں ہزار بار۔

چہرۂ مقدس پر ہنسی کھیل رہی تھی اور میرے منافق باپ کے اعمال کا کوئی ذرہ یاد نہ تھا۔

درود ہزار بار، لاکھ بار اس ذات پر جو بے مثل تھی۔

ہم نے اپنے آقا کی قدر نہ کی۔ ہائے وہ مبارک چہرہ ہمارے ہاتھوں لہولہان ہو

ہمارا مہمان بھوکا پیاسا اس دنیا سے اندھیرے گھپ میں رخصت ہوا اور ہم اس کے بعد

پیٹ بھر کر کھانا کھائیں!

Marfat.com

وہ جس نے دوسروں کے سر پر تاج شاہی رکھ دیئے ہماری دنیا میں اتنا آرام بھی نہ پاسکا کہ کمبل اس کے واسطے دُہرا ہو جائے۔ ہائے ہائے چٹائی کے نشان اس کے جسم پر پڑیں وہ ہمارے واسطے بھوکا رہے اور ہم اس کو گوشت میں زہر دیں۔ کس طرح روؤں کیا کروں میں زندہ رہوں اور خدا کا رسول جدا ہو جائے!

اختلافات کی ابتدا اور ترقیاں

انصار یعنی اس گروہ نے جس کی خدمات کا رسول اللہ صلعم نے اعتراف فرمایا اور جس نے حضورؐ کے مدینہ تشریف لانے اور ہجرت کرنے پر اپنی جانیں اور مال قربان کئے تھے اپنا ایک علیحدہ جلسہ کیا تاکہ وہ فیصلہ کریں کہ آئندہ ان کا کیا رویّہ ہوگا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ حضرت عمرؓ اور چند دوسرے آدمیوں کو ساتھ لے کر جلسہ میں پہونچے انصارؓ نے ان کی صورتیں دیکھ کر کہا کہ ہم سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور یہی اسلام کے خلیفہ سمجھے جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کی اجازت سے اس وقت ایک تقریر کی اور ان لوگوں کو اس طرح مخاطب کیا کہ تمہارے احسانات رسول اللہ صلعم پر اور ان لوگوں پر جنھوں نے حضورؐ کے ساتھ ہجرت کی اس قدر وسیع ہیں کہ خود سرورِ عالمؐ نے اس کا اعتراف فرمایا ہے مگر تم کو اب رسول کے الفاظ پر متوجہ کرتا ہوں، تم نے اپنے آقا کی زبان سے یہ الفاظ سُنے ہوں گے کہ امامت قریش کا حق ہے۔ پس میں اس بھرے مجمع میں تمہارے احسانات کا شکریہ ادا کرنے کے بعد تم سے درخواست کرتا ہوں کہ ارشادِ رسولؐ کی تعمیل میں خلافت و امامت کا حق قریش کے واسطے چھوڑ دو۔ تاکہ کسی قسم کا جھگڑا یا کدورت پیش نہ آئے۔ انصار کے دل میں کوئی خرابی نہ تھی وہ سچے دل سے اسلام کی خدمت گذاری پر کمر بستہ تھے، ارشادِ رسولؐ سے ان کی گردنیں جھک گئیں اور اُنھوں نے کہا ہمارا مقصد

تفریق نہیں ہے۔ اگر تمہاری یہی خواہش ہے۔ تو ہم ہر طرح تمہارے فیصلہ پر رضامند ہیں، مگر اتنا ضرور چاہتے ہیں کہ باہمی جنگ و جدل نہ ہونے پائے حضرت ابوبکرؓ نے سرورِ کائنات کا یہ قول بھی نقل کیا کہ میں مسلمانوں میں قرآن مجید اور اہل بیت کو چھوڑتا ہوں اگر ان کو مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، چنانچہ ابوبکرؓ کی کوشش بارآور ہوئی اور انصار مع سردار سعد بن عبادہ کے دست بردار ہوگئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ قریش میں سب سے بزرگ آپ ہیں آپ سے زیادہ خلافت کا مستحق کون ہو سکتا ہے۔ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ سب سے پہلے میں بیعت کروں جب حضرت ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت عمرؓ بیعت کر چکے تو تمام انصار و مہاجرین نے بیعت کی اور سوا حضرت علیؓ کے کوئی مسلمان باقی نہ رہا جس نے بیعت نہ کی ہو۔ حضرت علیؓ کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ انھوں نے چھ مہینے بعد بیعت کی اور دوسری یہ کہ چالیس روز بعد۔

اسی بحث و مباحثہ میں ایک دن اور ایک رات گذر گئے حضور اکرمؐ یہ وصیت فرما گئے تھے کہ میری تجہیز و تدفین اہلِ بیت کریں، چنانچہ خاندانِ رسالت کے افراد اس تمام وقت میں جسد خاکی کے پاس بیٹھے رہے اور جب مسلمانوں کو نزاع سے فرصت ہوئی تو تدفین کی نوبت آئی، ارشادِ نبویؐ کے بموجب اہلِ بیت نے تمام خدمات انجام دیں، جن میں بڑا حصہ حضرت علیؓ کا ہے۔

جس طرح مرض الموت میں مسلمانوں کے دو فریق ہوگئے اسی طرح اس وقت بھی دو گروہ ہوگئے شیعہ کہتے ہیں کہ خلفا دنیا کے پیچھے ایسے پڑے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ چوبیس گھنٹے پڑا رہا۔ اور ان کو دفن کی فرصت نہ ہوئی سنی کہتے ہیں کہ اگر یہ نہ کیا جاتا تو نہ معلوم کس قدر گروہ ہو جاتے اور ہر گروہ اپنے اپنے مربیوں کے ساتھ بیعت کر کے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا لیتا۔

Marfat.com

شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی ملی بھگت تھی، اگر خلیفہ کا انتخاب رائے عامہ سے ہوتا تو حضرت علیؓ ہوتے شیخینؓ نے اسی واسطے کہ اہلِ بیت رسول اللہ کا جنازہ نہیں چھوڑ سکتے یہ تمام تدبیریں کیں۔ برخلاف اس کے اہلِ تسنّن کا عقیدہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسلام چوپٹ ہو جاتا اور چند دن بھی باقی نہ رہتا۔

اہل شیعہ کہتے ہیں کہ جس طرح حضرت عمرؓ نے حضور اکرم کی وصیّت کو قلمبند نہ ہونے دیا اسی طرح انتخاب کی بھی نوبت نہ آنے دی۔ اور جلدی حضرت ابو بکرؓ کو خلافت دلوادی سُنی کہتے ہیں کہ اگر خلافت کسی طرح بھی حضرت علیؓ کو مِل جاتی تو بنوامیہ جو بنوھاشم کے قدیمی دشمن تھے ایک دن بھی خلافت کو نہ چلنے دیتے اور وہ لوگ جو لڑائیوں میں حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے ان کی اولادیں جن کے دلوں میں کینے بھرے ہوئے تھے اپنے بزرگوں کا بدلہ لیتے اور اس طرح مفاد اسلام کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔

بہر حال یہ وہ اختلافات ہیں جو اس وقت تک قائم ہیں اور بیخ اسلام کو اندر ہی اندر کھوکھلا کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اور جو سچ پوچھو تو کر چکے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سوا دو برس خلافت کی اور ان کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے، ان کی خلافت کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوا ایک فریق ان کی سخت گیری سے خالف تھا اور جب اس کو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے بعد حضرت عمرؓ کو تجویز کر رہے ہیں تو سخت مخالفت کی اور کہا "ایسے شخص کو خلیفہ بنا کر آپ خدا کو کیا منہ دکھائیں گے۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا "یہ کہہ دوں گا کہ مسلمانوں میں جو شخص میری رائے میں سب سے بہتر تھا اسی کو سب کا خلیفہ بنا کر آیا ہوں"۔

مخالفین میں عبد الرحمٰن بن عوف اور طلحہ کی شخصیت بڑی تھی اس جواب سے وہ دونوں بھی خاموش ہو گئے اور مسلمانوں کے متفقہ فیصلہ سے خلافت حضرت

Marfat.com

عمرؓ کو ملی، بحث صرف یہ ہے کہ اختلافات قدم قدم پر ترقی کر رہے تھے اور دلی رنجشوں کا ہو دالمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا۔

حضرت عمرؓ نے قریب قریب ساڑھے دس سال خلافت کی مگر ہیبت فاروقی بھی اس کو نہ بجھا سکی۔

جناب سیّدہؓ کی رحلت

یہ تذکرہ محض اس لئے تھا کہ پڑھنے والوں کو تنازعات کی کیفیت اچھی طرح معلوم ہو جائے۔ اب ہم کو پھر اسی جگہ آجانا چاہیئے حضور اکرمؐ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں مسلمان رودھو اور لڑجھگڑ دنیا کے دھندوں میں لگ گئے۔ مگر ایک انسان، ایک عورت تھی ایک بیٹی تھی جو باپ کو نہ بھولی اور زندگی کا کوئی کارنامہ گھر کی کوئی خوشی، شوہر کی کوئی محبت، بچّوں کی کوئی ماتا، مرجھایا ہوا کنول نہ کھلا سکی۔ اس کی رات باپ کی یاد میں بسر ہوتی اور دن اسی صورت کو سامنے لئے ختم ہوتا۔ شام اسی خیال میں صبح اسی دھن میں اپنے رنگ بدلتی۔ نظام عالم کے تحت میں تغیّر ہر ذی روح و غیر ذی روح پر جاری و ساری ہوتا۔ مگر فراقِ پدری کی ماری، دیوانہ وار روتی اور ماہی بے آب کی طرح شب و روز تڑپتی۔ وہی ایک عورت، ایک بیٹی، ایک بچّی، سیّدہ، فاطمہ، زہراؓ۔

جنت کی یاد میں آدم علیہ السلام کا اضطراب دنیا دیکھ چکی، یوسفؑ کی تلاش میں یعقوبؑ کا نالہ کارخانۂ حیات میں گونج چکا۔ مگر حوّاؑ نے مل کر آدمؑ کے آنسو پونچھ دیئے یوسفؑ نے باپ کے سینہ سے چمٹ کر ارمان پورا کر دیا۔ اب فضائے آسمانی اور کائنات ارضی سیّدہ کی فریاد سن رہی ہے۔ کوشش کرتی ہیں۔ کل من علیہا فان کی تسبیح پڑھتی ہیں مگر دل کی لگی نہیں بجھتی اور بچھڑنے والے باپ

Marfat.com

کی یاد رہ رہ کر کلیجہ برما رہی ہے چاہتی ہیں کہ زندگی کی ضرورتیں رحمۃ للعالمین کی یاد دل سے بھلا دیں مگر کسی طرح نہیں مانتا، دن کی گھڑیاں اور رات کی ساعتیں یادِ حبیب میں ختم ہوتی ہیں، دن کا کوئی لمحہ اور رات کی کوئی کروٹ چین نہیں لینے دیتی ایک تصور ہے، ایک خیال ہے۔ ایک یاد ہے جو ہر وقت آنکھ کے سامنے ہر ساعت دماغ میں اور ہر لمحہ دل میں موجود ہے۔ جب کھانا لے کر بیٹھتی ہیں، علیؓ جیسا دلسوز شوہر اور حسنین جیسے چاند کے ٹکڑے کچھ کھلانے کی کوشش کرتے ہیں تو قلب حزیں ایک دوسرا سماں سامنے لے آتا ہے اور خیال آتا ہے کہ محمدؐ جیسا باپ جس کی محبت نے یعقوبؑ کی شفقت پدری کے معنے بتا دیئے اس دنیا سے فاقے کرتا ہوا سدھارا، آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں، نوالہ حلق میں اٹک جاتا ہے اور آسمان کی طرف دیکھ کر خاموش ہو جاتی ہیں۔ رات کو لیٹتی ہیں۔ کروٹیں لیتی ہیں مگر نیند کسی پہلو نہیں آتی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اب دروازہ کھلے اور وہ آواز سنائی دے جس کو کان ترس رہے ہیں اور وہ صورت دیکھوں جس کو دل تڑپ رہا ہے۔

شیر خدا نے ہر ممکن کوشش کی اور بچوں نے دل جوئی میں کوئی کسر نہ چھوڑی مگر صدمہ زائل ہونے والا نہ تھا۔ زخم ناسور ہوا اور ناسور بھی ایسا جو ہر وقت رِستا رہتا اس حالت پر قیامت مسلمانوں کی مخالفت تھی جس نے جناب سیدہؓ کی رہی سہی ہمت توڑ دی، روتے روتے بیہوش ہو جاتی تھیں اور جب ہوش آتا تھا تو روضہ اقدس پر جا بیٹھتی تھیں اور اس قدر روتی تھیں کہ زمین تر ہو جاتی تھی، بچے لپٹ لپٹا کر اور چمٹ چمٹا کر گلے میں ہاتھ ڈالتے، حضرت علیؓ سمجھا بجھا کر اور کہہ کر سن کر لاتے لیکن یہاں پہنچکر وہ تسکین بھی ختم ہو جاتی جو مزار مبارک کو سامنے رکھ کر میسر ہو جاتی تھی۔ یادِ پدر پھر پریشان کرتی اور چاروں طرف ٹکریں مار مار کر روتیں، اور اس درد سے کہ بچے اور شیر خدا بھی اسی کیفیت میں غرق ہو جاتے۔۔۔۔

Marfat.com

باپ کی یاد زندگی کا بہترین مشغلہ تھا خوراک تھی تو باپ کے فراق کا نالہ اور لباس تھا تو باپ کے مزار کی خاک۔ پندرہ پندرہ دن سر دھوتیں نہ کپڑے بدلتیں، رات رات بھر اور دن دن بھر روضۂ اقدس پر حاضر رہتیں جب نیند کا غلبہ ہوتا تو قبر اطہر کو سینہ سے چمٹا کر سو رہتیں حسنینؓ اور شیر خدا کھانا لے کر جاتے، التجا کرتے، منت کرتے مگر بھوک کچھ ایسی اُڑی کہ دو دو تین تین دن دانہ اُڑ کر منہ میں نہ جاتا بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ بچے رو رو کر مزار مبارک سے ہمراہ لاتے اور سُلا دیتے مگر آنکھ کھلی اور وہیں پہنچ گئیں، ایک رات کا ذکر ہے کہ بخار شدت سے چڑھا ہوا تھا عصر کے وقت سے عشاء کے بعد تک بیہوش پڑی رہیں، فاقے بچوں پر بھی تین گذر گئے اور حضرت علیؓ پر بھی رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی کہ شیر خدا کی آنکھ کھلی دیکھا تو حضرت سیدہؓ موجود نہ تھیں، بچوں کو جگایا اور سب نے مل کر ہر طرف دیکھا کہیں پتہ نہ چلا۔ سیدھے روضۂ اقدس پر پہونچے تو دیکھا کہ تمام بدن خاک میں اَٹ رہا ہے اور باپ کے نام کی رَٹ لگا رہی ہیں۔ بخار اب بھی تیز تھا، بچے قدموں میں گرے اور پاؤں سے آنکھیں ملیں، حضرت علیؓ نے کہا۔

فاطمہؓ بخار شدت کا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، زندہ ہوتے تو یہ کیفیت دیکھ کر خوش نہ ہوتے، شیر خدا کے اس فقرے نے دبی ہوئی چنگاری کو اُبھار دیا چیخ اُٹھیں اور رو کر کہا۔

باپ کے بعد یہ پہلی رات ہے کہ دل میں تسکین پاتی ہوں، اس وقت کوئی تکلیف نہیں ہے۔ میں روتے روتے سو گئی تو حضور اکرمؐ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو کلیجہ سے لگائے فرماتے ہیں۔

جُدائی کا وقت ختم ہو چکا اب میرے پاس آ رہی ہو۔

اتنا کہہ کر سیدہؓ حضرت علیؓ کے قدموں کی طرف جھکیں تو شیر خدا نے

Marfat.com

ہاتھ پکڑ کر آنکھوں سے لگائے اور کہا سیدہؓ کیا کرتی ہو۔ اب آنکھوں میں آنسو بہنے لگیں۔

"باپ نے میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے کر دین و دنیا کا وارث بنا دیا تھا میری مغفرت تمہارے ہاتھ میں ہے علیؓ! زندگی کی بعض گھڑیاں ایسی گذری ہوں گی کہ مزاج میری طرف سے مکدّر ہوا ہو گا، ایسے کام بھی کئے ہوں گے جو طبیعت کے خلاف ہوئے ہوں ممکن ہے کہ کسی جواب سے دل شکنی بھی ہوئی ہو، اب میری زندگی ختم ہو رہی ہے اس دنیا سے رخصت ہو کر خدا کے حضور میں جاتی ہوں کہ باپ سے ملوں لیکن جانتی ہوں کہ سب سے پہلے اعمال کی باز پُرس ہو گی، ایسا نہ ہو کہ رسولؐ زادیؓ آپ کی کسی نافرمانی میں پکڑی جائے علیؓ اپنے بچّوں کے سامنے ان کو گواہ کر کے میرے قصور معاف کر دو۔ جس طرح رسول خداؐ نے اپنے گھر سے وداع کیا تھا اسی طرح ہنسی خوشی اپنے گھر سے خدا کے ہاں رخصت کر دو۔ ایک التجا کرتی ہوں کہ میرے دونوں بچے جو اب بن ماں کے ہو جائیں گے اور نانا سے محروم ہو کر دیواروں سے ٹکریں ماریں گے اپنے پاس فاطمہ کی امانت سمجھنا۔ علیؓ! بن ماں کے بچوں کے دل تھوڑے ہوتے ہیں۔ میرے معصوم اگر غلطی بھی کریں تو ان کی ماں کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ معاف کر دینا۔ علیؓ! میری آنکھوں کے تارے میرے کلیجہ کی ٹھنڈک، میری دونوں آنکھیں جو نانا سے چھوٹ کر اب ماں سے بھی چھوٹتے ہیں، تمہاری محبّت کے محتاج ہیں، ان کے دل ہاتھ میں لینا اور خوش رکھنا!!"

یہ کہہ کر شہزادی نے بچّوں کو کلیجہ سے لگایا اور کہا "پیارے بچّوں ماں ہمیشہ کو جدا ہوتی ہے۔ نانا کا سایہ تمہارے سر سے اُٹھ چکا۔ ماں کی شفقت بھی آج ختم ہوتی ہے اور اس دنیا میں ایک باپ کے سوا کوئی اتنا نہیں کہ تم کو محبّت کی نظر سے دیکھ لے میرے بعد زندگی کی مصیبتیں تمہارے سروں پر پہاڑ بن کر ٹوٹیں گی، ماں کی نصیحت یاد رکھنا، باپ کی

Marfat.com

شجاعت، نانا کی رسالت اور بدنصیب ماں کی غربت پر حرف نہ آنے پائے۔ میرے کلیجے کے ٹکڑے حسینؓ تیرا بچپن کچھ بتا رہا ہے اور یہ پیش خیمہ ہے ایک ایسے انقلاب کا جو دنیا والوں کو زندگی کے معنے بتائے گا۔ وہ وقت آئے گا کہ ماں کی طرح باپ کی آنکھیں بند ہوں گی اور اس سر پر خدا کے سوا کوئی وارث نہ ہو گا۔ قدرت کا ہاتھ جس نے مصیبت کی کسوٹی پر ہمیشہ ماں اور نانا کو پرکھا۔ اس ننھی سی جان کی آزمائش کو آگے بڑھے گا اور طرح طرح کی اذیتیں پہونچائے گا! حسینؓ زندگی کی ان نازک گھڑیوں میں جب خدا کے سوا کوئی وارث نہ ہو، باپ کی شان اور نانا کی نبوت میں فرق نہ آنے پائے، فاقہ زدہ ماں کا خون ان رگوں میں دوڑ رہا ہے اس کی لاج رکھنا اور یاد رکھنا کہ نانا اور باپ اور ان دونوں کی کنیز ماں نے زندگی بھر عیش کو حرام سمجھا ہے اور ہر حال میں خدا کا شکر ادا کیا ہے۔

حسنؓ! میرے گلے میں ننھے ننھے ہاتھ ڈال کر مامتا کی آگ ٹھنڈی کر اور ماں سے گلے مل کہ یہ آخری ملاقات ہے! خدا تیرے سر پر باپ کو زندہ رکھے، شفقت بھرے ہاتھ اور مامتا بھری نگاہیں اب ختم ہوتی ہیں میرے پاس دولت نہیں کہ دنیا کی طرح تقسیم کروں۔ البتہ تم دونوں کو وصیت کرتی ہوں کہ سخت سے سخت ساعت میں بھی کسی غلط راستے پر قدم نہ دھرنا۔ توحید و رسالت کے خلاف زبان کسی لفظ سے آشنا نہ ہو، خدا کے نام پر مجھ جیسی ماں بھی قربان کرنی پڑے اور نانا کے نام پر علیؓ جیسا باپ نثار کرنے کا وقت آئے تو قدم نہ ڈگمگائیں، افلاس میں ماں کے فاقے اور نانا کی بھوک یاد رکھنا اور میدان جنگ میں باپ کی تصویر پیش نظر"

اس کے بعد سیدہؓ نے ایک ٹھنڈا سانس لے کر باپ کے مزار کو دیکھا۔ آنسو کے چند قطرے گرے، "ہائے میرا باپ" کی ایک آواز کے ساتھ زمین پر گرنے کی آواز آئی، اس وقت بیہوش بنت الرسولؐ کو بچے اور شوہر گود میں لے کر گھر آئے،

Marfat.com

بخار تمام رات تیز رہا۔ یہاں تک کہ موذن نے صدا اللہ اکبر بلند کی۔ حضرت علیؓ نماز کو جا چکے تھے اور معصوم بچے اپنی آنکھیں ماں کے قدموں سے مل رہے تھے کہ آنکھ کھولی تو موذن اشہد ان محمد رسول اللہ کہہ رہا تھا۔

صبح صادق کے سہانے وقت میں بچھڑے ہوئے باپ کا نام فضائے بسیط میں گونجتا ہوا صورت کو ترستی ہوئی بیٹی کے کلیجے سے کچھ اس درد سے پار ہوا کہ ایک چیخ مار کر یہی الفاظ خود دوہرائے اور بچوں سے کہا کہ " دیکھو صبح کی گھڑیاں میرے باپ کے نام کی تسبیح پڑھ رہی ہیں۔ رات یہ نام لے کر اپنی تاریکی اور سیاہی وداع کرتی ہے اور آفتاب یہی کلمہ پڑھتا ہوا نمودار ہوتا ہے، یہ مقدس نام وردِ زباں رکھنا۔ حسین پاؤں چھوڑ دو اور دونوں رخساروں پر اپنے منہ کو رکھ دو کہ دل کو فرحت ہو"۔

دن کا پہلا پہر گذر چکا تھا اور شیر خدا باہر چلے گئے تھے، اس وقت بخار کچھ ہلکا ہوا۔ اٹھیں۔ خانہ داری کے کچھ کام انجام دئے۔ دوپہر کے وقت جب حضرت علیؓ واپس آئے تو انھوں نے دیکھا روٹی پکا رہی ہیں، حضرت علیؓ متحیر ہوئے اور کہا "بنت الرسول یہ کیا کر رہی ہو"۔ وہ روئیں اور کہا "میں نے تھوڑی سی روٹی پکالی ہے میرے بچے پیٹ بھر لیں اور میرے بعد بھوک کے مارے بلو بلو نہ کرتے پھریں"!

اب دوپہر کا وقت ہو چکا تھا اور گو بخار شدت سے چڑھ رہا تھا۔ مگر دماغ صحیح تھا۔ حضرت علیؓ سے کہا کہ "بچیوں کو بلاؤ" دونوں صاحبزادیاں زینب اور ام کلثوم آکر قدموں میں گریں۔ ان کے سر اٹھا کر اپنے سینہ سے لگائے اور فرمایا یہ رونے کا وقت نہیں ہے۔ ہنسی خوشی ماں کو باپ کے گھر سے رخصت کر دو۔ سنو جو کہتی ہوں اور یاد رکھو جو الفاظ زبان سے نکلیں۔ دونوں بھائی اب ماں کی آغوش سے چھوٹتے ہیں اور قدرت ان کو بن ماں کا کرتی ہے مگر میرے دل کو اطمینان ہے کہ میں حسنینؓ کو اچھی بہنوں کے سپرد کرتی ہوں ان کی ماں بھی تم ہو اور بہن بھی تم، یہ ہنس مکھ چہرے اور پیاری پیاری صورتیں جن کو

Marfat.com

یں نے خدا کو سونپا قیامت کے روز بھی مجھ سے سرخرو ملیں، ایسا نہ ہو کہ ماں کے بعد بھائیوں کے کسی حق میں کسر رہ جائے میں اب تمہارے باپ سمیت تم سب کو خدا کے حوالہ کرتی ہوں کہ وہی بہتر وارث ہے۔"

بچوں کی ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں اور حضرت علیؓ کی آنکھ سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے، آج دوسرا روز تھا اس سیّدہ کو جو چند گھنٹوں کی دنیا میں مہمان تھی سحری و افطاری تو درکنار دوا تک بھی میسر نہ تھی۔ کمزوری بڑھ رہی تھی۔ حضرت علیؓ کو پاس بلا کر کہا۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے علیؓ خدا کی رحمت ہمارے گھر پر ہمیشہ نازل رہی۔ افلاس اور صعوبت نے کبھی ہماری مسرّت کو مجروح نہیں کیا۔ ہم اس دنیا میں ہر وقت خوش و خرم رہے، حمد کے قابل ہے وہی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ جس نے ہم کو توفیق نیک بخشی اور ہم پر برکت کی بارش فرمائی۔ میں خوش نصیب ہوں کہ علیؓ جیسا انسان مجھے شوہر ملا حسنینؓ جیسے بچّے کلثوم و زینب جیسی لڑکیاں میری گود سے پیدا ہوئیں میں نے بچّوں کے متعلق جو کچھ تم سے کہا وہ یاد ہوگا۔ اور مجھے پورا یقین ہے کہ تمہاری شفقت ماں کی موت کو میرے پیاروں کے دل سے بھلا دے گی، اب میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ میں اُجلے کپڑے اس لئے بدلے ہیں کہ ان ہی کپڑوں میں مجھ کو دفن کرنا۔ میرا جنازہ رات کے وقت اُٹھانا۔ کسی نامحرم کا ہاتھ میرے جسم یا جنازہ کو نہ لگنے پائے۔ گہوارہ کی یہ شکل جو میں تم کو دکھاتی ہوں اچھی طرح دیکھ لو۔ اسی طرح خاموشی کے ساتھ گہوارہ میں میری میت کو لے جانا اور راتوں رات پیوند زمین کر دینا۔ علیؓ میں خوش نصیب ہوں کہ تمہارے ہاتھ سے زیر زمین پہنچتی ہوں اور تمہاری زندگی میں دنیا کو الوداع کہتی ہیں۔"

رمضان المبارک کی تیسری تاریخ کو پانی کے گھونٹ سے روزہ افطار کیا۔ بخار اس وقت موجود تھا۔ مگر پانی کے پیتے ہی پسینے آنے لگے اور بخار اُتر گیا اُس وقت بچوں نے

کہا دو جاؤ نانا جان کے مزار پر جاؤ۔ آج میں بھی تمام دن حاضر نہیں ہوئی اور اس وقت اتنی ہمت نہیں کہ دو قدم بھی چل سکوں جاؤ اور جس طرح میرے سامنے حاضری دیتے ہو اسی طرح روزانہ قدمبوس ہونا۔ ناغہ نہ ہونے پائے۔

بچے باہر گئے اور شیرِ خدا نماز کی تیاری میں مصروف ہوئے بی بی سیدہؓ نے قبلہ رُو ہو کر کلام اللہ پڑھنا شروع کیا دفعۃً آواز خاموش ہوگئی اور خاتونِ جنت دنیا سے رخصت ہوئیں۔

سیدۃ النساء کی وصیت کے موافق جنازہ رات کے وقت اُٹھا اور خاص خاص آدمیوں کے سوا جو سب خاندان رسالت سے تعلق رکھتے تھے کوئی مسلمان شریک نہ ہوا۔

اختلافات کی جڑ اب اور بھی زیادہ مستحکم ہو رہی ہے۔ اہلِ تشیعہ کہتے ہیں کہ فِدَک اور خلافت کے مسائل نے سیدۃ النساء کو اس قدر مضمحل، مایوس اور دل برداشتہ کر دیا تھا کہ اُنھوں نے یہ بھی جائز نہ سمجھا کہ ان کے جنازہ کو یہ لوگ کندھا دیں۔ اہلِ تسنن یہ کہہ کر الزام دور کرتے ہیں کہ اُنھوں نے اس قسم کی کوئی وصیت نہیں کی۔

جناب سیدہؓ کے انتقال کے بعد اس اختلاف نے اور بھی زور پکڑا اور بنو فاطمہ و بنو امیّہ کے دلوں میں جو کدورت اندر ہی اندر تھی اب وہ زبان پر آنے لگی اور کھلم کھلا عداوت شروع ہوگئی۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت میں مشہور آدمی

طوفانِ نوحؑ تمام دنیا کو ڈبو دے۔ نارِ نمرود زمین و آسمان کو جلا کر خاک سیاہ کر دے، قدرت کے قانون اپنی جگہ سے سرکنے والے نہیں، کائنات کی بہترین ہستی

(رسول اکرم صلعم) اٹھ گئی۔ مگر طلوع و غروب آفتاب کا عمل بدستور رہا۔ سیدۃ النساء انسانی دنیا سے رخصت ہوکر خدا کے ہاں جا پہونچیں لیکن نظام عالم میں فرق نہ آیا۔ جاڑا اسی طرح رہا اور گرمی حسب سابق پڑ رہی ہے، بنو امیہ اور بنو ہاشم کی کدورتیں عداوت قلبی سے آگے بڑھ گئیں مگر دنیا کے تغیرات اپنی عادت سے باز آئے اور قوانین الٰہی اپنی جگہ سے نہ سرکے۔ پہلی اور دوسری خلافت کا زمانہ گذر گیا حضرت صدیق اکبر کو قبر میں پہنچے دس سال سے زیادہ ہوگئے۔ مگر دنیا کے سلسلے اسی طرح چل رہے ہیں حضرت عمرؓ کی خلافت بھی ختم کے قریب ہے۔ ابولولو نے خنجر گھونپ دیا۔ اور اب تیسری خلافت کے جھگڑے ہو رہے ہیں۔ اس کتاب کے موضوع کو دونوں ابتدائی خلافتوں کے واقعات سے تعلق نہیں ہے۔ تیسری خلافت کا حال اس لئے ضروری ہے کہ رنجشیں اور عداوتیں کھیل کھیلیں اور بنو امیہ اور ہاشم اپنی اپنی کامیابی کی کوششوں میں مصروف ہیں سب سے پہلے ان حضرات کی تفصیلی کیفیت سمجھ لینی چاہیے جو خلافت سوم میں سرگرم سعی ہیں۔

(۱) حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز حضرت عثمانؓ بنو اُمیہ میں اور حضرت علیؓ بنو ہاشم میں۔

(۲) عبدالرحمٰن بن عوف صحابہ رسول اللہ۔

(۳) زبیر بن العوام رسول اللہ صلعم کے چچا زاد بھائی۔

(۴) حضرت طلحہؓ جن کو سرور عالم نے طلحۃ الخیر فرمایا۔

(۵) سعد بن زید قبیلہ بن عدی سے ہیں اور اس قبیلہ سے حضرت عمر عمرو بن العاص حضرت عثمانؓ کے عزیز، سعد بن ابی وقاص، عمار بن یاسر عبداللہ بن سعد بن سرح حضرت عثمانؓ کا بھانجہ! فائلہ حضرت عثمانؓ کی بیوی مروان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام۔

Marfat.com

تیسری خلافت کا فیصلہ

جب حضرت عمرؓ کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو ان کو خلافت کا فکر ہوا اس وقت ان کے پاس عبدالرحمٰن بن عوف موجود تھے۔ چنانچہ انھوں نے تنہائی میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ میں تم کو اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں" بن عوف نے کہا کہ آپ مجھ کو مشورہ دیجئے کہ "میں یہ عہدہ قبول کروں"، یہ سن کر حضرت عمرؓ ابن عوف کا مطلب سمجھ گئے اور کہا" اچھا اس سلسلہ میں تمہاری دوسری خدمات لگاتا ہوں مگر یہ یاد رکھو کہ اسی پر اسلام کی ترقی کا انحصار ہے۔ اگر خلافت کسی نا اہل شخص کو دیدی جائے تو اسلام کو سخت نقصان پہونچے گا اور جنگ وجدل شروع ہو جائے گی جہاں تک میں نے اس معاملہ پر نظر دوڑائی پانچ آدمی میری نگاہ میں آتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ میرا جانشین اور اسلام کا تیسرا خلیفہ ان پانچ میں سے ایک ہو۔ تم بلا رو رعایت مجھے بتاؤ اور اگر کوئی نام رہ گیا ہو تو جتا دو۔

دیکھو عثمانؓ اور علیؓ سب سے پہلے مستحق ہیں عثمانؓ کی خدمات علیؓ سے اور علیؓ کی عثمانؓ سے زیادہ ہیں اور یہ دونوں رسول اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں۔ تیسرے زبیرؓ بن العوام چوتھے سعد بن ابی وقاص، پانچویں طلحہؓ بن عبدالرحمٰنؓ۔ تم جاؤ اور ان پانچوں کو میرے پاس لاؤ" عبدالرحمٰنؓ گئے اور چاروں کو ہمراہ لے آئے۔ طلحہؓ بن عبدالرحمٰن کی بابت کہا کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان چاروں کو بٹھا کر کہا۔

"میری حالت لمحہ بہ لمحہ بگڑ رہی ہے اور میں بہت تھوڑی دیر کا مہمان ہوں میری خواہش ہے کہ خلیفہ کا انتخاب میرے سامنے ہو جائے تاکہ میرے بعد جھگڑا نہ ہو اور اسلام کو باہمی تنازعات سے نقصان نہ پہونچے۔ میں نے تم پانچ آدمیوں کو منتخب کیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ سرورِ عالمؐ تم سے بہت خوش تھے اتفاق سے عبدالرحمٰن موجود نہیں ہیں۔

Marfat.com

اب تم پانچوں آدمی ایک شخص کے متعلق فیصلہ کرو اور مجھے بتاؤ تاکہ یہ معاملہ میری زندگی میں طے ہو جاوے اور میں باطمینان مروں میں تم سے اس قدر اور کہوں گا کہ انتخاب خلافت کے بعد تم میں جو خلیفہ ہو اس کو انصار کی دلجوئی کا ہر لمحہ لحاظ رکھنا چاہیئے، یہ ہی الفاظ حضور اکرمؐ کے ہیں یہی خلیفہ اوّلؓ کے۔ ایک ضروری بات بتائے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ رعیّت خلافت کی جڑ ہے اور رعیّت میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں۔ میں نے اپنی خلافت میں کوشش کی کہ مسلمانوں کی رعایت اور انصاف کے معاملہ میں مُسلم و غیر مسلم کو ایک آنکھ سے دیکھا یہی وصیّت تم کو کرتا ہوں۔ اب دو باتیں مجھے علیؓ اور عثمانؓ سے اور دو زبیر اور سعد سے کہنی ہیں "عثمانؓ اگر مسلمان تم کو منتخب کریں تو گو تمہارے احسانات کا یہ صحیح معاوضہ ہوگا مگر تمہارے مزاج میں رعایت اور مروّت ضرورت سے زیادہ ہے ایسا نہ ہو کہ بنو امیہ کو بنو ھاشم اور انصار کے مقابلہ میں ترجیح دو اور مسلمانوں کی فضاء اطمینان کو مکدّر کردو، علیؓ سے بھی یہی کہنا ہے کہ ان کا انتخاب ان کی خدمات کے مقابلہ میں جائز ہوگا لیکن ایسا نہ ہو کہ بنو ھاشم کو اُمیّہ اور انصار پر غلبہ حاصل ہو جائے۔ زبیر و سعد سے بھی یہی کہتا ہوں کہ اگر وہ خلیفہ ہوں تو بنی زھرہ کو خاص مراعات نہ دیں" اس وقت ایک شخص نے کہا کہ "آپ خلافت کا فیصلہ اپنے صاحبزادے عبداللہ کے حق میں کیوں نہیں کرتے" اس پر حضرت عمرؓ کو غصّہ آیا اور جواب دیا "تجھے ایسا کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ مجھ کو خوش کرنا چاہتا ہے اور ایسی بات کہتا ہے جو اسلام کے واسطے انتہائی مضر ہو، وہ شخص جو اپنی بیوی کی طلاق کے بارے میں فیصلہ نہ کر سکا بھلا وہ مسلمانوں کے حقوق اور اسلام کے تنازعات کا فیصلہ کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ جلد فیصلہ کر لو میں تم کو تین گھنٹہ کی مُہلت دیتا ہوں" اگر زندہ رہا تو انتخاب کا نتیجہ اپنے کانوں سے سن لوں" اس کے بعد اور سب نے مشورہ کیا اور حضرت عمرؓ سے کہا کہ "ہماری رائے میں اگر سعد بن زید بھی شریک ہو جائیں تو بہتر ہے" حضرت عمرؓ

نے کہا "ہر قبیلہ سے ایک آدمی کی ضرورت ہے۔ قبیلہ عدی سے میں خود شریک ہوں اور اگر ضرورت ہوگی تو اپنی رائے پیش کروں گا۔ اس لئے تم لوگ جلد فیصلہ کرو۔ یہاں چاروں نے متفقہ طور پر یہ تجویز پیش کی کہ امیر المومنین ؓ خود ہی فیصلہ کر دیں۔ حضرت عمر ؓ نے اس سے انکار کر دیا اور کہا کہ "تم چاروں کے حقوق میری رائے میں مساوی ہیں کسی ایک کے خلاف دوسرے کو رائے نہیں دے سکتا۔ بہتر ہوگا کہ مفاد اسلام کے واسطے تم آپس ہی میں فیصلہ کرو۔ میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔ اس عرصے میں مجھ کو موت آگئی اور یہ فیصلہ نہ دیکھ سکا تو خدا کی مرضی سب سے بہتر ہے اور وہی اسلام کا حقیقی وارث ہے"۔

اس کے بعد حضرت عمر ؓ نے آنکھیں بند کر لیں اور درد کی تکلیف زیادہ ہونے لگی تو آپ نے کہا "اب تم لوگ جاؤ اور جو کام کرنا ہے وہ جس قدر جلد ممکن ہو ختم کر دو۔ ایک بات اور کہتا ہوں کہ اگر تم تین شخص ایک کے حق میں فیصلہ کر لو اور باقی ایک آدمی الگ رہے اور متفق نہ ہو تو اس کو قتل کر دینا کہ اس کی وجہ سے فساد کا اندیشہ نہ ہو"۔ اپنے صاحبزادے عبداللہ سے کہا کہ "مشورہ میں تم بھی شریک ہو سکتے ہو مگر خلافت کے امیدوار نہیں ہو سکتے"۔ دو روز بعد حضرت عمر ؓ نے ان چاروں کو بلایا۔ اس وقت حضرت علی ؓ نے حضرت عباس ؓ سے مشورہ کیا کہ میرا جانا مناسب ہے یا نہیں؟ حضرت عباس ؓ نے کہا کہ "میں نے شروع میں بھی تم سے کہا تھا کہ رسول اللہ صلعم سے خلافت کے متعلق رائے لے لو۔ مگر تم نے رونے پیٹنے میں میری بات رد کر دی۔ اب بھی میری رائے یہ ہے کہ عمر ؓ ہرگز بنو ہاشم میں سے کسی کو خلافت نہ دیں گے اگر تم نہ گئے اور خلافت کا مسئلہ طے ہو گیا تو ہم بآسانی یہ کہہ سکیں گے کہ ہم اس فیصلہ سے متفق نہیں ہیں کیونکہ بنو ہاشم کا کوئی نمائندہ موجود نہ تھا"۔ حضرت علی ؓ نے اس رائے کو تسلیم نہ کیا اور حضرت عائشہ ؓ کے مکان میں جلسہ ہوا۔

Marfat.com

دن بھر جلسہ رہا۔ رات بھر گفت گوئیں رہیں، دوسرے دن اور دوسری رات بھی یوں ہی گذری مجبورًا عبد الرحمٰن بن عوف نے تیسرے دن یہ فیصلہ کیا کہ اب جبکہ تم میں سے ہر شخص اپنا حق فائق سمجھتا ہے تو فیصلہ کی ایک صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ جو میں حکم دوں اُس کی تعمیل کرو۔ چونکہ معاملہ بہت زیادہ اُلجھ گیا تھا اس لئے سب سے پہلے حضرت علیؓ نے اِس رائے سے اتفاق کیا مگر یہ کہدیا کہ صرف اِس شرط پر کہ تم حلف اُٹھاؤ اور وعدہ کرو کہ کسی کی رُو رعایت نہ کروں گا۔

جب ابن عوف نے عہد کر لیا تو وہ ایک علیحدہ جگہ جا کر بیٹھ گئے، اور باری باری سے ایک ایک کو بلانا شروع کیا سب سے پہلے حضرت علیؓ کو طلب کیا اور کہا "تمہارے حقوق اور بنو ہاشم کی طاقت تسلیم لیکن اگر میں یہ فیصلہ کروں کہ تم کو خلافت نہ ملے گی تو بتاؤ تمہاری رائے کس کی طرف ہوگی" حضرت علیؓ نے کہا "حضرت عثمانؓ کی"، اسی طرح حضرت عثمانؓ سے بلا کر کہا تو اُنھوں نے جواب دیا "حضرت علیؓ کی"۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت سعد سے پوچھا تو اُن کی رائے بھی حضرت عثمانؓ کی طرف گئی۔ اس کے بعد کھلی مجلس میں عبد الرحمٰن بن عوف نے اعلان کیا کہ اب تک کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہے کہ خلافت عثمانؓ یا علیؓ دونوں میں سے ایک کو ملنی چاہیے، اب میں مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ آج رات کی اجازت اور دیں کل میں اس کا فیصلہ کردوں گا اور سب سے پہلے خود ہی بیعت کا ہاتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف بڑھا دوں گا"۔

ہمارا قلم اب بھی اس کے واسطے تیار نہیں ہے کہ اپنی رائے کا اظہار کرے ہم صرف واقعات لکھ دیتے ہیں اب یہ پڑھنے والوں کا کام ہے کہ وہ نتیجہ نکالیں، یہ مدت جس کی صبح کو تیسری خلافت کا فیصلہ ہونے والا تھا اشخاص متعلق پر عجیب طرح سے گذری عبد الرحمٰن بن عوف نے رات کو بہت سے آدمی جمع کئے اور مفصل

Marfat.com

کیفیت بیان کی، ان لوگوں میں معاویہؓ کے باپ ابو سفیانؓ جو یزید کے دادا تھے موجود تھے وہ یہ سنتے ہی کہ انتخاب حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے حق میں ہے اور ممکن ہے کہ خلافت علیؓ کو مل جائے سیدھے عمرو بن عاص کے پاس پہونچے اور حقیقت سنائی۔ انھوں نے ابو سفیان سے وعدہ کیا کہ میں ابھی اس کا انتظام کرتا ہوں کہ علیؓ خلیفہ نہ ہونے پائے اور سیدھے حضرت علیؓ کے پاس پہونچے اور کہا قریب قریب سب کی رائے تمہارے ساتھ ہے اب تم وہ کرو جو میں کہوں" حضرت علیؓ کو کیا معلوم کہ عمرو بن عاص کی نیت کیا ہے، اُنھوں نے جب وعدہ کر لیا تو اُس نے کہا کہ "عبد الرحمن نے اگر تم کو خلیفہ مقرر کیا تو وہ یہ وعدہ لیں گے کہ رسول اللہؐ اور ہر دو خلفا کی پیروی کرنا۔ تم اس کے جواب میں خاموش رہنا تاکہ لوگ یہ سمجھ کر کہ علیؓ خلافت کے شیدا ہیں بددل نہ ہوں اور شانِ رسالت میں فرق نہ آئے تم کہنا وعدہ تو نہیں کرتا۔ کوشش کروں گا" حضرت علیؓ کو یہ مشورہ دے کر عمرو سیدھے حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور کہا "کل جب تم کو خلافت ملنے کا وقت آئے اور عبد الرحمن، رسول اللہ صلعم اور خلفا کی پیروی کا عہد لیں تو فوراً منظور کر لینا" حضرت عثمانؓ نے شکریہ ادا کیا اور عمرو بن العاص نے یزید کے دادا ابو سفیان کو اپنی کوشش اور کامیابی کا یقین دلا دیا۔

رات ختم ہوئی اور نماز فجر کے بعد عبد الرحمن بن عوف نے زبیر اور سعد کو طلب کیا اور ان سے کہا "اب تمہاری کیا رائے ہے۔ سوچ سمجھ کر جواب دو کیونکہ آج فیصلہ کا دن ہے"، ان دونوں نے جواب تک حضرت عثمانؓ کے حق میں رائے دے رہے تھے اس وقت حضرت علیؓ کے حق میں رائے دی مسلمانوں کا جم غفیر خلافت کے فیصلہ کا منتظر ہے اور مسجد نبوی میں چھوٹے بڑے سب جمع۔ عبد الرحمن ابن عوف جو خود خلافت کے حقوق سے دست بردار ہو چکے ہیں قطعی فیصلہ کرنے والے ہیں۔ مگر نہ صرف اپنی رائے سے

Marfat.com

بلکہ عامہ مسلمین کی۔ انھوں نے اب آخری فیصلہ کے واسطے کھڑے ہو کر کہا ”خلافت کے سلسلہ میں اس وقت جو کچھ ہوا وہ یہ ہے کہ عثمانؓ اور علیؓ پر نظریں ہیں، اب ان دو میں فیصلہ مشورہ عام سے ہوگا، آپ لوگ تصفیہ کیجئے اور عام رائے سے انتخاب کیجئے۔“

ابن عوف جب اپنی تقریر کر چکے تو عمار بن یاسر نے حضرت علیؓ کے حق میں رائے دی اور ایک شخص حضرت مقداد نے اس کی تائید کی۔ان دونوں کی رائے ہو چکی تو عبداللہ ابن سرح نے جو حضرت عثمانؓ کے بھانجے تھے اپنے ماموں کو منتخب کیا چونکہ عبداللہ مرتد ہو چکا تھا اور اس کے قتل کا فیصلہ کر دیا گیا تھا اور ایک عرصہ سے بھاگا ہوا تھا اس کی رائے سے عمار بن یاسر رنجیدہ ہوئے اور سخت کلامی سے پیش آئے بات بڑھ گئی اور نوبت سخت کلامی سے گالی گلوج تک پھر ہاتھا پائی تک پہنچی۔

مجلس کا یہ رنگ دیکھ کر سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف پریشان ہوئے اور ابن عوف نے باواز بلند کہا ”جھگڑا موقوف کرو میں فیصلہ کرتا ہوں“۔لوگ ادھر متوجہ ہوئے تو انھوں نے حضرت علیؓ کو پاس بلا کر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا ”وعدہ کرو کہ ارشاد نبویؐ کی تعمیل کرو گا۔اسوۂ رسولؐ کو ایمان سمجھوں گا اور ہر دو خلفا کے نقش قدم پر چلوں گا۔“ یہ خلافت کا فیصلہ تھا اور حضرت علیؓ کا انتخاب ہو چکا تھا مگر شب گذشتہ کو عمرو بن عاص نے حضرت علیؓ کو جو پٹی پڑھائی تھی وہ خالی جانے والی نہ تھی حضرت علیؓ نے اس وعدہ کے موافق جو ابن عاص سے کیا تھا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے الفاظ دوہرانے میں تامل کیا اور فرمایا کہ ”میں وعدہ تو نہیں کرتا۔البتہ کوشش کروں گا کہ اسوۂ رسول (صلعم) اور دونوں خلفا کے طرز عمل کو پیش نظر رکھوں“

اس جواب سے مجمع دم بخود رہ گیا اور وہ گروہ جو حضرت علیؓ کے حق میں تھا حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگا۔عبدالرحمٰن بن عوف جن کو اندرونی سازش کا پتہ نہ تھا اور عمرو بن العاص اور خاندان یزید کی کوشش سے بے خبر تھے حضرت علیؓ کے اس جواب

سے برہم ہوئے اور کہا "ہم کو ایسے بزدل خلیفہ کی ضرورت نہیں"۔ یہ کہہ کر حضرت عثمانؓ کو اپنے پاس بلایا اور یہ ہی الفاظ ان کے سامنے پیش کئے۔ اُنھوں نے فوراً قبول کر لیا اور سب سے پہلے حضرت ابن عوف نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، اس کے بعد ہر طرف سے ہاتھ بڑھے اور حضرت عثمانؓ خلیفہ ہو گئے۔ جب حضرت علیؓ وہاں سے جانے لگے تو بن عوف نے ان سے کہا "تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میرے حکم کی تعمیل کرو گے اور میری رائے سے اتفاق کرو گے؟ اب جبکہ حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو تم کو اُن کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیئے ورنہ تم کو معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ کی رائے ہے کہ جو شخص اختلاف کرے اس کو قتل کر دینا۔ حضرت علیؓ نے یہ سن کر بیعت کی اور اس طرح تیسری خلافت کا فیصلہ ہوا۔

حضرت عمرؓ کی شہادت

اسلامی تنازعات میں حضرت عمرؓ کی شہادت سے بہت بڑا اضافہ ہوا۔ اس لئے ایک مختصر کیفیت حضرت عمرؓ کی شہادت کی اس لئے بیان کرنی ضروری ہے کہ یہ تمام جھگڑے مسلمانوں کی سمجھ میں اچھی طرح آجائیں اور وہ خود ہی فیصلہ کریں کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ کیسی کیسی کاوشوں کا مرکز بنی اور حالات نے کس طرح زیادتی پیدا کر دی مغیرہ بن شعبہ ایک متمول آدمی تھے اور ان کے غلام کا نام ابو لولو تھا۔ اس غلام نے کوشش کی کہ وہ مالک کے پنجہ سے نکلے اور آزاد ہو جائے مگر وہ کسی طرح کامیاب نہ ہو سکا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس نے اُن کے پاس رہنے سے انکار کر دیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ فیروز عرف ابو لولو دو درم روزانہ اپنے آقا مغیرہ کو دیا کرے اور آزاد رہے۔ فیروز اپنی شکایت لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہا آپ خلیفۂ وقت ہیں میرا فیصلہ فرمائیے۔ دو درم جو مجھ پر مقرر کئے گئے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں

Marfat.com

اور میں بآسانی ادا نہیں کر سکتا حضرت عمرؓ نے اس سے دریافت کیا کہ اس کے پاس کسب معاش کے کیا ذرائع ہیں اور کون کون سے کام کر سکتا ہے۔ فیروز نے کہا میں کئی کام جانتا ہوں لیکن لوہار کا کام اچھی طرح کر سکتا ہوں، ضرورت ہو تو نقاشی بھی کر سکتا ہوں اور قصاب کا کام بھی جانتا ہوں حضرت عمرؓ نے کہا پھر تجھ کو دو درہم دینے مشکل نہیں ہیں۔

یہ فیصلہ فیروز کو بہت ناگوار ہوا اور اس نے وہیں کھڑے کھڑے کہا کہ خلیفہ کے قتل سے اس فیصلہ کا بدلہ لوں گا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا تو چکی بنا سکتا ہے اس نے کہا ایسی اچھی کہ دنیا میں ایسی نہ نکلے حضرت عمرؓ نے کہا کہ بس ایک میرے واسطے بنا دے اس نے وعدہ کیا کہ ہاں بنا دوں گا اور بات ختم ہوئی۔

اسی سلسلہ میں جو نام ہیں ان کو بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ فیروز عرف ابو لولو۔ مغیرہ کا غلام حضرت عمرؓ کا قاتل، عبدالرحمن بن ابی بکر خلیفہ اول کے صاحبزادہ ھرمزان حضرت عباسؓ کا غلام، حبہ سعد ابن وقاص کا آزاد کیا ہوا غلام۔ حضرت عثمانؓ خلیفہ وقت، حضرت علیؓ۔

فیروز کے خلاف حضرت عمرؓ کے فیصلہ کا تیسرا روز تھا کہ نماز فجر میں فیروز آکر پہلی صف میں شریک ہوا اور جس وقت حضرت عمرؓ نماز کے واسطے داخل ہوئے اس نے آگے بڑھ کر اپنا خنجر کمر میں زور سے بھونکا۔ حضرت عمرؓ پلٹے مگر اس سے پہلے کہ کچھ کر سکیں اس نے کئی وار کیے اور ایک وار زیر ناف اس قدر سخت تھا کہ تمام جسم لہو لہان ہو گیا اس کے بعد فیروز صفیں چیرتا ہوا بھاگا مگر نمازیوں میں سے ایک شخص نے اس کو پکڑا اور اسی کا خنجر اس کے زور سے بھونکا۔ وہ جانبر نہ ہو سکا اور مر گیا۔

حضرت عمرؓ فیروز کے وار سے زخمی ہو کر گرے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے عبداللہ سے خلیفہ اول کے صاحبزادے عبدالرحمن نے کہا یہ "قتل

صرف ایک شخص کا کام نہیں ہے بلکہ پوری سازش کا نتیجہ ہے اور میں سمجھتا ہوں اس میں ہرمزان اور حبہ بھی شریک ہیں اور یہ میں اس وجہ سے کہتا ہوں کہ ایک روز میں نماز فجر کے بعد جب اپنے گھر جا رہا تھا تو میں نے راستہ میں ان تینوں غلاموں کو اکڑوں بیٹھے اور کانا پھوسی کرتے دیکھا مجھے مطلق شبہ نہ تھا مگر فیروز میری صورت دیکھ کر بھاگا اور اس کے اٹھتے ہی یہ دونوں بھی اٹھے اور بھاگنے لگے فیروز کی کمر سے یہی خنجر جو اس وقت اس کے پاس تھا گرا اور اس نے اٹھا کر ان دونوں سمیت راہ فرار اختیار کی۔ میں معاملہ کو بالکل نہ سمجھ سکا اور میرا ذہن اس طرف منتقل نہ ہوا لیکن اب میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس قتل میں فیروز کے ساتھ ہرمزان اور حبہ شریک ہیں اور اگر زیادہ نہیں تو ان دونوں کا سازش سے گہرا تعلق ہے۔" عبداللہ ابن عمرؓ یہ بیان سنتے ہی آپے سے باہر ہو گئے اور تلوار لئے ہوئے سب سے پہلے ہرمزان کے پاس پہونچے جو اس وقت گھر پر موجود تھا آواز سنتے ہی باہر نکلا تو ابن عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ "کیا تو میرے باپ کی شہادت میں شریک ہے؟" ہرمزان بجائے اس کے کہ کوئی جواب دیتا خاموش ہو گیا اور اس کی خاموشی کو عبداللہ بن عمرؓ نے اقرار سمجھ کر قتل کر دیا۔

ہرمزان کے قتل کے بعد عبداللہ ابن عمرؓ حبہ کی تلاش میں سعد بن ابی وقاص کے گھر پہونچے اور اس کو آواز دی، اس سے بھی یہی سوال کیا اور جب اس نے بھی کوئی معقول جواب نہ دیا تو اس کو بھی قتل کیا۔ غلام کی آواز سن کر سعد باہر نکلے اور دیکھا کہ ان کا غلام حبہ زمین میں تڑپ رہا ہے سعد بن ابی وقاص معمولی آدمی نہ تھے۔ غلام کو دیکھ کر ان کو غصہ آیا اور عبداللہ سے کہا کہ "تو نے میرے غلام کو کس جرم میں قتل کیا" عبداللہ غصہ میں سرخ تھے کہنے لگے "میرے باپ کے خون کی بو تجھ میں سے بھی آ رہی ہے اور تجھ کو بھی قتل کروں گا۔"

اتنا سنتے ہی سعد نے عبداللہ کو پکڑ کر تلوار چھین لی اور لوگوں کو آواز دی آناً فاناً بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور عبداللہ کی مشکیں باندھ لیں۔

Marfat.com

حضرت عثمانؓ کی خلافت کا پہلا مقدمہ

معاملہ اگر یہیں تک ختم ہو جاتا تو مضائقہ نہ تھا، اس کے بعد مقدمہ نے جو صورت اختیار کی اس نے رنجشوں کے تودے لگا دیئے اور جو حالتیں اب تک دل میں چھپی ہوئی تھیں وہ سامنے آ گئیں۔ حضرت عثمانؓ خلیفہ تھے اور ان کے سامنے سب سے پہلا معاملہ یا مقدمہ وہ پیش ہوا جس میں عبداللہ ابن عمرؓ بحیثیت قاتل کے گرفتار تھے حضرت علیؓ کی رائے ہوئی کہ عبداللہ بن عمر پر قصاص واجب ہے۔ اسلام میں امیر اور غریب آقا اور غلام کی کوئی تخصیص نہیں۔ اگر عبداللہ امیرالمومنین عمرؓ کا لڑکا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ غلام کے مقابلہ میں انصاف ہاتھ سے چھوڑا جائے۔"

مسلمانوں کا بڑا فریق اس رائے کے ساتھ تھا۔ مگر چند آدمیوں کی رائے یہ تھی عبداللہ بن عمرؓ کی شہادت اسلام میں رخنہ پیدا کرے گی اور لوگ سمجھیں گے کہ حضرت عمرؓ کے بعد مسلمانوں نے اپنی خوشی کا اظہار اس طرح کیا۔ حضرت عثمانؓ نے فیصلہ یہ کیا کہ عبداللہ بن عمرؓ کی طرف سے غلام کا خونبہا بیت المال سے دلایا جائے حضرت علیؓ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور کہا بیت المال سے اور عبداللہ بن عمرؓ سے کیا واسطہ۔ قوم کو ایک شخص کے ذاتی فعل سے کیا غرض" حضرت علیؓ کی رائے سے بہت سے مسلمانوں نے اتفاق کیا۔ مگر وہ چند آدمی جو ابن عمرؓ کے ساتھ تھے بدستور اڑے رہے۔ اس جھگڑے کا فیصلہ حضرت عثمانؓ نے اس طرح کیا کہ میں بیت المال کی بجائے اپنے پاس سے خونبہا دیدوں گا۔ بظاہر یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا لیکن مسلمانوں کے دل کدورتوں سے بھرے تھے اس واقعہ سے اندر ہی اندر اور بگڑنے لگے۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت کو اس کتاب سے بظاہر کوئی واسطہ نہیں مگر ان کی

Marfat.com

شہادت اس لئے متعلق ہے کہ پڑھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ بنو اُمیّہ اور بنو ہاشم کے آگ کے شعلے کس سرعت سے بڑھ رہے تھے اور پیش خیمہ تھے اس جنگ عظیم یعنی ظلم یزید کا جو کربلا میں ٹوٹا۔

حضرت عثمان کی دردانگیز شہادت

شہادت عثمانؓ غنی میں جو نام آ رہے ہیں ان کو اس طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ مروان بن الحکم (بنی اُمیّہ میں ایک شخص چھوٹی حیثیت کا) عبد اللہ بن سعد بن سرح (حضرت عثمانؓ کا بھانجہ) ابوذر غفاریؓ (صحابی رسول اللہؐ) امیر معاویہؓ (صحابی اور یزید کے باپ) حضرتِ نائلہ (حضرتِ عثمانؓ کی بیوی) امام حسنؓ (حضرت علیؓ کے بڑے صاحبزادے) امام حسینؓ (حضرتِ علیؓ کے چھوٹے صاحبزادے) کنانہ (ایک مصری کیسرہ اور سودان (معمولی مسلمان) ابن ھانی نکاھل (جس کے باپ کو حضرت عثمانؓ نے قید کیا تھا۔ محمد بن ابو بکرؓ (خلیفہ اوّل کے صاحبزادے)۔

حضرتِ عثمانؓ کی نرمی سے مسلمان پہلے ہی باخبر تھے۔ عبد اللہ بن عمرؓ کے چھوڑ دینے پر اور بھی بدعقیدہ ہو گئے اور باوجود اس کے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو خصوصیت سے سمجھا دیا تھا۔ ان کی خلافت میں بعض نااہل امورِ خلافت پر قابض ہو گئے۔ عبد اللہ بن سعد حضرت عثمانؓ کا بھانجہ جس کی بابت حضور اکرمؐ نے قتل کا حکم دیا تھا اور وہ اپنی تدبیر اور مکر سے فرار ہو گیا تھا۔ اس وقت مصر کا گورنر یعنی حاکم اعلیٰ مقرر ہوا اور اپنی شرارتوں کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ قریب قریب تمام صوبوں کی حکومت بنو اُمیّہ کے ہاتھ میں آ گئی اور یہ لوگ جو جی چاہتا تھا کرتے تھے۔ اگر حضرت عثمانؓ تک شکایت پہنچتی تھی تو وہ اپنے حاکموں کی حمایت کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنو ہاشم بنو اُمیّہ کی طرف سے اور بھی بددل ہو گئے اور جن لوگوں کو فریقین سے کوئی تعلّق نہ تھا وہ بھی خلافت کو

Marfat.com

وبال سمجھنے لگے۔ حضرت عثمانؓ نے ایک شریر النفس شخص مروان کو سپید و سیاہ کا مالک مقرر کر معتمد خاص بنا دیا۔ جو کچھ وہ کہتا تھا وہی کرتے تھے اور اُس کی ہر تجویز سے متفق ہوتے تھے۔

ابوذر غفاریؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے اور حضور اکرمؐ کو ان کی ذات پر اس قدر اعتماد تھا کہ باوجودیکہ ہر وقت اللہ اللہ کے سوا کچھ نہ کرتے تھے ان کو ایک موقعہ پر میدان جنگ کا سپہ سالار مقرر فرما دیا اور خدا کی قدرت کہ فتح ہوئی۔ وہ شام میں موجود تھے اور معاویہؓ وہاں کے حاکم۔ اُنھوں نے جب امیر معاویہؓ کی لغزشیں دیکھیں تو ٹوک دیا اور چھپ چھپاتے نہیں بڑی بڑی مجلسوں میں۔ معاویہؓ بہت پریشان ہوئے اور یہ دیکھ کر کہ ابوذر غفاریؓ میرے مرتبہ کا مطلق لحاظ نہیں کرتے مجبور ہوئے کہ ان کے خلاف حضرت عثمانؓ کو لکھیں، حالات امیر معاویہؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کو معلوم تھا کہ ابوذرؓ خلاف مذہب کوئی بات خواہ کسی کی ہو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور سنت رسول اللہؐ سے دور کسی کو دیکھنا پسند ہی نہیں کرتے تھے یہ وہ عادت یا طریقہ تھا جس کی سرور عالمؐ نے ہمیشہ عزت کی اور ابوذر غفاریؓ کا احترام کیا مگر معاویہؓ کی شکایت پر حکم دیا گیا کہ ابوذر غفاریؓ کو یہاں بھیجدو۔ وہ سامنے آئے تو جو کچھ معاویہؓ سے کہتے تھے اس سے زیادہ امیر المومنین کو سنائیں اور کہا حضورؐ نے فرما دیا تھا کہ ابوذرؓ تنہا رہے گا اور تنہا مرے گا۔ اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں کسی طرف نکل جاؤں" (ابوذر غفاریؓ بات کے ایسے دھنی تھے کہ شام سے پیدل چلے اور مدینے پہنچ کر اسی حالت میں امیر المومنینؓ کے سامنے جا کھڑے ہوئے) حضرت عثمانؓ نے ان کی درخواست منظور کر لی اور وہ ایک معمولی گاؤں میں چلے گئے۔ صحابہؓ کو حضرت عثمانؓ کا یہ طرز عمل شاق گذرا بعض نے تو ان کے منہ پر کہہ دیا کہ "جس شخص کی رسولؐ خدا نے عزت کی اُس کی تم نے اہانت کی"!

Marfat.com

بنو امیہ اور بنو فاطمہ تو الگ رہے ان رنجشوں نے مسلمانوں کا ایک اچھا خاصہ ذگل تیار کر دیا۔ اس سے بھی زیادہ تلخ واقعہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے ہمیشہ منا میں نماز کی دو رکعتیں پڑھیں مگر حضرت عثمانؓ نے چار پڑھیں مسلمان سنت رسولؐ کے عاشق تھے بگڑ گئے اور کہا حضورؐ نے ہمیشہ یہاں دو پڑھیں تم امیر المومنینؓ ہو کر ان کے خلاف کرتے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کو یہ کہہ کر مطمئن کرنا چاہا کہ وہ قصر فرماتے تھے میں نے قصر نہیں کیا۔ مگر مسلمان تو اپنے آقا کے نام پر پروانہ تھے ان کی سمجھ میں یہ عذر نہ آیا اور ان کا غصہ اور بڑھ گیا۔

ان اختلافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں بدامنی پھیل گئی اور رعیت بغاوت پر کمر بستہ ہو گئی۔ کوفہ ان بانیان فساد کا مرکز قرار پایا۔ مختلف گروہوں کے سات نمایندے بنائے گئے۔ جب ان کی شرارت اور بغاوت کا علم حاکم کوفہ کو ہوا تو اس نے فوراً حضرت عثمانؓ کو اطلاع دی جہاں سے یہ حکم نافذ ہوا ان لوگوں کو شام میں معاویہؓ کے پاس بھیجدو یہ لوگ حکومت کا تختہ الٹ دینے کا بیڑا اٹھا چکے تھے امیر معاویہؓ کے ہاں پہنچے تو وہاں بھی اپنے خیالات کی اشاعت کی اور چند ہی روز میں اتنے کامیاب ہوئے کہ ایک بڑا فریق ان کے ساتھ ہو گیا۔ امیر معاویہؓ نے اس کیفیت کی اطلاع حضرت عثمانؓ کو دی۔ اس وقت حمص کی گورنری عاص ہی کے ہاتھ میں تھی اور وہ نہایت جابر اور سخت آدمی تھا۔ حضرت عثمانؓ نے معاویہؓ کو لکھا کہ ان ساتوں آدمیوں کو حراست میں حمص روانہ کر دو۔ حمص پہنچکر انھوں نے شام کی طرح رعیت کو ہم خیال بنانا شروع کیا، مگر عاص نے ان کو سخت سزائیں دیں اور اتنے درّے لگوائے کہ پریشان ہو گئے اور حمص سے بھاگ کر کوفہ پہنچے۔

خلافت کے کاغذات پر اب تک حضور اکرمؐ کی مُہر ہوتی تھی یہ مُہر رسول اللہ صلعم کی انگوٹھی میں تھی جو شیخین کے پاس رہی اور اب خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کے پاس تھی۔

Marfat.com

وہ ایک روز کنوئیں پر کھڑے تھے۔ انگوٹھی جس میں مہر تھی انگلی سے اتار دی وقت کی بات تھی کہ انگوٹھی ہاتھ سے چھوٹ کر کنوئیں میں گری۔ اس خبر کے مشہور ہوتے ہی لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کیں اور وہ فریق جو حضرت عثمانؓ کے خلاف تھا علی الاعلان کہنے لگا کہ امیر المومنین نے جان بوجھکر یہ انگوٹھی کنوئیں میں پھینکی اور جس طرح نماز کی رکعتوں میں اُنھوں نے سنت رسولؐ کی توہین کی اسی طرح اس انگوٹھی کی بھی بے عزتی کی۔ حضرت عثمانؓ نے کنوئیں کا تمام پانی نکلوایا اور کونہ کونہ چپہ چپہ ڈھونڈھ ڈالا۔ مٹی چھنوائی۔ گارا دکھوایا لیکن انگوٹھی نہ ملنی تھی نہ ملی۔ البتہ اس کی یادگار یہ باقی رہ گئی کہ جو مسلمان خلافت کے مخالف تھے ان کو اور تقویت پہنچی۔ ساتوں باغی اور سرکش جو شب و روز اپنی کوششوں میں سرگرم تھے اب اور زیادہ رنگ لائے اور مسلمانوں کو دل کھول کر ورغلانا شروع کیا۔ کوششیں صحیح ہوں یا غلط کسی نہ کسی حد تک بارآور ہو ہی جاتی ہیں۔ وہ مسلمان جو حضرت عثمانؓ کے جانب دار تھے وہ بھی ان باتوں سے کچھ اکڑے گئے اور بعض تو سازش میں شریک ہو کر خود ہی باغی ہو گئے۔

یہ وہ وقت تھا کہ اندرونی سازشوں کے علاوہ اسلام پر ایک زبردست حملہ ہوا اور مصر میں عبداللہ بن سبا کے عقائد پھیلنے شروع ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت اس بدعت کا قلع قمع نہ کر سکی یہاں تک کہ اس کے معتقدین میں اور مسلمانوں میں معرکہ کارزار گرم ہوا۔ مصر کا حاکم امیر المومنین کا بھانجا وہی عبداللہ بن سرح تھا۔ اس نے اس موقع پر ایک ایسی تقریر کی اور صحابہ رسول اللہؐ اور بنو ہاشم کے واسطے ایسے مکروہ الفاظ استعمال کئے کہ مسلمان رو پڑے مگر عبداللہ نے مطلق پرواہ نہ کی اور کہہ دیا کہ تم لوگ لڑنا کیا جانو تم تو فقط مسجدوں میں بیٹھے تسبیح پھیرو۔ ان الفاظ نے عام مسلمانوں میں آگ لگادی اور جمعہ کے روز جب وہ تقریر کر رہا تھا لوگوں نے اس سے کہا کہ مُرتد خاموش رہ بیہودہ بکواس کرتا ہے ہم تجھ کو کچھ نہیں کہتے مگر اس کا بدلہ عثمانؓ سے لیں گے۔"

Marfat.com

اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت عثمانؓ نہایت نرم دل اور سچے آدمی تھے اور بہت کم غصہ آتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی کسی مسلمان کو خواہ وہ کسی عقیدہ کا ہو، اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت علیؓ نے اس خلافت کے سنبھالنے میں ہر ممکن کوشش کی اور حضرت عثمانؓ کو مدد دینے میں ہرگز کوتاہی نہ کی۔ بنو ہاشم کھلم کھلا حضرت علیؓ کے خلاف ہو گئے اور سازشوں میں بھی شریک ہو گئے۔ مگر حضرت علیؓ نے مطلق ان کا ساتھ نہ دیا اور یہ بھی کہا کہ "میں جب حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکا ہوں تو آخر وقت تک ان کا ساتھ دوں گا۔"

عبداللہ بن سبا کی تقریر خالی نہ گئی اور عام طور پر مصر میں خلافت عثمانؓ کے خلاف جلسے ہونے لگے اور یہ فیصلہ ہوا کہ مدینے چل کو حضرت عثمانؓ کو معزول کردو اور حضرت علیؓ کو خلافت دلواؤ۔ حضرت علیؓ نے اس موقعہ پر باغیوں کو اچھی طرح سمجھایا اور ان سے کہا جو خلافت انتخاب سے عمل میں آئی اب اس میں تم لوگوں کو رخنہ اندازی نہ کرنی چاہیئے اور اس طرح اسلام کو کمزور کرنا مسلمانوں کو بڑی غلطی ہو گی۔ مگر یہ لوگ جو بنو ہاشم پر محدود نہ تھے۔ رضامند نہ ہوئے اور مدینہ روانہ ہو گئے، حضرت علیؓ بھی یہ سمجھ کر کہیں یہ بدبخت فتنہ نہ برپا کریں مدینے آئے۔ جب حضرت عثمانؓ کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے مسلمانوں سے مدد مانگی ان مسلمانوں میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ چنانچہ ان میں سے تین شخص گفتگو کے واسطے تیار ہو گئے۔ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ، ان تینوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا کہ "بیت المال کا روپیہ ایسوں کو دیا جو اس کے اہل نہ تھے اور اپنے بھانجے کو پندرہ ہزار درہم دیدیئے" حضرت عثمانؓ نے اس کو غلط تسلیم کر لیا اور یہ کہا کہ روپیہ میں خود لاکر دوں گا۔ یہ تینوں بزرگ خلافت کے درپے نہ تھے۔ جب ان کو اطمینان ہو گیا تو انھوں نے وعدہ کیا کہ اب ہم آپ کے ساتھ ہیں مگر فتنہ پرداز رضامند نہ ہوئے اور اپنی شرائط پر اڑے رہے اور خلافت کا

تختہ اُلٹ دینے کی تمام کوششیں کام میں لائے۔ اب مسجد نبویؐ میں ایک جلسہ عام ہوا اور حضرت عثمانؓ نے تقریر کی کہ یہ لوگ فتنہ برپا کرنے آئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے رائے دی کہ مفسدوں کو قتل کر دینا چاہیے۔ کیونکہ خلافت کے خلاف یہ جو کچھ کر رہے ہیں یہ اسلام کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔

عبداللہ بن سبا اپنے مذہب کی اشاعت کا بہترین ذریعہ یہ ہی سمجھ رہا تھا کہ کسی طرح مسلمانوں میں تفریق پیدا کر دے۔ اس نے چالاکی کی کہ بظاہر مسلمان ہو گیا اور اسلامی معلومات میں ایسی غیر معمولی دلچسپی لینی شروع کی کہ مسلمان اس کی شرارت کو صداقت سمجھنے لگے۔ اس وقت جو حضرت علیؓ کا رویّہ اس نے دیکھا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہو کر فتنہ پردازوں کے قتل کی رائے دے رہے ہیں تو وہ دنگ رہ گیا اور اس کے سوا چارہ نہ دیکھا کہ تمام مفسدوں کو لے کر کوفہ چلا جائے۔ مگر تھوڑے ہی روز بعد حج کے موقع پر ایک بڑی جمعیت کو ساتھ لے کر اس غرض سے آیا کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کرے اور جب اسلام کی طاقت فنا ہو جائے تو جو فریق اس کا ہمنوا ہو اس کو اپنا حلقہ بگوش کر لے۔ یہ گروہ مسلح تھا اور حج کے بہانہ سے آیا تھا۔ جو تین ساڑھے تین ہزار آدمیوں سے کم نہ تھا۔ انھوں نے مدینہ سے تین فرسنگ ادھر قیام کیا اور یہاں پہنچتے ہی پہلا کام یہ کیا اور اعلان کر دیا کہ ہم حضرت عثمانؓ کے معاملات کی جانچ پڑتال کرنے آئے ہیں۔ ان کی وجہ سے اسلام کو کافی نقصان پہنچ چکا اور پہونچ رہا ہے ہم ان کو معزول کریں گے اور اگر حضرت علیؓ خلافت منظور نہیں کرتے۔ تو دوسرا خلیفہ منتخب کریں گے۔ یہ پیام جس وقت طلحہؓ اور زبیرؓ کو پہنچا تو وہ پریشان ہو گئے دشمن کی جمعیت خاصی تھی اور اس میں کوفہ بصرہ اور مصر تک کے لوگ شامل تھے۔ حضرت عثمانؓ نے یہ کیفیت دیکھ کر معاملہ طلحہؓ زبیرؓ اور علیؓ کے سپرد کر دیا۔ ان لوگوں نے باہمی فیصلہ کیا کہ معاملہ اس طرح طے کریں کہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے۔ اگر دب گئے اور ان کی توقعات پوری کر دیں تو اسلام فنا ہو جائے گا

Marfat.com

اور مقابلہ کیا تو سینکڑوں مسلمانوں کا خون گرے گا اور مفت کی خونریزی ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ ان سے گفتگو کی جائے۔ چنانچہ ان تینوں کے مشورے سے یہ معاملہ سلجھ گیا اور باغی اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ صرف شرط یہ قرار پائی کہ مصر کا گورنر معزول کر دیا جائے۔

ان تینوں بزرگوں کے فیصلہ سے معاملہ طے ہو گیا تھا مگر وہی کمبخت مروان اس موقعہ پر پھر رنگ لایا اور جب دیکھا کہ فتنہ فرو ہو گیا تو اس نے حضرت عثمانؓ کو بھڑکایا اور کہا آپ کی طاقت خاک میں مل گئی اور خلافت آپ کی نہیں ہے۔ علیؓ طلحہؓ اور زبیرؓ کی ہے یہ نہ معلوم آپ کی کیا کیا مٹی پلید کریں گے۔ مناسب یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک عام جلسہ کیجیے اور صاف صاف کہدیجیے کہ میں تلوار کے زور سے فتنہ فرو کر سکتا ہوں اور اگر تم لوگ اس پر آمادہ نہ ہو تو میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ حضرت عثمانؓ نے اس بدبخت کے کہنے سے ایک جلسہ منعقد کر یہی مفہوم ادا کر دیا۔ لوگ پہلے ہی بددل ہو رہے تھے بنو ہاشم حضرت علیؓ کے کہنے سے دب تو گئے تھے مگر دل صاف نہ تھے اس تقریر نے زخموں پر نمک چھڑک دیا اور جلسہ میں ایک متفقہ آواز بلند ہوئی کہ:۔

"عثمانؓ توبہ کر اور اسلام کو فنا نہ کر"

باغی بھی آموجود ہوئے تھے۔ ان کا سرغنہ ابن سبا مجمع کو بھڑکا رہا تھا، اتنی شہ پاتے ہی ابی عمرو بن عاص جن کا ہاتھ خلافت میں پوری طرح کام کر رہا تھا اپنے الفاظ کو بار بار دوہرانے لگے "عثمانؓ" توبہ کر اور اسلام کو فنا نہ کر"

ان کے ساتھ تمام مسلمانوں کی یہی صدا بلند ہوئی تو حضرت عثمانؓ کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے مگر امیر المومنین کے آنسو مسلمانوں کی اس آگ کو نہ بجھا سکے۔ حضرت علیؓ یہ رنگ دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور حضرت عثمانؓ سے کہا آپ نے یہ کیا کیا، آپ سے کس نے یہ تقریر کرنے کو کہا تھا۔ اپنے بھانجے عبداللہ کو پروانہ لکھنے کی جو شرط تھی وہ اب تک پوری نہیں ہوئی اور وہ بدستور کام کر رہا ہے۔ بیت المال کا روپیہ آپ نے بیجا صرف کیا۔ مروان دو دن کا

لونڈی کا غلام آج اس قابل ہو گیا کہ امورِ خلافت میں دخل دے معاویہ صرف آپ کی وجہ سے میرے خلاف ہے!"

حضرت عثمانؓ روتے ہوئے طلحہؓ زبیرؓ اور حضرت علیؓ تینوں کی طرف بڑھے اور کہا "اب جو آپ فرمائیں وہ کروں" حضرت علیؓ نے کہا "غلطیوں کا اقرار کیجئے اور کہئے کہ میں بشر ہوں سہو و خطا سے مرکب، مسلمانوں معاف کرو۔ میں اس کا تدارک کرتا ہوں" حضرت عثمانؓ نے اس مشورہ پر عمل کیا ادھر حضرت علیؓ کی تحریک پر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے مسلمانوں کو سمجھایا اور کسی نہ کسی طرح بات ختم ہو گئی۔ مگر اب سب سے بڑا مطالبہ عبداللہ کا تھا جس پر صلح مشروط تھی اور جس کی تعمیل اب تک نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ ایک حکم امیر المومنین کی طرف سے اس کے نام جاری کیا گیا کہ فوراً اپنے عہدہ سے دست بردار ہو کر گورنری محمد بن ابوبکر کے حوالے کرے، یہاں تک معاملہ رو براہ تھا۔ سب کام مرضی کے موافق ہو گئے حضرت عثمانؓ بھی خوش اور مسلمان بھی، مگر اب ایک اور گل کھلا اور وہ یہ کہ قاصد تین چار ہی منزل گیا تھا کہ ایک ناقہ سوار جاتا نظر آیا۔ محمد ابوبکر کے ہمراہیوں نے جو بھاگم بھاگ عبداللہ کو معطل کرنے جا رہے تھے اس کو دیکھ کر روکا اور جب یہ معلوم ہوا کہ امیر المومنین کے غلام کا اس وقت جانا کوئی معنی رکھتا ہے تو تلاشی لی۔ اس کے پاس سے امیر المومنین کا ایک خط نکلا جو عبداللہ کے نام تھا اور اس میں لکھا تھا کہ محمد بن ابوبکر کو فوراً قتل کرے اور جن لوگوں نے بغاوت کی ہے ان کو پوری سزا دے۔ یہ خط پڑھ کر مسلمان آگ بگولا ہو گئے اور قاصد کو پکڑ کر گالیاں دیتے برا بھلا کہتے اور چیختے چلاتے مدینے لوٹے۔ حضرت عثمانؓ نے قسم کھائی کہ مجھے اس خط کا علم نہیں اور نہ مجھے مُہر کی بھی خبر نہیں کہ کس نے لگائی اور کب لگائی مسلمان آپے سے باہر تھے اور تلواریں میان سے باہر نکال لی تھیں۔ مگر حضور اکرمؐ کی صحبت میں وقت گذار چکے تھے اس لئے جوہر انسانیت بھی ایسا معدوم نہ ہوا تھا کہ کھرے کھوٹے کی تمیز نہ کر سکیں

اُنھوں نے حضرت عثمانؓ کی قسم کا یقین کر لیا۔ اور فیصلہ کیا کہ یہ تمام کارستانی نمک حرام مروان کی ہے اور وہ انگوٹھی جو حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے گم ہوئی وہ اسی کے قبضہ میں ہے۔ اس لئے اُنھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ امیرالمومنین اگر بے گناہ ہیں تو ہم کو پرخاش نہیں۔ مگر مروان کی شرارتیں اب اس حد تک پہنچ چکی ہیں کہ برداشت کی قوت باقی نہیں اس لئے مروان کو ہمارے حوالے کیجئے کہ ہم اس کی بدمعاشیوں کی سزا دے کر اپنا دل ٹھنڈا کریں اور اسلام کو ایسے مکّار سے پاک کریں۔

ہم اس کا جواب نہیں دے سکتے کہ حضرت عثمانؓ کا وہ تامّل جو اُنھوں نے مروان کے حوالے کرنے میں کیا۔ کیوں تھا اور کیا تھا۔ رحم و کرم تھا یا خوف و کمزوری، بہرحال باوجود تقدّسِ طلحہؓ اور شجاعتِ علیؓ سے پوری طرح باخبر ہونے کے عامۃ المسلمین حضرت عثمانؓ کے قتل پر کمربستہ ہو گئے۔ طلحہؓ اور علیؓ دونوں نے اپنے اثر سے کام لیا سمجھایا بھی اور ڈرایا بھی۔ مگر اب یہ سیلاب رُکنے والا نہ تھا، حضرت علیؓ جو کچھ کر سکتے تھے وہ یہ کہ امام حسنؓ کو ان کی مدد کے واسطے چھوڑ کر باغیوں کی طرف متوجہ ہوئے کہ شاید راہ راست پر آجائیں، مگر وقت آپہنچا تھا۔ حضرت زبیرؓ کی اعانت کام آئی نہ حضرت علیؓ کی حضرت طلحہؓ کی تلقین کا اثر ہوا نہ حضرت سعدؓ کی فہمایش کا، باغی مقابلہ پر اڑ گئے اور اعلان کر دیا کہ جائیں رہیں یا جائیں ہم کو اب اسلام کا بدلہ لینا ہے مروان جیسے بے ایمان کا قتل ہمارا فرض اور حضرت عثمانؓ کو معطل کرنا ہمارا ایمان ہے۔

میدان کارزار گرم ہونے والا تھا حضرت علیؓ کی علمیت اور حضرت طلحہؓ کی فراست باغیوں کا منہ تک رہی تھی اور باغی اللہ اکبر کے نعروں میں امیرالمومنین کی خلافت پر طعن کر رہے تھے، جب اُنھوں نے بآواز بلند کہہ دیا کہ تلواریں مروان اور عثمانؓ کی گردنیں جدا کرنے کے بعد میان میں ہوں گی تو سیدہؓ کا لال جس کی سواری خدا کا رسولؐ تھا اور شباب جس کی صورت پر قربان ہو رہا تھا اپنے نانا کے محسن کی حمایت کو آگے بڑھا

Marfat.com

اور تلوار کی چھاؤں میں امیر المومنین کو ان کے گھر لے چلا۔ امام حسنؓ کی صورت دیکھ کر باغیوں کا چہرہ سرخ تو ہو گیا۔ مگر جانتے تھے کہ اس باپ کا بیٹا ہے جس کا ایک نعرہ زمین و آسمان کے ٹکڑے اڑا دے گا۔ خاموش حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچے، جہاں تینوں بزرگوں نے ان کو سمجھا بجھا کے ٹھنڈا کیا۔ حضرت عثمانؓ نے گھر پہنچکر امام کی پیشانی کو بوسہ دیا اور دعا دی، دوسرے روز جمعہ تھا اور امیر المومنین کی شرکت ضروری، بعد نماز امیر المومنین نے تقریر کا قصد کیا۔ مگر باغی فیصلہ کر چکے تھے کہ اگر آج مروان کو نہ دیا تو اس کے ساتھ حضرت عثمانؓ کا بھی خاتمہ کر دیں گے، چنانچہ ایک شخص کلیم نے کھڑے ہو کر کہا کہ "جان کی خیر ہے تو مروان کو سر راہ قتل کر دو" امیر المومنین نے جواب دیا کہ تم "میرے مخالف ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میری خلافت کے ساتھ صحابہ رسول اللہؐ ہیں"۔ اب مسلمانوں کو تاب نہ تھی اور وہ یہ کہہ کر آگے بڑھے کہ "عثمانؓ تیرے ساتھ صحابہ میں سے کوئی نہیں۔ ہاں عبداللہ، معاویہ، اور مروان تیرے ساتھ ہیں"۔ قریب تھا کہ بلوائی حضرت عثمانؓ کا خاتمہ کر دیں کہ آج پھر تیغ حسنی بلند ہوئی اور مسجد نبوی میں یہ الفاظ گونجے "کس کی مجال ہے کہ خلیفہ وقت کے خلاف تلوار اٹھا سکے جب تک حسنؓ کے جسم پر سر اور اس کے ہاتھ میں تلوار موجود ہے تم کچھ نہیں کر سکتے"!

باغی دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور امیر المومنین امام حسنؓ کی پناہ میں گھر پہنچ گئے۔ اب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا اور دانہ پانی بالکل بند کر دیا لڑائی ہوئی، ادھر ادھر کے آدمی مارے گئے، مروان باغیوں سے لڑا اور اس کی جمعیت نے کئی دن تک مقابلہ کیا لیکن باغیوں کی تعداد زیادہ تھی اس لئے غالب آئے اور اندر گھس گئے!

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے حالات اس قدر درد انگیز ہیں کہ بیان سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں جس وقت جماعت اندر داخل ہوئی تو وہ تلاوت کلام اللہ میں مصروف تھے، پہلے مروان کے غلاموں اور باغیوں میں لڑائی ہوئی اور طرفین [illegible] سے آدمی قتل

Marfat.com

ہوئے مگر جب باغی غالب آئے تو اس طرف رخ کیا جہاں مسلمانوں کا تیسرا خلیفہ خدا کی مقدس کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ محمد ابن ابی بکر نے امیر المومنین کی ڈاڑھی پکڑ کر نہایت نازیبا الفاظ استعمال کیے جس کے جواب میں انھوں نے صرف اتنا کہا "اگر تیرا باپ یہ کیفیت دیکھتا تو ناخوش ہوتا" محمد نے ڈاڑھی چھوڑ کر نیچی گردن کر لی اور باہر آگئے۔ اس وقت ایک شخص کنانہ نامی تلوار نکال کر آگے بڑھا، مگر بعض مسلمانوں نے منع کیا اور کہا "ہم کو خلافت کی ضرورت ہے، ان کے خون کی ضرورت نہیں" جب کنانہ نے ہاتھ روکا تو انہیں لوگوں نے کہا "اب آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں" مگر حضرت عثمانؓ نے جواب دیا "خدا کی دی ہوئی چیز کون لے سکتا ہے"

اب مفسدوں کو تاب ضبط نہ رہی اور کنانہ نے تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ کان کٹ گیا۔ اور اس کے بعد دوسرے آدمیوں نے پے درپے وار کیے حضرت عثمانؓ کا خون قرآن کے ان الفاظ پر پڑا ہے۔

"خدا ہی کفایت کرے گا اور وہی بہتر جاننے والا اور سننے والا ہے"

حضرت عثمانؓ کی بی بی نائلہ شوہر کی حمایت کو اٹھیں اور ان کے اوپر چھا گئیں کہ بچا لیں مگر ان کے ہاتھ زخمی ہوئے اور اس طرح بارہ سال خلافت کرنے کے بعد ۸۲ سال کی عمر میں ۳۵ھ ہجری میں حضرت عثمانؓ شہید ہوئے۔

• جس گھر میں خدا کا کلام جمع ہو رہا تھا جس سرزمین پر کلام اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں۔ اسی گھر میں اور اسی سرزمین پر اس شخص کا خون گرا ہوا ہے جو قرآن کو جمع کر رہا تھا۔ جمعہ کا دن ہے۔ آفتاب کی حرارت کم ہو چکی ہے عصر کی نماز سے فراغت پانے والے مسلمانوں نے جو کیفیت دیکھی اس نے دل ہلا دیئے مسلمانوں کا تیسرا خلیفہ عثمانؓ غنی روزہ کی حالت میں شہید ہوا پڑا ہے۔ اس کے برابر خدا کی کتاب رکھی ہوئی ہے اور ورق خون میں لتھڑے ہوئے ہیں، ایک طرف خلیفہ وقت کی بیوی نائلہؓ بے ہوش پڑی ہیں مسلمانوں

Marfat.com

تاریخ کی زبان اور میرے قلم سے اپنی داستان سنو اور پیتا پڑھو، ابھی آفتاب غروب نہ ہوا تھا کہ بی بی نائلہؓ نے آنکھ کھولی، کٹی ہوئی اُنگلیوں سے خون بہہ رہا تھا اور برابر میں کلام الٰہی رکھا ہوا تھا۔ اُٹھیں تو ایک خونخوار شخص ھانی تلوار ہاتھ میں لئے اندر داخل ہوا کلام الٰہی کو بوسہ دے کر اوپر رکھا تو روزہ دار شوہر کی خون میں لتھڑی ہوئی لاش پر نظر پڑی، بیتاب ہو کر مُنہ پر ہاتھ پھیرا تو ھانی کی آواز کان میں آئی "ہٹ جا کہ عثمانؓ کی لاش سے بدلہ لے کر دل ٹھنڈا کروں۔ تو کون ہے اور تیری اُنگلیاں کہاں گئیں" بی بی نائلہ شوہر کی لاش پر جھک گئیں اور کہا "امیر المومنین کی بیوی نائلہ ہوں، تو مسلمان ہے رحم کر اور مردے کو اذیت نہ دے، بے گناہ امیر المومنین کو مسلمان شہید کر چکے اور جس وقت مفسدوں کا گروہ تلواریں لے کر ٹوٹا ہے اس وقت میرے پاس اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ تلواروں کے وار اپنے ہاتھوں پر روکوں، میں نے ہر چند ان سے کہا، منت خوشامد کی مگر ان کے سر پر شیطان سوار تھا باز نہ آئے۔ تو غور سے دیکھ یہ روزہ دار لاش اس کی ہے جس کے احسانات کا میرے اور تیرے مولا نے اقرار کیا ہے۔ تو نے دیکھا یا سُنا ہوگا کہ جب مسجد نبویؐ میں جماعت کے واسطے جگہ تنگ ہوئی تو رحمۃ للعلمین نے بآواز بلند فرمایا کہ وہ کون اللہ کا بندہ ہے جو اس مسجد کو وسیع کر دے، اس وقت جس شخص نے زمین خرید کر وقف کی اور نمازیوں کے لئے مسجد بنوا دی وہ یہی امیر المومنینؓ تھا۔ جو آج افطار کے وقت مسلمانوں کے ہاتھ سے بے گناہ شہید ہوا۔ تیرے کان آشنا ہوں گے، یا آنکھوں سے دیکھا ہوگا کہ جب حضور اکرمؐ یہاں تشریف لائے تو صرف ایک کنواں بیر رومہ یہودیوں کی ملکیت تھا جس سے مسلمان پانی پیتے تھے جب وہ کنواں یہودی نے مسلمانوں کے واسطے بند کر دیا تو مسجد نبوی کی دیواریں صدائے رحمۃ للعلمین کی شاہد ہیں جب حضورؐ کی یہ آواز اس فضا میں گونجی کہ کون ہے۔ جو بیر رومہ مسلمانوں کے واسطے وقف کر دے، اور صبح سے پیاسے مسلمانوں کو پانی سے سیراب کرے تو ارشاد نبویؐ کی تعمیل جس شخص

Marfat.com

سنے کی اور کنواں خرید کر مسلمانوں کے حوالہ کیا وہ یہی امیر المومنین تھا جس کی لاش خون آلود تیری آنکھیں دیکھ رہی ہیں جس کی پنڈلی کبھی فرشتوں نے نہ دیکھی وہ آج بے گور وکفن ننگا دھڑنگا اس گھر میں پڑا ہوا ہے !!

خدا کے بندوں انصاف سے کام لو اور ارشاد رسولؐ کو اس قدر جلد فراموش نہ کرو یاد رکھو عثمانؓ بے گناہ کا خون رنگ لائے گا اور ایسی آگ لگائے گا جو قیامت تک فرو نہ ہوگی۔" ھانی کی آنکھوں سے خون اُبل رہا تھا اس نے بیوی نائلہؓ کو دھکا دے کر الگ پھینک دیا اور کہا "میں نے عہد کیا ہے کہ امیر المومنینؓ کا چہرہ طمانچے مار کر سُرخ کر دوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے طمانچے مارنے شروع کیے" پاک دامن نائلہ کی محبت یہ ظلم برداشت نہ کر سکی وہ اُٹھیں اور کہا، میرے کٹے ہوئے ہاتھ تن سے جُدا کر دے، مگر للہ اس بے گناہ لاش کی بے حرمتی نہ کر، ھانی نے کڑک کر جواب دیا "میرے باپ ھانی کو عثمانؓ نے قید کیا میرے دل میں رحم نہیں ہے" یہ کہہ کر اس نے گرز اُٹھایا اور ہڈیاں پسلیاں ایک کر دیں، نائلہ بی بی "ہائے" کہہ کر اس کے قدموں پر گریں، مگر اس نے ٹھکرا دیا اور یہی کہتا رہا۔ "نائلہ تیرا شوہر اس سے بھی زیادہ سزا کا مستوجب ہے"

مغرب کی اذان بلند ہوئی تو ھانی نے کہا "جی یہ چاہتا ہے کہ اس لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا۔ مگر نماز کا وقت ہے اس لئے چھوڑ دیتا ہوں"

تین دن اور تین رات حضرت عثمانؓ کا جنازہ بے گور وکفن پڑا رہا چوتھے روز حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ نے تجہیز وتکفین کی تو باغیوں نے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا اور جو شخص جامع القرآن، سب سے پہلا حافظ۔ اسلام کا محسن اور امیر المومنینؓ تھا یہودیوں کے قبرستان میں دفن ہوا۔

چوتھی خلافت کا انتخاب

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اب پھر خلافت کا مسئلہ درپیش تھا اور

Marfat.com

حضرت علیؓ کے سوا اکثر کی خواہش اور کوشش تھی کہ خلافت ہمارے ہاتھ آئے مگر اس افراتفری میں کیا خاک فیصلہ ہوتا نتیجہ یہ ہوا کہ سات روز تک کوئی خلیفہ نہ ہوا اور مسندِ خلافت خالی پڑی رہی۔ اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ مسلمانوں کا ایک گروہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آپ خلافت قبول فرمائیے۔ حضرت علیؓ مسلمانوں کی طبیعت سے پوری طرح واقف تھے اور اچھی طرح جانتے تھے کہ اب خلافت بھُس کی چنگی ہے جس کو جالو کی طرح مسلمان ڈال کر دور سے تماشہ دیکھیں گے، اس لئے اُنھوں نے انکار کر دیا۔ اور کہا "کوفہ حضرت زبیرؓ کا اور بصرہ حضرت طلحہؓ کا خواستگار ہے اور ادھر معاویہؓ بھی ساعی ہیں، ان حالات میں مسلمانوں کی خلافت مصیبت ہے۔ مجھے یہ منظور نہیں، جماعت جس کے حق میں فیصلہ کرے گی میں بھی اس کی بیعت کر لوں گا۔"

حضرت علیؓ کے اس جواب پر مسلمان ابھی خاموش بیٹھے تھے۔ اور سوچ رہے تھے کہ کس طرح حضرت علیؓ کو خلافت قبول کرنے پر مجبور کریں کہ قریب قریب تمام مدینہ اُمنڈ پڑا۔ اور سربرآوردہ حضرات نے حضرت علیؓ سے کھُلّم کھُلا کہدیا کہ "آپ کو خلافت قبول کرنی پڑے گی۔ کیونکہ اب کوئی اور اس کا اہل نہیں ہے۔" حضرت علیؓ نے کہا "تم کوئی اور آدمی منتخب کرو، پہلا شخص جو اُس کے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ میں ہوں گا۔" اب یہ ہوا کہ مسلمان تین حصّوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک حصّہ حضرت طلحہؓ کے پاس گیا ایک حضرت زبیرؓ کے پاس اور ایک انصار کے پاس۔ مگر ہر جگہہ سے یہی جواب ملا کہ خلافت کا اہل حضرت علیؓ کے سوا کوئی نہیں۔ چنانچہ سب مل کر حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا "اگر آپ منظور نہیں کرتے تو اور کوئی خلیفہ نہیں ہو سکتا اور قیامت کے روز تمام ذمہ داری آپ کی ذات پر ہو گی۔" اس پر حضرت علیؓ خاموش ہوئے اور فرمایا "چلو مسجد میں چل کر مشورہ کریں شاید کوئی اللہ کا بندہ اس بار کو اُٹھا لے۔" یہاں حضرت علیؓ نے تقریر کی اور کہا

Marfat.com

"میں خلافت کے واسطے تیار نہیں ہوں، بہتر ہوگا کہ تم خلیفہ منتخب کرو، میں بیعت کے واسطے تیار ہوں۔ اصحاب رسول اللہ کی رائے پر عمل کرو اور میری خواہش ان کی خدمت میں پہنچا دو، وہ ضرور میری اس تجویز سے متفق ہوں گے اور مجھ کو معاف کر دیں گے"

چنانچہ سب نے سعد بن وقاص، سعد بن زید، عبداللہ بن عمرؓ سے فرداً فرداً درخواست کی مگر بے سود، یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے دوبارہ تقریر کی اور حکیم بن حنبلہؓ اور حضرت طلحہؓ سے کہا آپ خلافت قبول کیجئے" ان دونوں نے انکار کر دیا اور طلحہؓ نے یہ الفاظ کہے۔

"معاذ اللہ ابوالحسن کی موجودگی میں میری خلافت!"

اس پر مالک بن اشتر نے آواز دی "علیؓ ہاتھ بڑھائیے" چنانچہ حضرت علیؓ نے ہاتھ بڑھایا تو سب سے پہلے حضرت طلحہ نے پھر سعید، سعد، عبداللہ وغیرہ نے بیعت کی اور یہ سلسلہ جاری رہا لیکن بنی اُمیہ کا ایک گروہ بغیر بیعت کئے معاویہ کے پاس شام چلا گیا۔

حضرت علیؓ کی خلافت کا بنو اُمیہ پر اثر

حضرت علیؓ کی خلافت کے بیان سے پہلے چار باتیں سمجھ لینی ضروری ہیں تاکہ کربلا کے خونین واقعہ کی تہ میں جو راز کام کر رہا ہے وہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

(۱) مسلمانوں کا ایک گروہ (بنی اُمیہ) حضرت علیؓ کے خلیفہ ہوتے ہی شام میں امیر معاویہؓ کے پاس چلا گیا۔

(۲) امیر معاویہؓ نے ہر جمعہ میں حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتہ مسلمانوں کو دکھانا شروع کیا جس نے بنو ہاشم کے خلاف بنو اُمیہ کو جنگ و جدال کی پوری ترغیب دی جس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ امیر معاویہؓ کی دلی خواہش تھی کہ حضرت علیؓ

Marfat.com

معزول ہوں اور خود خلیفہ ہوں۔

(۳) حضرت طلحہ و حضرت زبیر نے بظاہر بیعت کر لی مگر دل میں کدورت موجود رہی۔

(۴) بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کی دیرینہ عداوت کو حضرت عثمانؓ کی شہادت سے اس لئے اور ترقی ہوئی کہ مفسدوں نے واقعات سے بنو اُمیہ کو یقین دلایا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت محض بنو ہاشم کی کوشش سے ہوئی حالانکہ حضرت علیؓ نے ان کی خلافت کو تقویت دینے میں ہر ممکن کوشش سے کام لیا۔ یہاں تک کہ ایک موقعہ پر اُنھوں نے امام حسنؓ کو یہ کہہ کر طمانچہ مارا کہ بلوائیوں کو مارنے اور حضرت عثمانؓ کو بچانے میں پوری کوشش نہ کی یہ چاروں موٹی موٹی باتیں معلوم ہونے کے بعد واقعات پر اچھی طرح غور ہو سکتا ہے، اور اب صرف ایک بات باقی رہی ہے، اور چونکہ وہ بھی اس نزاع سے متعلق ہے اور حضرت علیؓ کی ذات کو اس سے خاص تعلق ہے اس لئے ان کی خلافت پر بحث کرنے سے پہلے اس کا ذکر بھی ضروری ہے۔

جنگِ جمل

اُم المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ ایک سفر میں حضور اکرمؐ کے ساتھ تھیں، واپسی میں مدینہ ایک پڑاؤ رہ گیا تھا کہ رات کو قیام ہوا اور صبح کو کوچ۔ اس وقت چونکہ پردہ کے متعلق احکام نازل ہو چکے تھے جسم یا چہرہ چھپانے کی غرض سے یا کچھ پردہ کی وجہ سے کچھ اندھیرے کی وجہ سے ساربان یہ نہ سمجھ سکا کہ اُم المومنینؓ سوار ہو گئیں چل پڑا لیکن اُم المومنین اس وجہ سے کہ جو ہار ان کے گلے میں تھا اور رمانگے کا تھا وہ گر پڑا تھا، اس کے ڈھونڈھنے میں رہیں اور جب صفوان بن العطل اسلمی جو قافلہ کا چوکیدار تھا اور جس کا یہ کام تھا کہ روانگی کے بعد گری پڑی چیزوں کو اُٹھائے۔ آیا تو دیکھا کہ اُم المومنینؓ رہ گئیں۔ وہ یہی کر سکتا تھا کہ

Marfat.com

اپنے اونٹ پر سوار کیا اور خود مُہار ہاتھ میں لے پیدل روانہ ہوا جب وہ اُم المومنین کو لیکر پڑاؤ پر پہنچا اور لوگوں نے یہ کیفیت دیکھی تو اُم المومنینؓ کے رہ جانے پر اور تنہا آنے پر چہ می گوئیاں شروع ہوئیں اور مختلف آدمیوں نے مختلف رائے کا اظہار کیا۔ منافقین کے ایک گروہ نے جو بظاہر مسلمان تھے اور بہ باطن منافق اس واقعہ کا چرچا شروع کر دیا۔ اور اس خبر کو خوب نمک مرچیں لگا کر پھیلا دیا۔ دو شخص عبد اللہ ابن مستول اور مطح بن اثاثہ اس الزام کے قائم کرنے میں منافقین کے سرتاج تھے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر حضور کے کان میں پہنچی۔ اور آنحضرت نے تمام احباب و اصحاب سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ اُم المومنین کی بریت میں ہر متنفس نے شہادت دی اور ہر شخص کی رائے یہ تھی کہ بی بی عائشہ کا دامن الزام سے پاک ہے۔ مگر مسلمانوں کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس صفائی میں یہ الفاظ اور کہے کہ اگر آپ اُم المومنینؓ کو چھوڑنا چاہیں تو یہ بھی مشکل نہیں۔ جب معاملہ طے ہو چکا اور بات ختم ہو گئی تو حضرت علیؓ کے یہ الفاظ اُم المومنین کو ناگوار ہوئے اور دل میں گرہ پڑ گئی۔

معاملہ پر نظر ڈالنے سے پہلے اُن چار باتوں کے سوا جو اوپر بیان کی گئیں۔ پانچویں بات بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں اور اس کو بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے جس وقت حضرت عثمانؓ شہید ہوئے ہیں تو اُم المومنین حج کو تشریف لے گئی تھیں اُن کی واپسی کے وقت بنی اُمیہ کے کچھ آدمی پہلے ہی سے آگے جا پہنچے اور اُنھوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت صرف حضرت علیؓ کی وجہ سے ہوئی اور اُن کے قتل کا تمام بار حضرت علیؓ کے ذمہ ہے۔ یہ سُنتے ہی حضرت عائشہ بجائے مدینہ آنے کے مکّہ چلی گئیں، اور اُن کو خیال ہوا کہ حضرت علیؓ کی خلافت مجھ کو مدینہ میں خوش نہ رکھ سکے گی۔

اُم المومنین کے مکّہ چلے جانے پر حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ کے دل بھی اُکھڑ گئے اور اُنھوں نے بھی مکّہ چلے جانے کا قصد کیا۔ اور حضرت علیؓ سے اجازت مانگی تو حضرت علیؓ

Marfat.com

چونکہ حقیقت سے بے خبر تھے اجازت دے دی۔

مروان جس کی بابت خیال تھا کہ شہادت خلیفہ ثالث کے موقعہ پر مر گیا تھا۔ زخم سے جانبر ہوا۔ اور اپنا ایک علیحدہ فریق حضرت علیؓ کے خلاف تیار کیا اور یہ سب کو اُم المومنین کے پاس لے کر مکّہ پہنچا جنھوں نے شہادت حضرت عثمانؓ کے حالات اس درد انگیز طور پر بیان کئے کہ اُم المومنین کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ اور ان کو یقین ہو گیا کہ اس شہادت میں حضرت علیؓ کا پورا ہاتھ ہے۔

حقیقتاً ان لوگوں نے اُم المومنین کی آڑ میں دل کے جلے پھپولے پھوڑے اور ان کو لڑائی پر آمادہ کیا۔ چونکہ عرب میں اونٹ کو جمل کہتے ہیں اور بی بی عائشہؓ اس لڑائی میں جو حضرت علیؓ کے خلاف ہوئی۔ اونٹ پر سوار تھیں اس لئے تاریخ اسلامی اس کو جنگ جمل لکھتی ہے جس میں چمنستان اسلام کے تر و تازہ پھول روندے اور چوٹی کے پھل گاجر مولی کی طرح کاٹے گئے، ایسے ایسے بزرگ اور صحابہ جن کے جنتی ہونے کی خبر حضور اکرمؐ نے دی، دونوں طرف سے اس لڑائی میں کام آئے۔ فیصلہ حضرت علیؓ کے حق میں ہوا اور سولہ سترہ ہزار مسلمانوں کا خون جنگ جمل پر قربان ہوا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جیسے مقدس افراد جن کو صحبت رسولؐ میں شریک ہونے کا فخر تھا رخصت ہوئے۔

جنگ کے بعد جب حضرت علیؓ اُم المومنینؓ کے سامنے آئے تو فرمایا "خدا تمہارے ہمارے گناہوں کو معاف کرے"۔ اس کے جواب میں اُم المومنینؓ نے بھی یہی فرما اور حضرت علیؓ نے اُم المومنینؓ کو عورتوں کے ایک رسالہ کے ساتھ جو مردانہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ مدینہ روانہ کر دیا۔

جنگ جمل کے متعلق ہر مسلمان کو واقعات پڑھنے کے بعد رائے قائم کرنے کا حق حاصل ہے لیکن ہم کو اس سلسلہ میں سب سے پہلے ایک بات لکھنی ہے اور وہ یہ کہ

Marfat.com

جس وقت اُم المومنین مع اپنے لشکر کے تشریف لے جا رہی تھیں تو ایک گاؤں کے قریب کتّوں نے بھونکنا شروع کیا، اس وقت آپ نے پوچھا کہ اس گاؤں کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا حوّاب اُم المومنینؓ نے فرمایا "ٹھیر جاؤ مجھے رسول اللہ کی ایک حدیث یاد آگئی کہ میری بیویوں میں سے ایک پر حوّاب کے کتّے بھونکیں گے اور وہ غلطی پر ہوگی"۔

سر برآوردگان لشکر نے کہا یہ حوّاب نہیں ہے اور اپنے جواب میں بعض آدمیوں کی شہادت بھی پیش کی مگر آپ نے ایک نہ سُنی اور یہ کہا کہ مجھے لڑائی سے واسطہ کیا مجھے گھر جانے دو، مگر ایک نہ چلی اور طبل جنگ بجنے لگا۔

اس سلسلے میں ایک اور خیال ہے جس کا بیان کرنا ضروری ہے اور وہ اس طرح کہ جب حضرت علیؓ کی کوئی کوشش لڑائی کو نہ روک سکی اور اُنھوں نے دیکھا کہ فریقین میں سچّے اور پکّے مسلمان بھی ہیں اور یہ جنگ اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا دے گی تو اُم المومنین کی خدمت میں ایک پیام بھیجا جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ مفسدوں کے پھندے میں پھنس گئی ہیں۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ شہادت عثمانؓ سے میرا کوئی تعلق نہیں مگر یہ پیام ان تک نہ پہونچ سکا۔ اور پیامبر ناکام واپس ہوا۔ اب حضرت علیؓ عجیب پریشانی میں تھے اور اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ اگر مجھے فتح بھی ہوئی تو نہایت قیمتی ہوگی اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابیوں کا خون صرف غلط فہمی کی تلوار سے بہے گا۔ مگر حضرت علیؓ کو اب مقابلہ کے سوا چارہ نہ تھا۔

۳۶ھ ہجری میں جب لڑائی شروع ہوئی اور بہت سے مسلمان شہید ہو گئے اور لڑائی ختم نہ ہوئی تو اُم المومنین نے بآواز بلند کہا کہ "میں صرف عثمانؓ کے خون کا بدلہ چاہتی ہوں میرا مقصد مسلمانوں کے خون سے پورا نہیں ہوتا" مگر اب اُم المومنین کی سُنتا کون تھا۔

لڑائی زور شور سے ہوئی اور دوسرے دن سینکڑوں مسلمان دونوں طرف کے شہید ہوئے اور حضور اکرمؐ کے اس ارشاد کا کہ عثمانؓ کی شہادت پر مسلمانوں کا خون

بہے گا، ایک ایک حرف پورا ہوا۔

حضرت علیؓ کو سب سے زیادہ تعجب حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ پر تھا کہ ایسے ذی مرتبت لوگ جو برسوں صحبت رسولؐ میں رہے کس طرح خلاف ہو گئے اور جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ انھوں نے دل سے بیعت نہ کی تھی بلکہ مصلحتاً یا خوف زدہ ہو کر، تو اور بھی متحیر ہوئے۔ اُم المومنین نے فریقین کی یہ کیفیت دیکھ کر جب واپسی کا قصد کیا تو بصرہ کا حاکم عثمانؓ بن حنیف بہت برہم ہوا اور کہا کہ جب تک طلحہؓ اور زبیرؓ میدان جنگ سے نہ ہٹیں گے آپ نہیں ہٹ سکتیں، پہلے ان کی بیعت کا فیصلہ کیجئے کہ کیوں کی؟ چنانچہ جب ان سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ مالک اشتر یہ کے خوف سے ہم نے بیعت کی تھی کہ وہ حضرت علیؓ کا طرف دار تھا۔ اُم المومنینؓ اس جواب سے مطمئن نہ ہوئیں اور ایک اور شخص قاصد کی حیثیت سے بھیجا گیا کہ وہ معلوم کرے کہ ان دونوں نے بیعت کس طرح کی اور وہ کیوں برگشتہ ہوتے ہیں، اس قاصد کے سامنے ان دونوں نے کوئی کوئی جواب نہ دیا۔ مگر دوسرے لوگوں نے کہا کہ بیعت مجبوری تھی۔ اس پر مسجد میں لڑائی شروع ہوئی اور اس معاملہ میں بھی کچھ مسلمان ضائع ہوئے۔ ان میں بھی نہایت بزرگ صحابہ تھے عثمانؓ بن حنیف حاکم بصرہ کا دستہ قتل ہوا اور وہ خود گرفتار ہو کر آیا تو سب کا فیصلہ یہی ہوا کہ اس کو قتل کر دو۔ اس موقع پر اُم المومنین نے روکا اور کہا بڈھے آدمی کو قتل کرنے سے کیا فائدہ۔ عثمانؓ چھوڑ دیا گیا۔ مگر اس کی تمام ڈاڑھی نوچ لی گئی۔

عثمانؓ بن حنیف باوجودیکہ ایک طرح سے حضرت علیؓ کا باغی تھا اور جس وقت اُم المومنین نے قصد جنگ کیا ہے تو آن کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میں آپ کے ساتھ ہوں مگر حضرت علیؓ کو اس کی یہ توہین اچھی نہ معلوم ہوئی اور جب یہ دیکھا کہ لڑائی ٹلنے والی نہیں تو انھوں نے بھی احکام جنگ جاری کر دیئے۔ اس موقع پر ابو موسیٰ اشعری عامل کوفہ نے جنگ کی تیاری سے انکار کر دیا اور لکھ بھیجا کہ حضرت عثمانؓ کا انتقام

جس کے واسطے اُم المومنین آمادہ ہوئیں نہایت ضروری ہے ہر چند کوشش کی کہ ابو موسےٰ اپنے خیال سے باز آئیں مگر کامیابی نہ ہوئی آخر عمار بن یاسر اور مالک بن اشتر روانہ کیے گئے کہ وہ راہ راست پر لائیں مگر ان کی بھی کچھ نہ چلی اور ابو موسیٰ نے ان دونوں کی تجاویز کو بھی نامنظور کر دیا مجبوراً مالک نے سختی سے کام لیا۔ اور تھوڑی جمعیت ساتھ لے کر ابو موسیٰ کے مکان پر قبضہ کر لیا۔ اور کہا تیری ملکیت کوئی شے نہیں ہے ہر چیز خلیفہ کی ہے اور جب تو منحرف ہوا تو تیرے حقوق زائل ہو گئے۔ ابو موسیٰ کے زیر ہوتے ہی کوفہ اور کوفہ والے حمایتوں کا شور ختم ہوا۔ طلحہؓ اور زبیرؓ اور ان کے ہمراہی میدان میں آئے۔ اِدھر سے حضرت علیؓ کی فوج بھی مقابلہ کو نکلی۔ اور گھمسان کا رَن پڑا۔

جب لڑائی شروع ہونے کا وقت آیا تو حضرت علیؓ نے پہلا حکم یہ دیا کہ وہ گروہ جس نے حضرت عثمانؓ کے خون میں کسی طرح بھی کوئی حصہ لیا میدان جنگ سے ہٹ جائے تاکہ مسلمانوں کو بدگمانی کا موقع نہ ملے اور فریق مخالف کا یہ دعویٰ کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت میں میرا ہاتھ تھا اور یہ لڑائی اس خون کا بدلہ ہے صحیح نہ ہو جائے۔ حضرت عثمانؓ کے قاتل اور قتل کے حامی یہ سن کر دنگ رہ گئے۔ اور گو ان کو الگ ہونا پڑا مگر بڑی مصیبت اور جنجال میں پھنسے کہ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے۔ مگر اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ لڑائی کو اور تیز کریں اور دور بیٹھے اس آگ کو دھونکتے رہیں۔ بڑی خرابی یہ پڑی کہ مالک بن اشتر جو حضرت علیؓ کی حمایت میں اب تک سرگروہ تھا۔ اس فیصلہ کے موافق علیحدہ ہو رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس کی خدمات صداقت کے مقابلہ میں ہیچ سمجھیں، اور اس کو بھی الگ کر دیا۔ وہ سخت پریشان ہوئے اور علیحدہ ہو کر نتیجہ کا انتظار کرنے لگے۔ دو روز تک گفتگو ہوئی مگر جب بے سود رہی تو حضرت علیؓ نے میدان میں آ کر کہا کہ "طلحہؓ اور زبیرؓ میری بات سن لیں" دونوں باہر آئے اور کہا فرمائیے، حضرت علیؓ نے کہا

Marfat.com

راستہ میں قتل کیا لیکن جب وہ ہشاش بشاش حضرت زبیرؓ کا سر حضرت علیؓ کے سامنے لایا تو ان کو بہت رنج ہوا اور عمرو کے واسطے دوزخ کی بد دعا کی۔

جنگِ صفین

جس طرح مسئلہ تقدیر و تدبیر میں ایک مسلمان کی زبان ساکت ہے اسی طرح جنگ جمل و جنگ صفین دونوں معرکوں میں کم از کم ہماری ہمت نہیں کہ ایک لفظ بھی زبان سے نکال سکیں اور کسی کو ملزم قرار دیں۔ مگر اتنا ضرور کہنا پڑے گا کہ یہ لڑائیاں، یہ اختلاف، یہ غلط فہمی، یہ ہٹ دھرمی، بیج تھے اس نفاق و شقاق کے جس کا ثمرہ آج مسلمانوں کو مل رہا ہے، اس وقت ملا اور جب تک اسلام دنیا میں زندہ ہے ملتا رہے گا۔ قتل و خون اس وقت ہوئے اسکے بعد ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ شیعہ، سنّی، اموی، ہاشمی، یہ وہ شاخیں ہیں جو اپنے اپنے عقائد پر پختہ ہیں اور حق دنا حق کے فیصلہ پر پہنچکر ایک رائے پر قائم ہیں۔ اور جس طرح ان لڑائیوں کے وقت مسلمان ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اسی طرح آج بھی یہ عداوت موجود ہے۔ اگر شجر اسلام جس کو اسی وقت سے دیمک لگنی شروع ہوئی آج ایسا کھوکھلا ہو گیا ہے کہ اب اس کی بقا کا خدا ہی حافظ ہے۔

اس کتاب کے پڑھنے والوں کو وہ وقت یاد ہو گا جب حضرت عثمانؓ کی خلافت کے موقع پر بعض مسلمانوں کی رائے میں خلافت حضرت علیؓ کا جائز حق تھا اور اس سلسلہ میں امیر معاویہؓ نے جو تدبیر کی وہ بھی یاد ہو گی۔ اب ادھر تو جنگِ جمل ختم ہوئی ادھر امیرِ معاویہؓ کو فکر ہوا کہ شیر خدا کی خلافت اب بے خوف و خطر احکام نافذ کرے گی اور سب سے پہلے میرا ہی خاتمہ ہو گا۔ اس فکر کا تدارک لازمی تھا، اور اس کے سوا نہ ہو سکتا تھا کہ خلافت ہی کو ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ ۳۷ھ میں ایک جری لشکر حضرت علیؓ کے مقابلہ کو تیار کیا اور تہیہ کر لیا کہ اب خلافت علیؓ کی ہو گی یا میری!

Marfat.com

اس لڑائی میں جو نام مسلمانوں کے سامنے آتے ہیں، اُن سے اس کتاب کے پڑھنے والے پہلے سے آشنا ہیں۔ عمرو بن عاص اور اس کا غلام قنبر، شریح بن ہانی مالک بن اشتر۔ ابوالاعور سلمی۔

مالک بن اشتر کو حضرت علیؓ نے جنگِ جمل کے موقع پر اس لئے علیحدہ کر دیا تھا کہ ان کی اعانت حضرت عثمانؓ کے خون کا ثبوت نہ ہو۔ مگر جب یہ لڑائی ٹھن گئی اور مالک نے اپنی خدمات پیش کیں تو حضرت علیؓ نے قبول کیں، خاندانی عداوت کا نقشہ ایک مرتبہ پھر سمجھ لینا چاہیئے تاکہ رائے قائم کرنے میں دقت نہ ہو اور معلوم ہو جائے کہ یہ خاندانی عداوت کس طرح ترقی کر رہی تھی۔

عبد مناف		
ہاشم	اُمیہ	اموی اور ہاشمی دونوں کی عادات
عبدالمطلب	حرب	خصائل میں زمین و آسمان کا فرق تھا
ابوطالب	ابوسفیان	ہاشمی اپنے سامنے خدا اور تقدیر کو رکھتے تھے، اور اموی طاقت اور تدبیر کو، وہ
علی مرتضیٰؓ	معاویہؓ	سیاست کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور کسی
امام حسنؓ امام حسینؓ	یزید	جگہ بند نہ تھے، برخلاف اس کے ہاشمی

اس رنگ سے ناآشنا اور وقتی ضرورت سے بے خبر۔ میدانِ کربلا اسی ابتدا کی انتہا تھی اور شہادت حسینؓ اسی مبتدا کی خبر۔

عمرو کا غلام قنبر تیس ہزار کی جمعیت سے حضرت علیؓ کے مقابلہ کو آگے بڑھا اس کے پیچھے خود عمرو بن عاص اپنی کمک کے ساتھ تھا۔ ابھی یہ لوگ دریائے فرات سے پار نہ ہوئے تھے کہ شریح بن ہانی بارہ ہزار فوج لے کر پار اُتر آیا۔ اس کی مدد کو مالک بن اشتر پانچ ہزار جمعیت سے آئے اور اس طرح یہ لشکر شام کی سرحد میں داخل ہو گیا۔ حضرت علیؓ کے لشکر کا داخلہ امیر معاویہ اور ان کے معاونین کے

Marfat.com

واسطے قیامت تھا۔سب بھاگے۔ اب امیر معاویہؓ نے اپنے تمام لشکر کو جمع کیا اور ایک تقریر کی کہ مقابلہ آج تک چھوٹے لوگوں سے ہوتا رہا۔ مگر اس وقت اس شخص کا مقابلہ ہے جس کا لوہا تمام عرب مانے ہوئے ہے۔ شجاعت دکھانے کا یہ وقت ہے کہ اگر آج اسلام کی لاج رکھنی ہے اور بے گناہ عثمانؓ کے خون کا قصاص لینا ہے تو جانوں پر کھیل جاؤ اور علیؓ کو دکھا دو کہ مسلمان اس طرح اپنے عزیزوں پر قربان ہوتے ہیں۔ معاویہؓ کی تقریر سے لوگوں کے دل بڑھ گئے، ابوالاعور سلمی سپہ سالار مقرر ہوئے اور پھر لشکر آگے بڑھا۔ مالک بن اشتر نے ابوالاعور کو دیکھا تو ہنس کر کہا کہ غریب بے گناہ مسلمانوں کے قتل سے کیا فائدہ کچھ دم ہے تو خود سامنے آؤ اور مجھ سے دو دو ہاتھ کرو۔ تاکہ ہم ہی دونوں پر لڑائی کا فیصلہ ہو جائے۔ مالک کی اس گرج سے میدان گونج اٹھا، مگر ابوالاعور بجائے مقابل ہونے کے خاموشی کے ساتھ ہٹا۔ اور کھلے الفاظ میں اپنی جماعت سے کہدیا کہ علیؓ پر فتح طاقت کا کام نہیں، تدبیر کا کام ہے، اس کے بعد حضرت علیؓ نے اور کوشش کی کہ لڑائی نہ ہو مگر معاویہؓ کے دل میں جو بخار تھا وہ نہ نکلا اور ذی الحجہ کا چاند ہوا۔ یکم ذی الحجہ سے لڑائی شروع ہوئی تمام مہینہ اسی میں گذرا اور چھوٹے موٹے حملے ہوتے رہے، جب محرم شروع ہوا تو فریقین خاموش ہو گئے۔ چونکہ اس مہینہ کی ہر شخص عزت کرتا تھا۔ اس لئے کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ جب محرم ختم ہو چکا تو حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کو یہ پیغام بھیجا۔

"یہ فیصلہ کہ غریب مسلمانوں کے قتل کی ذمہ داری کس پر ہے اور اس کا خون کس کی گردن پر ہوگا خدا ہی بہتر کرے گا۔ وہی خوب جانتا ہے کہ حق پر کون ہے اور ناحق پر کون! میں ہرگز اس کے واسطے تیار نہیں ہوں کہ جنگ جمل کی طرح مسلمانوں کی دوبارہ خون ریزی ہو۔ تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جنگ جمل پر مسلمانوں نے اپنے کلیجے کے ٹکڑے قربان کر دیئے اور یہ وہ نقصان ہے جس کی تلافی اب کیا کبھی بھی نہ ہوگی، بہتر

ہوگا کہ لڑائی ختم کرو اور اپنی حرکات سے باز آؤ، اس وقت تک فریقین کا نقصان کچھ کم نہیں ہوا ہے۔"

یہ پیام تین سفیر لے کر گئے تھے۔ انھوں نے پیام پہونچانے کے علاوہ خود بھی انتہائی کوشش کی کہ نوبت لڑائی کی نہ آئے مگر امیر معاویہ نے اس پیام کے جواب میں کہلا بھیجا۔

"ہمیں جس طرح بھی ممکن ہو تم سے خون عثمانؓ کا بدلہ لینا ہے اور اس کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ وہی مفسد باغی جنھوں نے بے گناہ عثمانؓ کو قتل کیا آج تمہارے مددگار ہیں اور ان باتوں سے کچھ فائدہ نہیں۔ ہم جب تک تم سے بدلہ نہ لیں اطمینان سے نہیں بیٹھ سکتے۔"

خلیفہ ثالث کی شہادت میں حضرت علیؓ کس حد تک شامل تھے یہ تو گذشتہ واقعات سے ثابت ہوگیا ہے، ایک بات یہاں اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت حضرت عثمانؓ کی خلافت کا مسئلہ درپیش تھا اور حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے رایوں کا نچوڑ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے حق میں دیکھ کر یہ طے کیا کہ خلیفہ ان دو میں سے ایک ہوگا۔ اس وقت جن لوگوں نے حضرت ابن عوفؓ سے مشورہ کیا، ان میں سربرآوردہ معاویہؓ کے باپ ابوسفیان اور عمرو بن عاص تھے۔ ابوسفیان کی ترغیب پر عمرو بن عاص نے حضرت علیؓ سے جو گفتگو کی اور حلف کے وقت جو الفاظ کہلوائے وہ اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اور ہر مسلمان کو رائے قائم کرنے میں مدد دیں گے بشدید قلم بھر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ کفر کے فتووں کو پامال کر دے اور تعصب کا پردہ اٹھا کر ان برگزیدہ حضرات کی مقدس صورتیں حقیقت کے آئینہ میں دیکھے مگر احادیث نبوی کا تازیانہ حقیقی ہو یا مصنوعی[1] ایک قدم سرکنے نہیں دیتا۔

---

[1] وہ حدیثیں جن کے راوی معتبر نہیں۔

Marfat.com

امیر معاویہؓ کے جواب نے حضرت علیؓ کی وہ تمام امیدیں جو صلح کے متعلق قائم ہوئی تھیں خاک میں ملا دیں۔ وہ نقشہ جنگ پر غور کر رہے تھے کہ دشمن کا ایلچی آیا اور کہا کہ بہتر یہ ہوگا کہ ''آپ ایک جلسہ عام میں یہ تجویز پیش کیجیے کہ خلافت معاویہؓ کا جائز حق ہے یا علیؓ کا''۔

حضرت علیؓ نے سختی سے جواب دیا کہ ''معاویہؓ کا خلافت سے کیا واسطہ۔ وہ اس باپ کا بیٹا ہے جس کے مزاج میں منافقت تھی، اس ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا جس نے اُحد کی لڑائی میں امیر حمزہؓ کا کلیجہ چبایا۔ ایسے شخص کو خلافت سے کیا تعلق''۔ سفیر نے بجنسہ یہ الفاظ جا کر کہدیئے جس نے معاویہؓ کو اور بھڑکا دیا۔ محرّم کا مہینہ ختم ہو چکا تھا، یکم صفر سے پھر لڑائی شروع ہوئی۔ ذی الحجہ کے معرکے مختصر تھے، مگر اب جنگ عظیم تھی اور دونوں طرف کے لشکر اپنا حوصلہ نکالنے پر آمادہ تھے جی کھول کر لڑے اور ہزارہا مسلمان اس معرکہ میں کام آئے، آخر وہی تدبیر جنگ جو جمل میں کی گئی تھی یہاں بھی ہوئی کہ قرآن نیزوں پر بلند ہوا۔

لڑائی ختم ہوئی مگر اُس وقت جب دونوں کے چالیس بیالیس ہزار آدمی ختم ہو چکے، عبیداللہ بن عمر اور عمار بن یاسر وغیرہ بھی اسی میدان میں کام آئے لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ جب حضرت علیؓ کی فوج کو غلبہ ہوا تو شامیوں نے صلح کی درخواست کی اور آخر یہ رائے ہوئی کہ ثالث فیصلہ کریں، چنانچہ عمرو بن العاص امیر معاویہؓ کی طرف سے اور ابو موسیٰ اشعری حضرت علیؓ کی طرف سے ثالث مقرر ہوئے، قریباً آٹھ مہینے تک دونوں ثالث بحث کرتے رہے۔ آخر دومۃ الجندل میں فریقین کے پانچ پانچ سو آدمی اور دونوں ثالث جمع ہوئے۔

ادنے کا وقت آگے آئے گا، یہ ہنسنے کا وقت ہے کہ شامی ثالث عمرو بن عاص اور کوفی ثالث ابو موسیٰ اشعری کا متفقہ فیصلہ یہ تھا کہ حضرت علیؓ اور امیر

Marfat.com

معاویہؓ دونوں معزول ہوں اور کوئی اور شخص خلیفہ مقرر کیا جائے، جب اعلان کا وقت آیا تو ابوموسیٰ اشعری نے عمرو بن عاص سے کہا کہ "آپ تجویز کا اعلان کر دیجئے" عمرو بن عاص نے کہا بھلا آپ کے سامنے میں سبقت کروں، ابوموسیٰ اس جال میں پھنس گئے اور ممبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ "میں علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کرتا ہوں اب تیسرے شخص کا انتخاب کرو" جب وہ یہ کہہ کر اتر آئے تو عمرو کھڑا ہوا اور کہا کہ "میں بھی حضرت علیؓ کو معزول کرتا ہوں اور اُن کی جگہ امیر معاویہ کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں"، ابوموسیٰ بہت بگڑے اور کہا "کیوں عمرو میرا تیرا یہ فیصلہ تھا" اس پر کچھ دیر تھوڑی سی ہاتھا پائی ہوئی اور دو آدمی مر چکے تو معاملہ رفع دفع ہوا حضرت علیؓ کوفہ چلے گئے اور امیر معاویہؓ شام۔

قانونِ قدرت کے تحت میں جنگ صفین میں بھی ہزاروں بچّوں کو یتیم اور سہاگنوں کو اُجاڑتی ہوئی اس طرح ختم ہوئی کہ اس کے واقعات زبان پر اور اثرات دلوں میں باقی رہ گئے۔ میدانِ کارزار فنا ہو چکا مگر اُس کی یاد آج تک مُسلم دلوں میں موجود ہے حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ دونوں اس دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ان کے کارنامے ابھی زندہ ہیں۔ صبح ہو چکی مگر داستان شب ابھی تک خون کے آنسو رُلوا رہی ہے، وقت گذر گیا لیکن بات باقی ہے اور جس خلافت پر یہ کچھ خون خرابے ہوئے جلیل القدر مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہا اور پرستاران توحید پروانوں کی طرح قربان ہوئے اب پردۂ دنیا پر اس کا وجود بھی نہ رہا۔ جمل و صفین دونوں لڑائیاں مٹ چکیں مگر حقیقتاً اس وقت بھی اس سے زیادہ معرکے موجود ہیں اور جس آگ کے شعلوں نے کوفہ اور شام پھونکا تھا وہ اس وقت تمام دنیا کو خاک سیاہ کر رہی ہے خلیفہ چہارم اور امیر معاویہؓ کو موت نے ابدی نیند سلا دیا۔ مگر سُنّی شیعہ ابھی تک زندہ ہیں اور نتائج جنگ بھگت رہے ہیں۔

Marfat.com

حضرت علیؓ کی شہادت

چاہیئے کہ جنگ صفین کے بعد اُفق اسلام پرسکون ہو جاتا، تو یہ، جو بادل گھر چکا تھا اور جو گھٹا چھا چکی تھی وہ اس کے بعد بھی برسی، لگاتار برسی، موسلا دھار برسی اور ایسی برسی کہ جب تک قصر اسلام کی بنیادیں نہ ہلا دیں مطلع صاف نہ ہوا۔

ایک اور وقت یہ آئی کہ مسلمانوں کا ایک نیا گروہ پیدا ہوا۔ یہ وہ لوگ تھے جو حضرت علیؓ سے مطالبہ کر رہے تھے کہ امیر معاویہؓ پر چڑھائی کیجئے اور اس کی بغاوت کو فرو کر کے شام پر حکومت کیجئے، چونکہ یہ تجویز عہد نامہ کے خلاف تھی۔ اس لئے حضرت علیؓ منظور نہ کر سکے اور یہ گروہ امیر معاویہؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کا بھی دشمن ہو گیا ان میں ایک شخص عبدالرحمٰن ابن ملجم نے قصد کیا کہ حضرت علیؓ کو شہید کرے، وہ اپنے ہی عقیدے اور گروہ کی لڑکی سے جس کا نام قحطام تھا نکاح کا خواستگار تھا اسی گروہ کے دو اور شخص وردان و شبیب بھی شب و روز اسی خیال میں مستغرق تھے، ابن ملجم کی زیادہ خواہش و اصرار پر قحطام نے شرط نکاح حضرت علیؓ کا سر قرار دیدی عبدالرحمٰن اس پر رضامند اور وردان و شبیب اس کی مدد پر آمادہ اس طرح حضرت علیؓ کے واسطے یہ تین آدمی تیار ہوئے۔ مبارک بن عبداللہ امیر معاویہؓ کے واسطے اور عمرو بن ابوبکر۔ عمرو بن العاص کے واسطے۔ رائے یہ قرار پائی کہ ایک ہی روز ایک ہی وقت تینوں وار کئے جائیں، چنانچہ مبارک بن عبداللہ، معاویہؓ کے واسطے دمشق گیا۔ اور عمرو بن ابی بکر تعینی عمرو بن العاص کے واسطے مصر پہنچا۔

سترہ رمضان المبارک مقرر ہوئی تھی امیر معاویہؓ کے سر پر ہاتھ بھرپور نہ پڑا مگر زخم ایسا کاری تھا کہ جانبر تو ہو گئے، لیکن مردے سے بدتر زندہ رہے مصر میں اتفاق

Marfat.com

سے عمرو بن عاص کی بجائے نماز خارجہ نے پڑھائی، قاتل اسی کو عمرو بن عاص سمجھا اور قتل کر دیا۔

حضرت علیؓ مسجد میں داخل ہوئے تو رمضان المبارک کی وجہ سے نمازیوں کی غیر معمولی کثرت تھی آگے بڑھ رہے تھے کہ شبیب نے حملہ کیا مگر وار خالی گیا۔ اور وہ بھاگا ابھی جماعت یہی نہ سمجھ سکی تھی کہ کیا ہوا۔ اتنے میں ابن ملجم نے آگے بڑھ کر وار کیا یہ کارگر ہوا۔ اور تلوار نصف سے زیادہ اتر گئی، ابن ملجم پکڑا گیا، مگر زخم قاتل ثابت ہوا اور اس طرح مسلمانوں کی چوتھی خلافت کا خاتمہ ہوا۔

رمضان ۴۰ھ کی اٹھارھویں شب پردہ دنیا پر چھائی ہوئی ہے، ماہتاب نے اپنی چادر بساط ارضی پر بچھا دی، کائنات خاموش ہو رہی ہے اور ہوا خراماں خراماں فلسفہ حیات کے مطالعہ میں مصروف ہے، تارے چشم تحیر سے چمنستان اسلام کے اس پھول کو جس نے ارض حجاز کو مہکا دیا تھا، اور اس وقت خون میں شرابور رہے دیکھ رہے ہیں کوفہ بصرہ کی سرزمین مکہ اور مدینہ کے در و دیوار عراق و شام کے شجر و حجر رو رو کر اس کی وداع کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں، یہ ابو طالب کے گھر کا وہ چراغ ہے جس کے علم و فضل نے ایک دنیا کو منور کیا اور جس کی روشنی اب بھی اسلام کو جگمگا رہی ہے، اس کے خون کا ہر قطرہ بآواز بلند اس واقعہ کو دہرا رہا ہے، جب بے یار و مددگار رسول عربی کی صدا اعانت کی طلبگار مکہ کی زمین پر گونجی اور ایک دس سالہ بچے نے قربان ہونے کا وعدہ کیا، آج جب کہ عرب کا رسولؐ اس دنیا میں نہیں وہی لڑکا اس کے نام اور اس کے کام پر قربان ہو کر اپنے وعدے کی تکمیل کر رہا ہے، گذری ہوئی راتوں کی وہ رات جس نے ایک طرف غار ثور پر مہر رفاقت ثبت کی اور دوسری طرف بستر رسالت پر قربانی کا کلمہ پڑھا آج پھر نمودار ہوئی اور ان قدموں کو بوسہ دیا جن سے حسنینؓ اپنی آنکھیں مل رہے تھے۔ مخلوق فلکی اپنے فرض سے سبکدوش ہوئی اور چمکدار تارے رات کا جنازہ

صبح صادق کی روشنی میں دفن کر کے آگے بڑھے، قندیل ماہتاب کہرام مچاتی ہوئی خاموش ہوئی اور فضاء آسمانی کا تمام قافلہ شیر خدا کے پابوس ہونے کو حاضر ہوا، آفتاب علیؓ کے بچّوں کے واسطے پیام یتیمی لے کر طلوع ہوا تو زینبؓ نے حسرت آمیز نظروں سے باپ کے چہرہ کو دیکھا اور خاموش صورت اور بند آنکھیں کلیجہ کے پار ہوگئیں بیتابانہ لپٹیں تو حضرت علیؓ کی آنکھ کھلی اور فرمایا۔

"تیرے باپ کا قتل اس قیامت خیز ہنگامہ کی ابتدا ہے جو عنقریب برپا ہونے والا ہے مصیبت اللہ کے نیک بندوں کے واسطے پیدا ہوئی ہے۔ اس نے تمہارے گھر میں جنم لیا اور تم ہی پر ختم ہو گی، میں خوش ہوں کہ اسلام پر قربان ہوا۔ دولت میرے پاس نہ تھی۔ البتہ زندگی جیسی بیش بہا نعمت اس کی راہ پر لٹا کر اس کے حضور جا رہا ہوں، اور شکر ہے کہ تمہارے نانا کے پاس سرخرو جاتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ میرے بعد معاویہؓ ہو یا نہ ہو اس کی اولاد تیرے بھائیوں کو پریشان کرنے میں کسر نہ چھوڑے گی اور یہ وقت ہو گا کہ دنیا کے کتے خاندان رسالت کے خلاف دشمنوں کا ساتھ دیں گے اور ظالم تم کو بے ولی وارث سمجھ کر طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں گے زینبؓ تیری آزمائش کا وہی وقت ہو گا، اپنی راحت و آرام کو بھائیوں پر قربان کیجیو۔ ادھر میں شادان و فرحاں سیدہ کے پاس جا رہا ہوں۔ اسی طرح ہنستی ہنساتی ماں کے سینہ سے چمٹیو، ایسا نہ ہو کہ حسنین جیسے بھائیوں کو تنہا چھوڑ دے، اور قیامت کے روز ماں اور باپ کے سامنے نگاہ نیچی ہو جائے۔ اگر تیرے نانا کی اُمّت اور اسلام کا واسطہ نہ ہوتا تو تیغ حیدری ان سفاکوں کا قلع قمع چشم زدن میں کر دیتی مگر زبان کا پاس اور عہد کی پابندی تھی کہ ان بچّوں کو شامیوں، اور کوفیوں کے قبضہ میں تنہا چھوڑ رہا ہوں خوب سمجھتا ہوں کہ حسنؓ ناتجربہ کار اور حسینؓ بچّہ ہے اور پالا ایسے لوگوں سے پڑا ہے جو پورے گھاگ اور کافی ہیں، یتیموں کا وارث خدا کے سوا کوئی نہیں تم سب کو رخصت کرتا

اور رخصت ہوتا ہوں۔"

دو پہر اسی طرح بسر ہوئے اس کے بعد غشی کی حالت طاری تھی کہ مسجد سے صدائے حق بلند ہوئی، اس آواز کے ساتھ بیہوش آنکھ کھل گئی تو فرمایا کہ "جماعت میں فرق نہ آئے، حمزہ بن ھبیرہ نماز پڑھائیں، چاند اور سورج دونوں شاہد ہیں کہ نماز فرض ہونے کے بعد تیسری نماز ہے جو جماعت سے قضا ہوئی۔

بی بی زینبؓ باپ کی تقریر سن کر بے اختیار ہوگئیں اور فرمایا "آپ ہم کو دنیا میں کس پر چھوڑتے ہیں، جب نانا جان تشریف لے گئے تو ہم کو آپ کے اور اماں جان کے حوالہ کیا تھا۔ اور اماں جان نے ہمارا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دیا تھا، ان کے بعد دل کو آپ سے تقویت تھی اور سمجھتے تھے کہ باپ بھی آپ ہیں اور ماں بھی، بابا جان آپ کی شفقت نے اماں کی محبت بھلادی۔ اور گو زندگی کی تکلیفوں نے ساتھ نہ چھوڑا مگر کبھی ہماری تیوری پر بل نہ آیا۔ قریش کے بچے اچھے کپڑے پہن کر باہر نکلے کنبہ اور محلہ نے انواع اقسام کی نعمتیں کھائیں مگر ہمارا فاقہ پلاؤ سے اور چیتھڑے کمخواب سے بہتر رہے۔ رضا ہمارا شیوہ اور صبر و شکر ہماری عادت تھی، چہرہ اقدس کی زیارت ہمارا پیٹ بھر دیتی تھی اور شفقت پدری کی دو باتیں ہر کلفت سے دور کر دیتی تھیں اب اس دنیا میں ہمارا کون ہے، کوئی اتنا بھی نظر نہیں آتا کہ سیدہ سے منہ بات بھی کرلے گا۔"

اتنا کہہ کر بی بی زینبؓ نے اپنے دونوں ہاتھ باپ کے گلے میں ڈال دیئے اور کہا "بابا ہم غریبوں پر رحم فرمایئے، اور ہم بیکسوں کو تنہا نہ چھوڑیئے جس گھر میں یہ چہل پہل تھی کہ خدا کی وحی نازل ہو۔ آپ کے بعد سونا ہوگا۔ اور کوئی اتنا نہ ہوگا کہ سیدہؓ کے لالوں کو آنکھ اٹھا کر دیکھ لے' بابا ہم پہلے ہی بدبخت ہیں۔ ہماری آنکھوں سے ابھی ماں کے آنسو خشک نہیں ہوئے ہمارا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ ہمارے زخموں پر اپنی جدائی کے کچو کے نہ دیجئے ہیں اور کلثومؓ حسنؓ اور حسینؓ ان قدموں پر قربان

Marfat.com

ہوں اماں کی رحلت کا وقت ہم کو یاد ہے، اب وہ سماں دوبارہ نہ دکھائیے اور خدا سے دعا کیجئے کہ وہ آپ کا سایہ ہمارے سر پر قائم رکھے!!

اس وقت شیر خدا کا دل بھر آیا، انھوں نے دونوں صاحبزادوں کو پاس بلا کر فرمایا!

پیارے بچّوں سرور کائنات کا تمہاری ماں سے جدا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی باپ اولاد کے سر پر ہمیشہ نہ رہے گا، ماں کی موت کے وقت تمہارے معصوم دل صدمہ کے معنے نہ سمجھتے تھے لیکن آج باپ کی موت تم کو بتائے گی کہ دنیا کی تغیر کیا ہے اور خدا کا حکم کس کو کہتے ہیں حسنؓ اور حسینؓ تمہارے باپ کی جدائی کا وقت آپہنچا ہے۔ یہ قدرت کا قانون ہے، جو کسی طرح اور کسی حال میں ٹلنے والا نہیں، میں اب تم سے رخصت ہوتا ہوں اور وہاں جاتا ہوں جہاں دیر سویر ہر شخص کو جانا ہے، یہ رونے کا وقت نہیں ہے، اپنا دل بھاری نہ کرو۔ اور مجھے ہنسی خوشی اپنے گھر سے خدا کے گھر پہنچا دو، میں تم سے چھوٹ کر ان لوگوں سے ملوں گا جن کے دیکھنے کو میری آنکھیں ترس رہی ہیں۔ رسول اللہ کا دیدار جس کے لئے دل تڑپ رہا ہے مجھے نصیب ہوگا اور تمہاری ماں جن کو بچھڑے مدت ہوئی مجھ سے ملیں گی میں خوش ہوں کہ پروردگار کی حضوری جس کے واسطے بیتابی ہے آج میوہ کھلائے گی۔ مجھ کو اب اگر کوئی دکھ ہے تو تمہاری اور تمہاری بہنوں کی مفارقت کا مگر دنیا کا دستور یہی ہے اور جو وقت آج میں دیکھ رہا ہوں، یہ ہر باپ دیکھ چکا اور دیکھے گا، زخم کی تکلیف لمحہ بہ لمحہ زیادہ ہو رہی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وقت مقررہ قریب آگیا، بچوں! میں تمہارے پاس تھوڑی دیر کا مہمان ہوں۔ میری آنکھ بند ہونے کے بعد تم دونوں جہاں ان بہنوں کے بھائی ہو وہاں ان کی ماں اور باپ بھی حسنینؓ یتیم بچیوں کا دل بہت نازک ہوتا ہے جب ان کی آنکھیں جو ماں کو رو چکیں باپ کو بھی رو چکیں گی تو تمہارے سوا ان کو کوئی نظر نہ آئے گا۔ میں خوب جانتا ہوں تم نے اس ماں کا دودھ پیا ہے جس سے زیادہ

فرض شناس عورت کا رخانۂ حیات میں مشکل سے ہوگی، مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم اس آغوش میں پلے اور بڑھے ہو جس سے بہتر آغوش اب دنیا نہیں دیکھ سکتی۔ میں اس سے بھی باخبر ہوں کہ وہ مبارک کندھے جن کے سامنے جبرئیل جھکتے تھے، تمہاری سواری تھے اور اس سے بھی آشنا ہوں کہ تم اس قلب منور سے چمٹ کر جوان ہوئے ہو جس پر خدا کا کلام نازل ہوتا تھا، لیکن پھر بھی میں اس وقت اپنی بچیوں کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے کر وصیت کرتا ہوں کہ ان کی دلداری میں کسر نہ کرنا۔ حسنین بن ماں باپ کی بچیاں اگر ماں کے فراق میں تڑپتی ہوئی تمہارے حکم کو نہ سنیں تو درگذر کرنا اور باپ کی یاد میں بلبلاتی ہوئی بھول جائیں تو معاف کر دینا۔

مجھے جہاں اپنی بچیوں سے امید ہے کہ بھائیوں کے پسینہ پر خون بہا کر ماں کے دودھ کو روشن کریں گی، وہاں تمہاری طرف سے بھی یقین ہے کہ ان پر جان و مال قربان کروگے کہ ماں باپ کی روح خوش ہو۔

میرے سرہانے آؤ اور باآواز بلند یٰسین پڑھو کہ پرواز روح میں دقت نہ ہو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری ماں کی روح میرے استقبال کو کھڑی ہے، اور مجھے وہ صورت نظر آرہی ہے جس کو آنکھیں ترس رہی تھیں۔

بچوں کی حالت بہت خراب تھی۔ وہ لپٹ لپٹ کر اور چمٹ چمٹ کر بابا کے نعرے لگا رہے تھے مگر اب شیر خدا دنیا اور اس کے دھندوں سے بے خبر تھے، دماغ بھی صحیح تھا اور زبان بھی کام کر رہی تھی لیکن کلام الٰہی کے سوا اور کچھ نہ تھا دن کا باقی حصہ اور رات اس حالت میں بسر ہوئی۔

اُنیسویں رمضان کا آفتاب دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے ابر غلیظ میں نمودار ہوا مسلمانوں کا جم غفیر درِ مرتضےٰ پر دھاڑیں مار رہا تھا۔ مگر شیر خدا کی زبان سے کلام الٰہی کے سوا اب کچھ نہ نکلا۔ یہاں تک کہ روح نے جسدِ خاکی کو الوداع کہا۔ بچوں کی حالت

Marfat.com

کیا تھی یہ بیان مشکل ہے، باپ کی رحلت نے ماں کی موت تازہ کر دی، ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے، اور روتے تھے، بھائیوں نے بہنوں کو گلے سے لگا کر ڈھارس دی۔ اس وقت عبدالرحمٰن بن ملجم خاموش تھا۔ بی بی کلثومؓ حضرت امام حسنؓ سے لپٹی ہوئی رو رہی تھیں کہ ان کی نگاہ اس پر پڑی۔ کہنے لگیں "عبدالرحمٰن تو ہی بتا کہ قاتل بہتر ہے یا مقتول" وہ ہنسا اور ہنس کر کہا کہ اگر مقتول بہتر نہ ہوتا تو رونے والے اتنے نہ ہوتے"۔

غسل ہو چکا تو جنازہ قبرستان کی طرف چلا اور روزہ دار میّت خون میں نہائی قبر میں پہنچی۔ دونوں شہزادوں کی حالت خراب تھی، اور گلے میں ہاتھ ڈالے رو رہے تھے، آفتاب کی کرنوں میں جنت کے سرداروں کا گریہ دیکھنے اور سننے کی ہمت نہ تھی اور طائران شام خلیفہ چہارم کی رحلت پر گریہ و زاری کرتے ہوئے بسیرے کی تیاریوں میں مصروف ہوئے تو سیدہ کے لال ایک باغ میں چلے گئے جہاں کھجوروں کے جھنڈ چھائے ہوئے تھے اور ہوا کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کا نقارہ بجا رہی تھی، باغ کا مالک عقیدت کے قدموں سے آگے بڑھا اور محبّت کے ہاتھوں سے تھوڑی سی کھجوریں پیش کیں۔ دامن شب لمحہ بہ لمحہ وسیع ہو رہا تھا اور شام کی سیاہی چاروں طرف پھیل چکی تھی، شہزادوں نے روزہ افطار کیا، نماز مغرب ادا کر کے جب چلنے کا قصد کیا تو مالک نے کہا "یہ تھوڑی سی کھجوریں شہزادیوں کے واسطے قبول فرمائیے اور جلدی کیجیے کہ علیؓ کی یتیم بچیاں آج میری کھجوروں سے روزہ کھولیں، گھر میں اللہ کا نام ہو گا"! امام حسنؓ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا "خدا تیرے باغ میں برکت دے کہ تو ہم یتیموں پر باپ کے بعد اتنی شفقت کر رہا ہے"! مالک رو کر قدموں میں گر پڑا اور کہا "یہ سب آپ ہی کا طفیل ہے، یہ جو کچھ یہاں موجود ہے، آپ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ میں میرا گھر قربان آپ اور اُس پر جو ہم مردوں کو دنیا میں زندہ کر گیا۔ میری ماں اور بیوی جب سے عبدالرحمٰن نے یہ ظلم توڑا ہے چیخیں مار مار کر رو رہی ہیں۔ آج چوتھا روز ہے کہ ہمارے ہاں کچھ نہیں پکا۔

Marfat.com

ہمارے چولھے میں آگ نہیں سلگی، جب خیال آتا ہے کہ ہمارا وہ محسن جس کے نام پر دل و جان نثار پیوند زمین ہو گیا تو ہم اپنے سینوں پر گھونسے مارتے ہیں شہزادوں تم کو گلے سے لگا کر تسکین ہوئی ہے۔ جاؤ تمہارا خدا حافظ و نگہبان ہے"۔

امام حسینؓ نے مالک سے کہا کہ "ہم کو باپ سے جدا کرنے والا زینبؓ و کلثومؓ کو یتیم بنانے والا بھی مسلمان تھا اور محبت کا ہاتھ سر پر رکھنے والا بھی مسلمان ہے، آخر تو ہم کو بتا کہ تجھ کو کونسی چیز ہماری طرف مائل کرتی ہے۔ ہم نے اس سے پہلے تیری صورت دیکھی نہ نام سنا" مالک بے اختیار رو دیا اور کہا کہ "جو آگ دب چکی تھی۔ اس کو کیوں کریدتے ہو جو زخم رس چکا اب اس کو کچوکے نہ دو۔ خیر تمہارا حکم ہے تعمیل کرتا ہوں اچھا سنو"

میرا باپ قبیلہ بنی اسعد کا پہلا شخص تھا جو سرور کائنات پر ایمان لایا۔ اس کے مسلمان ہونے سے تمام قبیلہ جانی دشمن ہو گیا۔ اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں اس نے اپنا مال و متاع اسلام پر قربان کیا اور ہر تکلیف کو راحت سمجھا جب اس کی موت کا وقت آپہنچا تو سوا اس باغ کے جس میں تم کھڑے ہو اس کی کوئی ملکیت نہ تھی میں آج جوانی ختم کر چکا، مگر اس وقت ماں کی گود میں تھا۔ میرے باپ کا حقیقی بھائی جو کافر تھا اور کافر مرا اپنے بھائی کی موت کے بعد اس باغ پر قابض ہو گیا اور ساڑھے چار سو درم قرضہ کا نکال کر یہ باغ دبا لیا۔ سنتا ہوں کہ ہم یتیموں پر متواتر فاقے گذرے اور پانچ آدمیوں کا کنبہ میری ماں اور اور چار یتیم دو دو دانوں کو محتاج ہو گئے۔ ایک رات میری ماں بچّوں کو ساتھ لئے اپنے نالوں سے زمین و آسمان کو تھرا رہی تھی کہ اس کو ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا وہ خاموش ہو گئی مگر نووارد کی تسکین اور ہمدردی نے قلب کا دروازہ کھول دیا۔ فریاد آہ بن کر زبان پر آئی اور مصیبت الفاظ کا لباس پہن کر نمودار ہوئی۔ نووارد روتا ہوا گیا اور نماز فجر کے بعد آکر کہا تم اپنا باغ لے لو۔ میں مفلس آدمی ہوں۔ مگر مزدوری کروں گا اور تمہارا قرض ادا کروں گا، اب میرا دل تڑپتا ہے اور دھوئیں اٹھتے ہیں جب خیال کرتا ہو

Marfat.com

کہ اس فرشتے نے جو انسان کی صورت میں جلوہ گر ہوا مشکوں میں پانی بھر کر اپنے بچوں کو بھوکا سلا کر ہمارا قرض ادا کیا اور یہ باغ ہم کو دے گیا۔ شہزادوں مجھ کو اجازت دو کہ تمہارے قدموں پر نثار ہو جاؤں۔ ہمارے دکھ سکھ بٹانے والا ہماری مصیبت میں کام آنے اور میری ماں کے ساتھ رونے والا تمہارا باپ اور ہمارا مولا علی ابن ابی طالب تھا، آؤ میرے قریب آؤ۔ قربان ہو جاؤں ان قدموں پر اور ان صورتوں پر۔"

دونوں شہزادے روتے رہے اور کھجوریں لے کر آگے بڑھے تو ایک ایسی جگہ پر پہنچے۔ جہاں پر خاک اڑ رہی تھی اور ریگ کے تودے آسمان سے باتیں کر رہے تھے اس ریگستان میں جہاں آدمی تھا نہ آدم زاد۔ ہر سمت سناٹا چھایا ہوا تھا، رات کا اندھیرا ریگ کے سفید ذرّوں پر غالب تھا۔ آسمان کے تارے یتیمانِ علیؓ کی خاموش رفتار پر رو رہے تھے کہ گرم ہوا کا ایک جھونکا اُن کے کانوں میں کسی انسان کی ایسی صدا لایا جو درد و کرب میں ڈوبی ہوئی تھی۔ خاموش کھڑے تھے کہ ہوا نے کانوں میں پھر وہی آواز پہنچائی۔ دل بھر آیا اور کہنے لگے کس بدنصیب کی آواز ہے جو شدتِ درد سے رو رہا ہے، اس کے پاس چلیں اور اس کی مدد کریں۔ اندھیری رات ہُو کا عالم ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھائی دیتا تھا، ہائے کی آواز رہ رہ کر اور "آہ" کا نعرہ تھم تھم کر کانوں میں آرہا تھا، اسی آواز پر روانہ ہوئے، ہوا نے رہبری کی تو معلوم ہوا کہ کوئی صدائے انسانی کسی بچھڑے ہوئے محبوب کی یاد میں تڑپ تڑپ کر اس میدان میں گونج رہی ہے، قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جھونپڑی ہے جس میں ایک شخص پڑا ہوا ہائے ہائے کر رہا ہے اور کسی کو اس درد سے بلاتا ہے کہ رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں دریافت کیا تو جواب ملا کہ "تم لوگ اپنا راستہ لو اور میرے زخم پر نمک نہ چھڑکو، میں اپنے دوست اپنے محسن سے جدا ہوں۔ اگر دل میں درد ہے اور ایک بدنصیب پر جس سے موت کوسوں دور بھاگتی ہے، رحم کر سکتے ہو تو مجھے میرے محبوب تک پہنچا دو" شہزادوں نے

کہا "انسان کی خدمت ہمارا فرض ہے آپ ہمارے ساتھ چلئے اور منزلِ مقصود کا پتہ دیجئے۔ سر آنکھوں سے پہنچا دیں گے"۔ اتنا سُن کر وہ شخص رویا اور کہا "اگر پاؤں ہوتے اور چلنے کی طاقت ہوتی تو تمہاری مدد کا محتاج نہ ہوتا۔ اگر ہاتھ ہوتے اور اُٹھنے کی ہمّت ہوتی تو تم سے التجا نہ کرتا۔ تین سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا کہ قدرت مجھ کو ان نعمتوں سے محروم کر چکی، اب میں انسان نہیں لاشہ ہوں جو چلنے پھرنے اُٹھنے بیٹھنے سے مجبور و معذور ہے۔ اسی واسطے میں نے تم سے منّت داد بادر خواست کی ہے کہ شاید تم یہ تکلیف گوارا نہ کر سکو اور مجھ اپاہج کی مدد میں تامل ہو۔ بڈھا ہوں زیادہ بات نہیں کر سکتا۔ بیمار ہوں توانائی نہیں، مہجور ہوں دماغ صحیح نہیں ہے، آ آ آ۔ بچھڑے ہوئے دوست آجا۔ تیری جدائی نے زندگی وبال اور دنیا آنکھوں میں اندھیر کر دی۔ رحم کر۔ اپنی آواز سُنا کر دل کی لگی بجھا دے، اپنی خوشبو سُنگھا کر دماغ معطر کر دے۔ آجا آجا۔ میرے دوستوں تم کو میری اس حالت پر ہنسی آرہی ہوگی، تم اس درد سے ناآشنا ہو، جاؤ، جاؤ، میرے پاس سے چلے جاؤ۔ مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو، میں اپنے حال میں خوش ہوں اور مجھ کو جو لطف دوست کی یاد میں آرہا ہے وہ اب اگر حاصل ہو سکتا ہے تو موت سے جو مجھ کو میرے محبوب سے ملا دے گی، مگر تمہاری آواز کیا کہوں، اچھا جاؤ چلے جاؤ"۔

متحیر اور ششدر حسنینؑ نے کہا کہ "بتائیے کہ وہ دوست کونسا ہے اور کہاں ہے ہم پہنچا دیں گے، اپنی پشت پر سوار کریں گے اور لیجائیں گے"۔ بڈھے بیمار نے رو رو کر کہا، انسانیت کا یہ جوہر میرے دوست پر ختم ہو چکا اب اس دنیا میں کوئی ایسا نہیں۔ میں چند لمحہ میں تمہاری پشت پر وبال ہو جاؤں گا اور تم مجھ کو ادھر میں پھینک دو گے اور مجھ کو جو تھوڑی بہت اُمید اپنے محبوب سے مل لینے کی ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی، میں تم کو کیا کیا بتاؤں۔ بڈھا ہوں۔ اس کی صورت نہیں دیکھی، نام اُس نے کبھی نہیں بتایا۔

کیوں کر پتہ دوں کہ کون ہے۔ کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے تم کو میری کتھا کا یقین نہ آئے گا۔ اس زیتون کے درخت پر جو سامنے ہے بسنے والی چڑیا جب صبح کا اعلان کرتی ہائے آجا آجا آجا۔ وہ انسانی فرشتہ مجھے اُٹھا کر بٹھاتا اور وضو کراتا میں اپنے خالق کی عبادت میں مصروف ہو جاتا۔ جب آفتاب کی شدت ہوتی اور شعاعیں تیزی کے ساتھ جب مجھ پر یورش کے قریب ہوتیں تو گود میں اُٹھا کر جھونپڑی میں پہونچاتا اور نوالے بنا بنا کر اپنے ہاتھ سے مجھے کھلاتا۔ آ آ آجا میرے دوست، میرے محسن آجا تم سے کیا کہوں کہ وہ کیا تھا، میرے پاؤں دباتا۔ بیماری میں دوا پلاتا اور صحت میں کھانا کھلاتا، تین سال سے زیادہ ہو گئے کہ اس ریگستان میں دنیا کی بہترین نعمت میرے پیٹ میں پہونچ رہی ہے، مجھے اس کا نام و نشان تک معلوم نہیں، آج چار روز سے وہ میرے پاس نہیں آیا۔ میں جانتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو میرے پاس آنے سے نہیں روک سکتی۔ وہ بیماری میں مجھ کو نہیں بھولا۔ رنج و الم میں میری خدمت کرتا رہا، اب مجھے یقین ہے کہ وہ سخت بیمار ہوا۔ گرفتار ہوا۔ قید ہوا۔ یا کوئی ایسی مصیبت آئی کہ آنے کے قابل نہ رہا اس کے سوا کچھ نہیں بتا سکتا کہ تم دونوں کی آواز اُس کی آواز سے ملتی ہوئی ہے اور ہوا تمہارے جسم سے اس کی خوشبو لا رہی ہے میرے بچّوں میرے قریب آجاؤ کہ میں اُس کی خوشبو سے مست ہو جاؤں اور تم کو دعا دے کر رخصت کروں!!

شہزادے چیختے ہوئے آگے بڑھے اور فقیر کے گلے میں ہاتھ ڈال کر کہا "آپ جس کو رو رہے ہیں۔ وہ ہمارے باپ امیر المومنین علی مرتضٰیؓ تھے آج چوتھا روز ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے ان کو شہید کیا اور ہم ان ہی کے دفن سے فارغ ہو کر آرہے ہیں" فقیر یہ سُن کر بے قرار ہو گیا۔ دونوں بچوں کو کلیجے سے لگا کر چیخیں مارنے لگا اور کہا "مجھ کو قبر پر پہنچا دو کہ اب اس کے بعد زندگی موت سے بد تر ہے، شہزادوں نے ہر چند

غور کیا اور التجا کی کہ آپ گھر چلئے ہماری بہنیں اور ہم آپ کی خدمت اپنا فرض سمجھیں گے بہنیں آپ کو سر آنکھوں پر بٹھائیں گی مگر رضا مند نہ ہوا تو مجبوراً لاچار اس کو لے کر قبر پر پہونچے۔ فقیر نے قبر پر فاتحہ پڑھی اور لپٹ کر ایک آہ کی اور یہ آواز بلند کہا "بلالے اپنے پاس بلالے"۔ اتنا کہنے کے بعد قبر سے لپٹا ہوا درویش ختم ہو گیا۔

امیر معاویہؓ کی کوششیں

حضرت علیؓ کے بعد اب میدان بالکل صاف تھا اور امیر معاویہ کا زخم گو اچھا ہو رہا تھا مگر کسک ابھی باقی تھی اور جس طرح ظاہری زخم کا پوری طرح اندمال نہ ہوا تھا۔ اسی طرح اندرونی ٹیس بھی ختم نہ ہوئی تھی۔ امیر معاویہؓ صحابہ رسول اللہ ہیں۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ روم قیصر پر ایران کسریٰ پر فخر کرتا ہے تو عرب اپنے معاویہؓ پر بجا ناز کرنے کا حق رکھتا ہے، کچھ شک نہیں کہ ان میں بعض خوبیاں بھی تھیں اور ہر شخص میں ہوتی ہیں مگر اس سلسلہ میں اُنھوں نے جو کچھ کیا وہ خدا اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ امیر معاویہؓ کو حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد امام حسنؓ کی طرف سے خلافت کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔ مگر اُنھوں نے پہلے ہی اعلان کر دیا کہ وہ اس خواہش سے ہزاروں کوس دور ہیں اور اس سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتے، اہل کوفہ نے جہاں اس وقت حسین علیہ السلام موجود تھے حضرت امام حسنؑ کو بہت ترغیب دی مگر اُنھوں نے انکار کر دیا اور امیر معاویہؓ کو اپنے فیصلہ کی اطلاع کر دی۔ شام میں امیر معاویہؓ کی پوری حکومت تھی۔ مگر وہ چاہتے تھے کہ میں حضرت علیؓ کے بعد خلیفہ ہو جاؤں لیکن انتخاب کی بجائے تلوار کی طاقت سے۔ اس میں ایک بڑی مصلحت یہ تھی کہ اگر انتخاب کا سلسلہ موقوف ہو گیا تو خلافت بادشاہت میں تبدیل ہو کر میرے ہاں موروثی ہو جائیگی اسی واسطے اُنھوں نے اپنا مشیر اعظم عمرو بن عاص کو مقرر کیا اور چاروں طرف احکام

جاری کر دیئے کہ میری خلافت کو جو تسلیم نہ کرے اور بیعت پر راضی نہ ہو اُسے گرفتار کر لو، اس میں شک نہیں کہ عرب کے دم خم ابھی وہی تھے مگر پچھلی لڑائیوں نے ایسا مجروح کیا تھا کہ سکت نہ تھا، قریب قریب سب نے اس رائے سے اتفاق کیا صرف چار شخص تھے جنھوں نے تامل کیا اور بیعت سے انکار کیا،

امام حسینؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ۔ عبداللہؓ اور عبدالرحمٰنؓ خلیفہ اوّل و دوم کے صاحبزادے ہیں امام حسینؓ خلیفہ چہارم کے اور عبدالرحمٰن بن زبیرؓ۔ ان زبیرؓ بن العوام کے جن کے مفصل حالات اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ امیر معاویہؓ کو ان چاروں کی طرف سے پورا اندیشہ ہوا اور وہ سمجھے کہ یہ معمولی آدمی نہیں بلکہ پایہ کے لوگ ہیں اور اتنا اثر رکھتے ہیں کہ اگر بگڑ گئے تو مسلمانوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ ہوگی، چنانچہ اُنھوں نے خفیہ احکام اپنے عاملوں کے نام بھیجدیئے کہ جس طرح ہو ان چاروں سے بیعت لو۔ ممکن تھا کہ امیر معاویہؓ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاتے۔ مگر ان کو سب سے بڑا فکر یہ ہوا کہ میں بڈھا ہوں اور موت سر پر آپہونچی، یزید اگر میرے سامنے ہی تخت نشین ہو جائے تو اچھا ہے اس لئے اُنھوں نے ۵۶ھ ہجری میں بجائے اپنے یزید کی بیعت لینی چاہی اُن کی اس خواہش کی مخالفت سب سے پہلے اُن ہی کے گھر سے شروع ہوئی اور وہ اس طرح کہ امیر معاویہؓ کے باپ ابوسفیان کی دوسری بیوی سے ایک بیٹا زیاد تھا اور یہ اُس عبیداللہ کا باپ تھا جس نے امام حسینؓ کو کربلا میں شہید کیا۔ اس عبیداللہ کے باپ زیاد نے امیر معاویہؓ کی اس تجویز سے کہ بیعت یزید کی کی جائے مخالفت کی اور کہا کہ یزید ہر وقت شراب کے نشہ میں مست رہتا ہے، خدا کا وہ نہیں۔ رسول کا وہ نہیں مسلمانوں کی خلافت سے اُس کو واسطہ کیا!" مگر معاویہ کے مقابلہ میں زیاد کی کیا چلتی، بیعت کی کوشش اُسی کے واسطے کی گئی مگر کچھ کامیابی نہ ہوئی اور ان چاروں

Marfat.com

بزرگوں نے یہی عذر کیا کہ یزید کے اعمال خلافت کے لائق نہیں - امیر معاویہؓ عمرہ کے بہانہ سے مکہ معظمہ چلے اور راستہ میں مدینہ منورہ میں بھی قیام کیا اور چاروں سے علیحدہ علیحدہ بیعت یزید کے متعلق گفتگو کی، امام حسینؓ نے جواب دیا کہ مجھے بیعت یزید میں عذر نہیں اگر تینوں صاحب رضامند ہو جائیں تو میں حاضر ہوں یہی جواب ان تینوں نے دیا اور اب امیر معاویہؓ کو یقین ہو گیا کہ یزید کی بیعت آسان کام نہیں ہے - اس لئے کوئی معقول تدبیر کرنی چاہیئے -

شہادت حضرت امام حسنؓ

حضرت امام حسن علیہ السلام لڑائی جھگڑوں سے بالکل الگ تھلگ تھے اور انھوں نے امیر معاویہؓ کے جواب میں کہلا بھیجا تھا کہ "مجھے ان معاملات سے سروکار نہیں - البتہ میری دو خواہشیں ہیں ایک یہ ہے کہ میرے اہل وعیال کے واسطے وظیفہ کر دیا جائے - اور دوسرے یہ کہ میرے باپ کے متعلق جو الفاظ ناشائستہ استعمال کئے جاتے ہیں - اس سے باز آؤ" معاویہؓ نے دونوں شرطیں منظور کرلیں، مگر پھر بھی دل میں کھٹکا موجود رہا کہ نہ معلوم کس وقت امام حسنؓ کی طرف سے کوئی گل کھل جائے - رسول اللہ کے نواسے علیؓ کے صاحبزادے ان کے اشارہ کی دیر ہے رعیت باغی ہو جائے گی - چنانچہ بہت سی تدابیر کے بعد ۴۹ھ میں ایک ایسا موقع ہاتھ آگیا جس میں کامیابی کی اُمید تھی اور وہ یہ کہ جعدہ بنت اشعث جس کا دوسرا نام اسماء تھا اور جو آپ کے نکاح میں تھی اسونیہ نامی ایک لونڈی کی وساطت سے زہر دینے پر آمادہ ہو گئی -

چشم فلک دنیا کے مختلف النوع تماشے دیکھ دیکھ کر ہنس رہی ہے - آسمان روتا ہے اور ہنستا ہے، بلبلاتا ہے اور قہقہے لگاتا ہے - جب دیکھتا ہے کہ کس طرح یہ زندگی

Marfat.com

کے بازی گر ایک محدود دائرہ میں جذبات سے مغلوب ہو کر ضرورتیں پیدا کرتے ہیں اور فانی خواہشوں پر کیسی کیسی زبردست قربانیاں کر دیتے ہیں۔ پانی کے ایک قطرے کے واسطے چند روزہ زندہ رہنے والا انسان کیسی بے دردی سے خون کے پرنالے بہا دیتا ہے اور محض بات کی پنچ پر وہ زندگی جس کے سر پر موت ہنس رہی ہے دوسری زندگیوں کو لہو لہان کر دیتی ہے۔ آج مامتا میں ڈوبے ہوئے ہاتھ جس بچہ کو لوری دے کر تھپکتے ہیں وہ اسی دنیا کے ہیں اور جس بچہ کے سر پر لاتعداد ارمانوں سے شادی کا سہرا باندھتے وہ بھی اسی دنیا کے اور کل بچّہ کو اَبدی نیند سلا دینے والے ہاتھ بھی اسی دنیا کے ہیں اور سر کو خون خون کر دینے والے ہاتھ بھی اسی دنیا کے ہیں۔

کل جس کی پیدائش پر کنبہ مبارک بادیں دے رہا تھا۔ ماں باپ نہال تھے جس کے وجود نے دنیا کے بہترین انسان اور خدا کے محبوب کو باغ باغ کر دیا تھا اس کا صرف کلمہ پڑھنے والے نہیں اس کے فیض سے متمتع ہونے والے اس کا نام جپنے والے اس کے دستر خوان سے پیٹ بھرنے والے اس سے شفاعت کی اُمید رکھنے والے اُس کے لال کو زہر دینے کی تدبیر مکمل کرتے ہیں۔

رات کی خاموش گھڑیاں پردۂ دنیا پر آہستگی کے ساتھ گذر رہی ہیں، پورے دو پہر ختم ہو جانے کے بعد افواج فلکی میں ہل چل مچی اور سپہ سالار عساکر سماوی بساط فلک پر نمودار ہوا کہ زندگی کا وہ تماشہ دیکھے جو انسانیت کے معنے بتا رہا ہے امام حسنؓ بے خبر پڑے سوتے ہیں اور اس لئے کہ رات کو پانی پینے کی عادت ہے جعدہ پانی کے برتن میں زہر ملا کر چپکی لیٹ جاتی ہے۔ مگر نیند کہاں کروٹیں لیتی ہے۔ اور اس وقت کا انتظار کرتی ہے۔ جب تدبیر پوری ہو اور کامیابی کے آثار نظر آنے لگیں، رات کا تیسرا حصہ بھی ختم کے قریب آ پہنچا۔ اور وہ ساعت بھی آ گئی جب سرہانے رکھا ہوا پانی پیٹ میں پہنچکر کلیجہ کاٹ دے۔ آنکھ کھلی تو حسب دستور پانی پیا۔ مگر چند ہی قطرے داخل ہوئے تھے

Marfat.com

کہ ہائے کی آواز نے سونے والوں کو ہشیار کیا۔ گھبرا کر دوڑے اور آکر دیکھا تو پانی اور پانی کے ساتھ پینے والے کا رنگ سبز ہو چکا تھا۔ قے کے ساتھ کلیجہ اور انتڑیوں کے تھلکے کے تھلکے نکل رہے تھے۔

اس سے زیادہ درد انگیز گھڑیاں دنیا کے پردہ پر کم آئی ہونگی کہ جن بہنوں اور بھائیوں کو باپ محبت و اتفاق کی وصیتیں کر کے سدھارا وہی بہنیں اور وہی بھائی بھائی کے کلیجے کے ٹکڑے دیکھ رہے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے، بہنیں لپٹ لپٹ کر رو رہی ہیں۔ مگر بے بس ہیں۔ بھائی چمٹ چمٹ کر آنسو گراتا ہے لیکن بے اختیار ہے صبح ہو چکی دنیا کے بسنے والے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے اور علیؓ کا خاندان جو ابھی اپنے سرتاج کی موت پر پوری طرح رو بھی نہ چکا تھا۔ اپنی کشتی کے ناخدا امام حسنؓ کی موت کا انتظار کرنے لگا۔ زندگی سے مایوس ہو کر امام عالی مقام نے اُمّ کلثومؓ کے گلے میں ہاتھ ڈال کر فرمایا۔

"ماں جائی! زہر تلوار کی طرح اندر ہی اندر کاٹ رہا ہے۔ اب تکلیف قابلِ برداشت نہیں۔ دعا کرو کہ خدا جلد خاتمہ بالخیر کرے، ماں اور باپ دونوں میرا انتظار کر رہے ہیں۔ خدا تمہارا بہتر وارث ہے۔ دیکھو دشمن خاندانِ رسالت کی بربادی پر کمربستہ ہیں میرے بعد حسینؓ اکیلا بتیس دانتوں میں ایک زبان ہے ہر طرف سے یورش ہوگی اور پاؤں تلے کی چیونٹی بھی دشمن بن جائیگی۔ بنو فاطمہ کے تاراج کرنے میں وہی مسلمان جو نانا جان کا کلمہ پڑھ رہے ہیں متفق ہو جائیں گے۔ مجھے اپنی موت کا ملال نہیں مگر حسینؓ ہائے میرا بھائی حسینؓ جس کا ہاتھ باپ نے میرے ہاتھ میں دیا تھا تنہا و یکہ ہے اور کوئی اتنا بھی نہیں کہ نیک صلاح اور مشورہ سے اس کی مدد کرے۔ میں فاطمہؓ کے خاندان کو اب تیرے حوالہ کرتا ہوں، زینبؓ تیری مددگار ہوگی۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ آلِ فاطمہ کا اب کیا حشر ہو۔ دیکھو یہ جیتا جیتا خون اس گوشت کا ہے جسے رسول اللہؐ نے بوسے

Marfat.com

بچّہ کو سینے سے چمٹائے اسی کڑک اور چمک میں اسی مینہ میں اور ہوا میں ہنستا اور ہنسا تا گھر میں داخل ہوا۔

رونے والی آنکھوں سے حقیقی نگاہیں بلند کرو اور دیکھو کہ یہ تیرہ و تار گھر کس کا ہے! یہ ثرید پکانے والی خاتون کون ہے؟ دروازہ پر نگاہ اور آہٹ پر کان کس کے ہیں؟ درود و سلام آنے والے پر، اس گھر پر، اور گھر والوں پر، مردوں پر اور عورتوں پر، یہ بنت الرسولؐ کا گھر ہے، یہ منتظر آنکھوں سے بچہ کی راہ دیکھنے والی خاتون، خاتون جنت ہے اور بچّہ کو ماں کی گود میں دینے والا انسان ہادی برحق اور پیغمبر آخر الزماں ہے!

وہ سماں ختم ہو چکا جعدہ کے زہر کا شہید قبر میں دفن ہو رہا ہے۔ یہ میّت کس کی ہے اس حسنؓ کی، رسول عربیؐ کے دوش مبارک جس کی سواری تھے فاطمہ جس کی دودھ پلانے والی اور علیؓ جس کا پرورش کرنے والا! یہ زہر کس نے دیا اور دلوایا؟ ان ہی لوگوں نے جو اس کے نانا کا کلمہ پڑھتے ہیں اور قیامت کے روز شفاعت کے اُمیدوار ہیں۔

امیر معاویہؓ کی آخری کوشش اور موت

امیر معاویہؓ کی عمر اس وقت نوّے سال کے قریب تھی اور کندھے کی ہڈی جو کٹ چکی تھی سڑ گئی تھی۔ مگر وہ شب و روز اسی فکر میں تھے کہ یزید کی خلافت اپنی آنکھ سے دیکھ لوں اور جو لوگ مخالفت کر رہے ہیں وہ میرے سامنے اُس کے دوست ہو جائیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے موت نے آدبایا اور جب ان کو یقین ہو گیا کہ اب بچنا ممکن نہیں۔ بستر مرگ پر یزید کو بلا کر کہا "میں اتنا کام کر چلا ہوں کہ خلافت کے ملنے میں زیادہ دقت نہ ہوگی۔ مگر تو پہلا کام یہ کیجیو کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر چلیو۔ اسوۂ حسنہ تیرا عمل رہے اور کلام الٰہی تیرے پیش نظر" امیر معاویہؓ کی بات ختم نہ ہوئی تھی کہ یزید بات کاٹ کر بولا "مجھے خلیفہ اوّل و دوم

سے بحث نہیں، ہاں کلام الٰہی پر چلنے کی کوشش کروں گا، آگے کہتے " یزید کے اس تلخ رویہ کا امیر معاویہؓ پر بہت اثر پڑا مگر جانتے تھے کہ صرف چند لمحے اور باقی ہیں، اس لئے وصیت کو ان الفاظ پر ختم کر دیا" واقعات بتا رہے ہیں کہ تیری لڑائی امام حسینؓ سے ہوگی تو جانتا ہے وہ غیر نہیں، عزیز ہیں، اور رسول اللہ کے نواسے، وہ مغلوب ہوں گے، کیوں کہ تیرے ساتھ لشکر کافی ہے، غالب ہونے کے بعد ان کے احترام میں فرق نہ آئے۔ تیری لڑائی عبداللہ بن زبیرؓ سے ہو تو اسکو زندہ نہ چھوڑیو۔"

امیر معاویہؓ کی اس وصیت کا کوئی جواب نہ ملا۔ یزید شکار کو روانہ ہو گیا اور امیر معاویہؓ (۶۰ھ) میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔

امیر معاویہؓ کے کارنامے اس کتاب کے پڑھنے والوں کے سامنے ہیں حضرت عمرؓ کا یہ قول کہ "عرب ان پر فخر کر سکتا ہے" ہم اوپر نقل کر چکے ہیں اس کے ساتھ طبری کے یہ الفاظ بھی لکھتے ہیں کہ "ان میں بعض ایسے عیوب تھے جو قلم ادا نہیں کر سکتا منجملہ ان کے ایک یہ کہ وہ دستر خوان پر کھانے والوں کے نوالے گنا کرتے تھے"

یزید کی حکومت

یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی پہلا حکم یہ جاری کیا کہ عبداللہ بن زبیرؓ، حسین بن علی، عبداللہ بن ابی بکرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ چاروں سے میری بیعت لو اور اگر ان میں سے کوئی بھی انکار کرے تو فوراً قتل کرو، تخت نشینی کے بعد وہ شراب اس کثرت سے پینے لگا کہ کوئی لمحہ خالی نہ جاتا۔ شب و روز نشہ میں مست رہتا اور جن عورتوں سے قرآن نے نکاح کی ممانعت کی تھی ان سے نکاح جائز سمجھتا، اس کے احکام کی خبر ان چاروں کو پہونچی، عاملان مقررہ بیعت کی کوشش میں سرگرم ہوئے اور عامل مدینہ نے اس حکم کے اعلان کے ساتھ چاروں کو طلب کیا تو عبداللہ بن زبیرؓ راتوں رات مکہ چلے گئے اور

Marfat.com

عبداللہ بن ابی بکرؓ بھی وہیں پہونچ گئے اور جواب دے دیا کہ اگر تینوں آمادہ ہو جائیں تو ہم کو عذر نہیں عبداللہ بن زبیرؓ پہلے سے باخبر تھے اور جانتے تھے کہ یزید اسکے تخت نشین ہوتے ہی یہ گل کھلے گا۔ چنانچہ انھوں نے مکّہ میں لڑائی کا پورا سامان کر رکھا تھا اور جمعیت ان کی مدد کو تیار تھی، عامل مدینہ نے یزید کو اطلاع دی کہ یہ سب مکّہ پہنچ گئے اور بیعت سے انکار کرتے تھے!

یزید یہ خبر سُنتے ہی آگ بگولا ہو گیا مروان کو سپہ سالار مقرر کیا اور ایک بڑا لشکر اس کی سرکردگی میں مکّہ معظمہ روانہ کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس لڑائی میں عبداللہ بن زبیرؓ کا ساتھ نہ دیا اور کہہ دیا میں لڑائی کے قابل نہیں ہوں، صرف اطمینان سے اللہ اللہ کرنا چاہتا ہوں عبداللہ بن زبیرؓ مقابلے کے واسطے تیار ہو گئے، چار روز تک مروان نے مکّہ کا محاصرہ کیا چوتھے روز عبداللہ بن زبیرؓ کھلے میدان میں نکل آئے اور شدّت سے حملہ کیا۔ مروان کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ یزید نے ایک جماعت اپنے سپہ سالار کی کمک کے واسطے محفوظ رکھی تھی، مروان کے پاؤں اُکھڑتے ہی یہ لوگ پہونچ گئے، مگر عبداللہ بن زبیرؓ کا لشکر وافر تھا۔ اس کمک کو کچلتا ہوا آگے بڑھا۔ یزید کے سپہ سالار کو زندہ گرفتار کر لیا اور مار ڈالا۔

حصّہ اوّل ختم ہوا

تاریخ شہادت

یا

سیّدہ کا لال

دوسرا حصّہ

مراثی کربلا

از

مصوّرِ غم حضرت علّامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

معرکۂ کربلا کی اہم شخصیتیں

حضرت امام حسینؑ	سرورِ کائناتؐ کے نواسے اور حضرت علیؓ اور سیدۃ النساء کے لختِ جگر
حضرت عباسؓ	حضرت امام حسینؑ کے علاتی بھائی
حضرت علی اکبرؓ	حضرت امام حسینؑ کے بڑے لڑکے
حضرت زین العابدینؓ (عابد بیمار)	حضرت امام حسینؑ کے منجھلے لڑکے
حضرت علی اصغرؓ	شیر خوار لڑکے
حضرت عونؓ و حضرت محمدؓ	بی بی زینب کے لڑکے حضرت امامؑ کے بھانجے
حضرت قاسمؓ	حضرت امام حسنؑ کے لڑکے
حضرت مسلمؓ	حضرت امام حسینؑ کے چچازاد بھائی
حضرت محمدؓ و حضرت ابراہیمؓ	حضرت مسلمؓ کے لڑکے
حضرت حُرؓ	ایک شامی افسر جو بعد میں امام کی طرف سے لڑ کر شہید ہوئے

حرمِ امامؑ

بی بی زینبؓ	حضرت امام حسینؑ کی حقیقی بہن
بی بی شہر بانوؓ	حضرت امام حسینؓ کی بیوی
بی بی صغراؓ	حضرت امام حسینؓ کی بیٹی

یزیدی لشکر

عبید اللہ ابن زیاد	کوفہ کا گورنر۔ یزید کا نائب
عمرو بن سعد	سپہ سالار فوج
شمر	افسرانِ فوج
خولی	
سنان	
حرملہ (ب) کاہل	

Marfat.com

مراثی کربلا

اب وہ حالات شروع ہوتے ہیں جن کے خیال سے کلیجہ کانپ اُٹھتا ہے۔ ایک "سیدہ کے لال" کے واسطے ہزاروں تلواریں میان سے باہر نکل آئیں اور اس وقت تک میدان کربلا میں چمکتی رہیں جب تک امام حسینؑ کا سر تن سے جُدا نہ ہو گیا اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ صرف یہ سمجھنے لینے کے واسطے تھا کہ کربلا کے خونیں واقعہ کے اسباب کیا تھے؛ بنو اُمیہ اور بنو ہاشم کی حیثیتیں کیا تھیں اور حضرت علیؓ کے بعد خلافت کس طرح بادشاہت میں تبدیل ہوئی۔

کوفہ والوں کا حضرت امام حسینؑ کو طلب کرنا اور حضرت مُسلم کا جانا

حضرت امام حسینؑ بیعت یزید پر لعنت بھیجکر مکہ چلے گئے تھے اور یہ کہہ دیا تھا کہ سب کے ساتھ بیعت کے لئے میں بھی تیار ہوں، مکہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کی فتح نے یزید کا زور ڈھا دیا اور کوفیوں کے دل گردے بڑھا دیئے۔ یزید اس فکر میں رہا کہ کسی طرح عبداللہ بن زبیرؓ اور امام حسینؑ سے اس شکست کا بدلہ لوں اور کوفہ والے اس خیال میں کہ کسی طرح امام حسینؑ کو بلا کر خلیفہ بنالیں اگر ضرورت ہو تو یزید سے مقابلہ کریں اور اس کا قلع قمع کردیں۔ ابھی یزید کی طرف سے مکہ کے خلاف کارروائی زیر غور تھی کہ کوفہ والوں نے اپنے جوش میں امام حسینؓ کو خط لکھا۔

Marfat.com

"آپ کو معلوم ہے کہ گو زیادہ نہیں مگر بڑے بوڑھوں میں ابھی ایک آدھ آدمی ایسا بھی زندہ ہے جو آپ کے جدِ امجد کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوا اور اپنا گھر بار خدا کی راہ میں لٹا دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی اولاد اور بھائی اسلام پر قربان کئے اور کوفہ کی شرم رکھی۔ ان کے علاوہ ہم خود وہ ہیں جو آلِ رسولؐ پر فدا ہونا فخر سمجھتے ہیں۔ آپ کو اچھی طرح علم ہے، صفین اور جمل میں ہم نے شیرِ خدا کے ساتھ کیسی کیسی خدمات انجام دیں، ہم بنی ہاشم کے عاشق اور بنو امیہ کے جانی دشمن ہیں۔ اس وقت جبکہ یزید تخت نشین ہوا اور خلافت کا اعلان کر دیا۔ ہماری عزت و حمیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم یا تو خلافت کو ایسے ظالم و غاصب کے پنجہ سے چھڑائیں، یا خود مر جائیں، آپ جس قدر جلد ممکن ہو کوفہ تشریف لائیں یہاں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان آپ کے نام پر جانیں دینے کو تیار ہیں اور اپنی زندگی کا پہلا فرض یہی سمجھتے ہیں کہ کسی طرح یزید کو اس نالائق کی کافی سزا دیں۔ آپ نے اگر آنے میں دیر کی تو ممکن ہے کہ یزید کے منصوبے پورے ہو جائیں اور وہ اپنی فوج یہاں بھیج دے اس لئے تاخیر سے کام نہ لیجئے اور فوراً ادھر روانہ ہو جایئے۔"

امام حسینؑ کو کوفہ والوں کی طبیعت کا حال معلوم تھا مگر سنا ہوا، ذاتی تجربہ نہ تھا اس لئے وہ عادت و طبیعت کو بھول گئے۔ اور چونکہ خود بھولے بھالے تھے کوفیوں کے خط کا یقین کر لیا۔ مکہ والوں نے یہ دیکھ کر ایک جلسہ کیا اور امام علیہ السلام کو سمجھایا کہ آپ للہ کوفہ کا قصد نہ فرمایئے اور یہاں قیام کیجئے اور اطمینان رکھیے کہ جب تک ہمارے دم میں دم ہے آپ کا بال بیکا نہیں ہو سکتا۔ ابھی جلسہ ختم نہ ہوا تھا کہ کوفیوں نے ایک اور خط بھیجا کہ مسلمانوں پر رحم فرمایئے اور خلافت کو سنبھالئے ہم سب جاں نثاری کے دا

حاضر ہیں، سیدھے سادے امام نے کوفیوں کی دعوت منظور کی مگر اہلِ مکّہ کی صلاح سے قرار پایا کہ پہلے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو روانہ کر دیجیے، وہاں کا رنگ دیکھ کر جو لکھیں اس پر عمل کیا جائے۔ اس موقع پر مکّہ کے بعض دوراندیش اور معمّر حضرات نے مخالفت کی اور کھلم کھلا کہ حضورِ اکرم کے زمانہ حیات سے اب تک کوفہ والے اپنی بات پر قائم نہ رہے اور ہمیشہ دھوکا دیا اب ان کی فطرت نہیں بدل سکتی اور جس کا تجربہ ہو چکا ہے اس کا دوبارہ تجربہ کرنا غلطی ہے۔ اس کوشش کا نتیجہ رنج و افسوس کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ مگر کوفہ والوں نے کچھ ایسا اظہار عقیدت اور خواہش بیعت کا یقین دلا دیا۔ کہ امام حسینؑ اُن کے پنجہ سے نہ نکل سکے اور حضرت مُسلمؑ کو کوفہ روانہ کر دیا۔ اُن کا کوفہ میں داخل ہونا تھا کہ چاروں طرف سے آدمی پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑے اور حضرت مُسلمؑ کو یقین ہو گیا کہ کوفہ والوں نے جو کچھ لکھا تھا وہ دل سے تھا اور غلط نہ تھا۔ سات گھنٹہ میں بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی اور ہر سمت سے لوگ آ آکر جمع ہونے شروع ہو گئے، حضرت مُسلمؑ اب کس طرح بدگمان ہو سکتے تھے، بالخصوص اس وقت جب کہ ان لوگوں نے خود ہی درخواست کی کہ ہم اپنا خون پسینہ ایک کر دیں گے۔ مگر یزید کی خلافت قبول نہ کریں گے، یہ حالات دیکھ کر حضرت مسلمؑ نے فوراً ایک خط امام حسینؑ کو لکھا کہ کوفہ والے ہر طرح سے ہمارے ساتھ ہیں۔ بارہ ہزار آدمی بیعت کر چکے اور ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ بیعت کے واسطے تیار ہیں۔ آپ شوق سے تشریف لائیے اور ان لوگوں کی درخواست قبول کیجیے، خط روانہ کرنے کے بعد ھانی نے جن کے مکان پر مسلمؑ ٹھیرے ہوئے تھے ایک جلسہ کی تجویز کی اور اس جلسہ میں ڈیڑھ لاکھ کے قریب مسلمان جمع ہو گئے اور قریب قریب سب نے حلفیہ اقرار کیا کہ ہم سب حضرات امام پر جانیں قربان کرنے کو تیار ہیں۔ جوش کا یہ عالم تھا کہ پچاس آدمیوں کا ایک دستہ اسی وقت حضرت امام حسینؑ کی پیشوائی اور ہمراہی کے واسطے مکّہ روانہ

Marfat.com

ہوا۔ امام حسینؓ نے ان لوگوں سے کہا کہ آپ جائیے میں بہت جلد کوفہ پہنچوں گا اہل کوفہ نے یہ سن کر ایک اور قاصد روانہ کیا اور فیصلہ کیا کہ اب بغیر امام حسینؓ کو ساتھ لئے وہ واپس نہ ہو، اس قدر اصرار کے بعد اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ امام حسین کوفہ کو روانہ ہوں، کوفہ میں بنی اُمیہ امام حسینؓ کا یہ اعزاز اور احترام دیکھ کر انگاروں پر لوٹنے لگے، اور سمجھ گئے کہ خلافت یزید کے ہاتھ سے چلی اس وقت کوفہ میں یزید کی طرف سے نعمان بن بشیر عامل تھے، ان کو سب کیفیت معلوم تھی مگر چونکہ اہل بیت رسول اللہ سے سچی محبت رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ یزید کی خلافت اسلام کی تباہی کا باعث ہے اس لئے خاموش تھے، بنی اُمیہ نے اُن کو آکر اطلاع دی کہ امام حسینؓ کی بیعت کے واسطے قریب تمام کوفہ تیار ہے اور مسلمؓ کے ہاتھ پر ہزارہا مسلمان بیعت کر چکے، اگر اب بھی ہوش ہے تو فوراً حضرت مسلمؓ کو قتل کر دو۔ اور اگر قتل کرنا مناسب نہیں تو گرفتار کرو، اور اس بغاوت کو فرو کرو، نعمان نے ان لوگوں کی تجویز یہ کہہ کر اڑا دی کہ خلافت اور عقیدت علیحدہ چیزیں ہیں۔ حکومت کو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ بنو اُمیہ نعمان کی یہ خاموشی دیکھ کر اس کے دل کا مطلب سمجھ گئے اور فوراً دو قاصد یزید کے پاس روانہ کئے، اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ نے نعمان کا خاتمہ اور مسلمؓ کا قتل نہ کیا تو خلافت رخصت ہوئی، قاصد پہنچے تو یزید شراب کے نشہ میں چور تھا، کوفہ کی خبر سنتے ہی دانت پیستا ہوا اٹھا اور حکم دیا کہ سرجون کو بلاؤ، یہ شخص بنی سرجون کا ایک غلام تھا مگر امیر معاویہؓ کے مزاج میں اس قدر دخیل تھا کہ میدان جنگ کے معاملے اس کی رائے سے طے ہوتے تھے جب یزید نے اس سے مشورہ لیا تو اس نے کہا کہ آپ اپنے ہی خاندان کے خلاف ہیں اور جس درخت کی جڑ کمزور ہے اس کی شاخیں کبھی بارآور نہیں ہو سکتیں مجھے معلوم ہے کہ زیاد نے آپ کے والد مرحوم کو جب انھوں نے آپ کے واسطے خلافت کی کوشش کی تو آپ کے خلاف رائے دی، آپ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ آپ اس سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتے اور اس کو اپنا عزیز سمجھنا

کسرشان خیال فرماتے ہیں لیکن یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ خاندان کی متفقہ طاقت کے بغیر بنی ہاشم کو ہرگز نہیں دبا سکتے عبیداللہ لونڈی بچہ ہو یا اس سے بھی ذلیل مگر عزیزوں میں اور شکریں، اپنوں میں اور غیروں میں اس سے زیادہ بہادر اور مدبّر آدمی نہیں ہے اگر آپ اس قضیہ کو دبانا چاہتے ہیں تو اس کا دل ہاتھ میں لیجئے، اس کے سپرد یہ کام کیجئے اور پھر دیکھ لیجئے کہ کیا ہوتا ہے اور کس طرح چٹکی بجاتے ہیں تمام مشکلات رفع ہو جاتی ہیں ورنہ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ اس آگ کا بجھانا آسان کام نہیں آپ کو معلوم ہو یا نہ ہو مگر مجھے معلوم ہے کہ کوفہ بصرہ عراق سب امام حسینؓ کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ آپ کو اس کا ثبوت مل گیا کہ ابن زبیر نے آپ کی فوج کو کس ذلت سے پسپا کیا اور مکّہ سے نکال باہر کیا!"

سرجون کی تقریر یزید کے دل میں اتر گئی اور اس نے اسی وقت عبیداللہ ابن زیاد کو بلا کر کوفہ اور بصرہ کا عامل مقرر کیا اور تاکید کر دی کہ ان چاروں میں سے جو بیعت سے انکار کرے اس کا سر کاٹ کر روانہ کر دے اس تقرر نے عبیداللہ کو باغ باغ کر دیا۔ حوصلے بڑھ گئے اور وہ اچھلتا کودتا حاکم کی حیثیت سے کوفہ روانہ ہو گیا۔

عبیداللہ ابن زیاد کا تقرر اور حضرت مسلم کی شہادت

عبیداللہ بھاگم بھاگ بصرہ پہنچا۔ یہاں کوفیوں کا قاصد امام حسینؓ کا خط اہل بصرہ کے نام لایا تھا اور بصرہ والے امام کی بیعت کو تیار تھے عبیداللہ نے فوراً قاصد کو گرفتار کیا اور خط قبضہ میں کیا، رات ہی کو یزید کا ایک اور حکم عبیداللہ کے نام پہنچا کہ سنا ہے کہ امام حسین اور مسلمؓ کوفہ پہنچ گئے ہیں جس قدر جلد ممکن ہو بیعت کی اطلاع یا سر روانہ کرو۔ عبیداللہ نے علی الصبح ایک جلسہ منعقد کیا۔ اور اہل بصرہ سے کہا "تم لوگوں کو اوّل تو معلوم ہوگا اور اگر معلوم نہیں تو اب معلوم ہونا چاہیے کہ میرا نام عبیداللہ ابن زیاد ہے۔ میں اس باپ کا بیٹا ہوں جس کے نام سے آسمان و زمین دونوں تھرّاتے ہیں اس زیاد

Marfat.com

کا لڑکا ہوں جس کی تلوار نے خون کے پرنالے بہا دیئے ہیں۔ اس کی شجاعت اور حسنِ انتظام کا ڈنکا ایک عالم میں بج رہا ہے، تم اچھی طرح سمجھ لو کہ رحم و مروّت، درگذر اور رعایت ہمارے خاندان میں چھو تک نہیں گئی، مجھ سے کوئی غلط توقع قائم نہ کرنا۔ میں عبیداللہ ابن زیاد ہوں اور یہ میری تلوار جس وقت میان سے باہر ہوئی تو انسانی خون کے چاٹے بغیر میان میں نہیں آسکتی چنانچہ اس وقت بھی تم اس کا تماشہ دیکھو گے۔

تم نے سنا ہوگا کہ علی کا لڑکا حسین باغی ہو گیا اور اس نے خلیفہ یزید کے خلاف خروج کیا ہے اور میں اس کام کے واسطے مقرر ہوا ہوں کہ ابن علی کو اس کی بغاوت کا پورا مزہ چکھا دوں۔ اب تم سمجھ لو کہ میں کون ہوں اور کیا کروں گا۔ اگر تم میں سے کسی نے مجھ سے اختلاف کیا یا اشارۃً بھی مجھے کسی کی نافرمانی کا علم ہوا تو وہ گردن مار دیا جائے گا اور جب تک میں سزا نہ دے لونگا چین سے نہ بیٹھوں گا۔"

عبیداللہ کی تقریر سے بیچارے بصرے والوں کے ہوش اڑ گئے کہ یہ کیا بلا نازل ہوئی، وہ سوچ ہی رہے تھے کہ عبیداللہ نے کہا "اب تم میری تلوار کا تماشہ دیکھو!" اتنا کہہ کر اس نے حکم دیا۔

"حسین کا قاصد گو ایلچی ہے مگر میری تلوار باہر آچکی اس لئے اس کو سامنے لاؤ اور جلاد کو بلاؤ کہ میں اپنے ہاتھ سے ایسے ذلیل کو قتل نہ کروں گا۔" لوگ خاموش کھڑے تھے کہ اس نے جلاد کو حکم دیا "میری تلوار سے حسین کے قاصد کی گردن اڑا دو!" حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور اس قتل کا یہ اثر ہوا کہ تمام بصرے میں سناٹا چھا گیا اس کے بعد عبیداللہ کوفہ روانہ ہو گیا۔

رستے ہی میں یہ پتہ عبید نے لگا لیا تھا کہ مسلمؓ کوفہ پہنچ گئے، ھانی کے مکان پر ٹھیرے ہوئے ہیں اور خوب آؤ بھگت ہو رہی ہے اس لئے وہ چاہتا تھا کہ کوفہ پہنچتے ہی مسلمؓ کو قتل کر دوں۔ مگر جب یہ سنا کہ پچاس ساٹھ ہزار آدمی بیعت کر چکے ہیں

Marfat.com

اور امام حسینؓ کے واسطے بیچین ہیں تو اس تجویز کی تکمیل میں تامل ہوا اور سوچا کہ بغیر مکر کے کام نہ چلے گا، اس لئے سیدھا راستہ چھوڑ کر ہمراہیوں کو قادسیہ میں اُتارا خود بھیس بدل امام حسینؓ کی صورت میں کوفہ پہنچا۔ اس وقت رات کا ابتدائی حصہ تھا۔ چونکہ کوفہ والوں کے پیہم خطوط روانہ ہو چکے تھے ان کو امام کی آمد کا یقین ہو گیا۔ جوق در جوق استقبال کو پہونچے اور ابن رسول اللہ ابن رسول اللہؐ کی صداؤں سے در و دیوار گونج اُٹھے۔ ابن زیاد نے سیدھا دارالامان کا راستہ لیا۔

نعمان بن بشیر نے جب یہ حالت دیکھی تو بہت پشیمان ہوا اور سمجھا کہ اگر امام حسینؓ کا یہاں قیام ہوا تو یزید قیامت برپا کر دے گا۔ اس لئے حکم دیا کہ قلعے کا دروازہ بند کر دو اس کا خیال تھا کہ اس طرح امام حسینؓ اور کوفی یہاں سے چلے جائیں گے مگر جب جمعیت پریشان نہ ہوئی تو اُس نے چھت پر سے آواز دی کہ "اے ابن رسولؐ اللہ آپ دوسری جگہ قیام فرمائیے۔ آپ کوفہ پر قبضہ نہیں کر سکتے"۔

نعمان کا یہ رنگ دیکھ کر عبیداللہ آگ بگولا ہو گیا اور سختی سے کہا کہ "دروازہ کھول میں عبیداللہ ابن زیاد ہوں" اس کا نام سُنتے ہی کوفی بھاگنے شروع ہو گئے اور عبیداللہ نے رات قلعہ میں گذار کر علی الصباح تمام کوفہ کو طلب کیا اور ان کے سامنے ایسی غضبناک تقریر کی کہ ہوش اُڑ گئے اُس نے اپنی گفتگو کو ان الفاظ پر ختم کیا کہ "مجھے سب کی نیتوں کا حال معلوم ہے اور میری فوج قادسیہ میں موجود ہے اور اب آتی ہو گی تم سب کے خون کی پیاسی ہے۔ میں ابن زیاد ہوں اور چشم زدن میں تم سب کو موت کے گھاٹ اُتار دوں گا لیکن اس وقت تم سب کو جو مجرم کی حیثیت سے میرے سامنے ہو اور بیعت کا جو حقیقتاً بغاوت سے جرم کیا ہے، پناہ دیتا ہوں جس قدر جلد ممکن ہو مسلمؓ کو میرے حوالہ کرو۔ امن و امان سے رہو اور یہ یاد رکھو کہ اگر حسینؓ کی بیعت کا نام کسی گھر سے بلند ہوا تو مسمار کر دوں گا کسی زبان سے سُنا تو حلق سے نکال لوں گا اور کسی شخص

Marfat.com

سے کہا تو ٹکڑے اڑا دوں گا!"

اس تقریر کا کافی اثر ہوا اور کوفیوں کے دل دھکڑ دھکڑ کرنے لگے مگر ھانی جن کے ہاں مسلمؓ مقیم تھے خاموش رہے۔ جب یہ لوگ رخصت ہوئے تو وہ رستے بھر سوچتے رہے کہ کیا کرنا چاہیئے عبید کی فرعونیت کا خیال آتا تھا تو کانپ جاتے تھے اور حق کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا تو اور زیادہ پکے ہو جاتے تھے۔ بالآخر انھوں نے یہی فیصلہ کیا کہ جان رہے یا جائے مسلمؓ کو نہ دونگا، عبید کو خبر تو لگ گئی تھی کہ مسلمؓ، ھانی کے ہاں مقیم ہیں لیکن وہ سمجھتا تھا کہ اگر یہ صحیح ہے تو ھانی خوف زدہ ہو کر مسلمؓ کو حوالہ کردیں گے، دن اسی ادھیڑ بن میں بسر ہوا شام کے وقت عبید نے یہ مکر کیا کہ اپنے غلام معقل کو کچھ روپے دے کر قاصدوں کی پوشاک پہنائی اور ھانی کے گھر بھیجا کہ بصرے سے امام حسینؓ کا نذرانہ اور بیعت کے حلف لے کر آیا ہوں۔ بچارے ھانی اس کے داؤں میں آگئے اور فرضی قاصد کو حضرت مسلمؓ تک پہنچا دیا۔

غلام پتہ لگا کر واپس آیا اور مفصل کیفیت بیان کی تو ھانی کے گھر پر مسلمؓ کے قیام کا یقین ہوتے ہی عبید سانپ کی طرح سر دھننے لگا، ساری رات انگاروں پر لوٹ کے کاٹی، ابھی موذن کی صدا ختم نہ ہوئی تھی اور طائران صحرائی صبح کے استقبال میں منہمک تھے کہ اس نے فوج کے ایک دستہ کو بلا کر حکم دے دیا کہ ھانی کو پابجولاں حاضر کرو، دستہ سیدھا مسجد میں پہنچا، ادھر ھانی نے سلام پھیرا ادھر جمعیت نے ھانی کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور عبید کے پاس لے گئے وہ ایک موٹا عصا جس کی دونوں شاخیں لوہے کی تھیں پھرا کر کہنے لگا "او نمک حرام میری کل کی تقریر بھول گیا میں نے صاف صاف کہدیا تھا کہ مسلمؓ کو پناہ دینے والے کے ساتھ اس کے گھر بھر کو تہ تیغ کردوں گا، میرے باپ زیاد نے جس وقت کوفہ میں قتل عام کیا ہے اور امیر معاویہؓ کے باغیوں کو چن چن کر خاک میں ملایا تو تو اور تیرا باپ قدموں میں گرے اور قسم کھائی کہ ہم بنو فاطمہ کا ساتھ

نہ دیں گے۔ اگر میں اس وقت موجود ہوتا تو سب سے پہلے تیری بوٹیاں چیل کوؤں کو دیتا۔ اس نیکی کا بدلہ یہ ہے کہ میرے اعلان کے بعد بھی تو نے خلیفہ کے دشمن باغی مسلمؓ کو اپنے گھر میں پناہ دی، میں تجھ کو ایسی سزا دوں گا جو تمام کوفہ یاد رکھے"

یہ کہہ کر عبید نے اپنا عصا ھانی کی ناک پر مارا اور دانت پیس کر کہا "اس باغی کو ابھی قید کرو" لوہے کی شاموں سے ھانی کی ناک کا بانسہ ٹوٹ گیا اور چہرہ لہو لہان ہو گیا ھانی کو قید خانہ بھیجکر عبید نے حکم دیا کہ "مسلم کو حاضر کرو"

ھانی کی گرفتاری اور قید کی خبر کوفہ میں بجلی کی طرح دوڑ گئی۔ اور بعض حلقوں میں ان کے قتل کا یقین ہو گیا۔ حضرت مسلمؓ کو جب یہ خبر لگی تو باوجود انتہائے تحمل اور حلم کے ہاشمی خون میں جوش آیا اور وہ تلوار لے کر باہر نکلے کہ ھانی کا بدلہ لیں اور خود بھی شہید ہو جائیں، اس موقعہ پر صرف قبیلہ ھانی کے لوگ ان کے ساتھ ہوئے، اور پانچ ہزار کے قریب یہ مجمع دارالامان پر پہونچا۔ ابن زیاد نے ان لوگوں کو آتے دیکھ کر دروازے بند کر لئے اور تیر اندازی شروع کر دی۔ کوفی یہ دیکھ کر ایسے بھاگے کہ پلٹنے کا نام نہ لیا مجبور مسلمؓ بھی تھکے ہارے اور بھوکے پیاسے ایک طرف چل کھڑے ہوئے عصر کی نماز راستہ میں ادا کی۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک عورت جس کا نام طوعہ تھا ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی اس سے کہا "میں پیاسا ہوں دو گھونٹ پانی پلا دے"، طوعہ عشق رسولؐ میں شرابور اور اہل بیت کے نام پر فدا تھی، پانی لائی اور دریافت کیا کہ آپ کون ہیں صورت و شکل اور حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پردیسی ہیں، یہاں کل سے افراتفری ہو رہی ہے اور ابن زیاد نے گلی کوچے پر حضرت مسلمؓ کے واسطے پہرے لگا رکھے ہیں، ایسا نہ ہو کہ آپ پر بھی کوئی مصیبت آ جائے" اس کی باتوں میں خلوص اور محبّت کے جواہرات جگمگا رہے تھے آپ نے فرمایا "مسلم میں ہی ہوں، اگر تو پناہ دے تو رات تیرے ہاں گذار دوں، صبح اُٹھکر مدینہ چلا جاؤں گا" مسلمؓ کا نام سُنتے ہی طوعہ کے

Marfat.com

ہر اس پر خوشی کی بارش ہونے لگی، عاجزی کے کندھے جھکا دیئے اور جوش بے خودی میں اچھل کر کہا "طوعہ اور اُس کا گھر آپ پر قربان، میرے نصیب ایسے کہاں کہ آپ کے قدم آئیں بسم اللہ کیجئے

مہمان کا استقبال طوعہ دلی اُمنگوں سے کر رہی تھی بس نہ چلتا کہ آنکھیں بچھاتی اور پروانہ کی طرح قربان ہو جاتی آدھی رات کا وقت تھا کہ اس کا لڑکا دربار عبیدی سے جھومتا جھامتا گھر پہنچا۔ ماں نے باغ باغ ہو کر کہا "ہمارے مقدر ایسے کہاں کہ حضرت مسلمؓ تشریف فرما ہوں۔ قدم چوم اور قربان ہو کہ قسمت جاگ گئی"۔ بیٹا نہال نہال ہو گیا ایک مہمان کے واسطے طوعہ اور اس کے لڑکے کا دل خوشیوں سے لبریز تھا اور دونوں بغلیں بجا رہے تھے۔ مگر دونوں کی مسرت مختلف تھی طوعہ اپنے گھر کو دیکھتی اور مسلمؓ کو اور بے اختیار ہو کر قدموں میں گر پڑتی تھی۔ اس کا لڑکا تارے گن گن کر رات کاٹ رہا تھا کہ کس طرح جاؤں اور ابن زیاد کو مسلمؓ کی خبر دے کر انعام حاصل کروں، طوعہ کو بیٹے کے جانے کا مال اُس وقت معلوم ہوا جب عبیدی دستہ نے آکر مسلمؓ کو گرفتار کیا اور ابن زیاد کے حکم سے وہ بھی ھانی کے ساتھ قید کر دیئے گئے۔

کوفیوں کے دل میں اس خبر سے ایک دفعہ اور جوش پیدا ہوا اور دو ہزار آدمیوں کا ایک گروہ دار الحکومت پر پہنچا۔ دروازے بند تھے ابن زیاد نے حکم دیا کہ سب کو تیروں سے چھید دو اور مسلمؓ و ھانی کے سر کاٹ کر نیچے پھینک دو۔ دفعتًا دونوں سر زمین پر تڑپنے لگے اس وقت عبید کا ایسا خوف طاری ہوا کہ کوفی گھروں کے اندر چھپ کر بیٹھ گئے۔

مسلمؓ اور ھانی کو شہید کر لینے کے بعد عبید ابن زیاد نے ایک عام جلسہ کیا اب اس کا رعب اس قدر چھا چکا تھا کہ کوفہ کا بچہ بچہ دست بستہ حاضر ہوا۔

آفتاب خاصی طرح ڈھل چکا تھا اور کوفہ کی سرزمین جس نے مسلمؓ کا خون اپنی گود میں لیا آج ایک عجیب تماشہ کا انتظار کر رہی تھی۔ طلائی شامیانہ مرصع تخت سے جگمگا رہا تھا جس پر عبید اللہ ایک گرز ہاتھ میں لئے تکبر و نخوت کے نشہ میں جھوم رہا تھا۔ گرد

Marfat.com

دغا کے دیو اس کے خود میں چمک رہے تھے اور ظلم و ستم کے جن اس کے سر پر سوار تھے چاروں طرف اکابر کوفہ اور سرداران فوج خاموش بیٹھے تھے اور سامنے رعیت کا ایک انبوہ کثیر موجود تھا معقل نے ایک کشتی میں کھجوریں پیش کیں عبید نے اس میں سے تھوڑی لے کر درباریوں میں تقسیم کا حکم دیا۔ اس کے بعد باآواز بلند کہا۔

"میں نے جو کچھ کہا تھا اس کو پورا کر دکھایا ھانی اور مسلم بغاوت کی سزا پا چکے ضرورت ہے کہ میں تم میں سے اُن سب کو جنھوں نے دروازۂ حکومت پر حملہ کیا۔ اس سے زیادہ سخت سزا دوں مگر اپنے رحم و کرم سے عفو کا عام اعلان کرتا ہوں لیکن تم لوگ اچھی طرح سمجھ لو کہ آئندہ کوفہ میں بغاوت کا نام بھی میں نے سُنا تو پھر گھر کے گھر صاف کر دوں گا۔ اگر یزید کی خلافت سے تم لوگوں نے انکار تو درکنار تامّل بھی کیا تو میری یہ تلوار تمہاری نافرمانی کا مزہ چکھانے کو کافی ہے حسین ابن علی آنے والے ہیں، یاد رکھو کہ اگر ایک متنفس نے بھی ان کو پناہ دی یا ان کی طرف متوجہ ہوا تو اپنے سارے گھر پر بلا نازل کرے گا۔"

عبید آگے کہتا اور کہہ رہا تھا کہ ایک عورت سر پر ردا ڈالے اُٹھی اور کہا "ابن زیاد جس شیطان کی خبر ہم کو کلام الٰہی نے دی تھی وہ تو نے آنکھ سے دکھا دیا۔ اس نے خدا کی نافرمانی میں آدم کو سجدہ نہ کیا۔ تو نے یزید کی نافرمان برداری میں رسولِ خداؐ کو خون کے آنسو رُلوائے۔ تو اپنی طاقت کے گھمنڈ پر مخلوق خدا کی زبان ممکن ہے بند کر لے، مگر کیا تو دلوں کی محبت اور عقیدت کو فنا کر سکتا ہے؟ ہمارے دل مسلمؑ بن عقیل کو رو رہے ہیں اور تیرے اس ظلم پر اگر زبان سے نہیں تو دلوں سے لعنت برسا رہے ہیں، روسیاہ ابن زیاد تو نے اپنے ساتھ میری عاقبت بھی برباد کر دی اور میں نہیں جانتی کہ میری خطا اور قصور کی کیا سزا ملے گی۔ میرا کلیجہ مُنہ کو آ رہا ہے۔ اور میرا دل کانپ رہا ہے۔ میں وہ بدبخت ہوں کہ میں نے آل رسول سے دغا کی اور سید کو پناہ دے کر اُس کی جان لی۔ ارے تو نے میرا دین و دنیا دونوں برباد کئے زمین پھٹ جاتی اور میں سما جاتی، آسمان ٹوٹتا اور میں دبتی جس وقت مظلوم و معصوم مسلمؑ

Marfat.com

نے تیرے مظالم کی بارش میں نماز عصر ادا کی ہے۔ اور حسرت سے چاروں طرف دیکھا ہے، میں اس لئے کہ اس کے نانا کا کلمہ پڑھتی ہوں اس کی بیکسی پر روئی، مگر ہائے مجھے معلوم نہ تھا کہ میں اس سے دغا کر رہی ہوں اور پناہ کے بہانہ سے اس کو قتل کراؤں گی، ایمان اس بھولی صورت کے بوسے لے رہا تھا اور انصاف اس کی تنہائی کو سجدے کر رہا تھا۔ میری بدنصیبی تھی کہ میں نے پیارے مسلمؓ کو پانی پلایا اور رسول کے مہمان کو گھر میں لے گئی اور اپنے لڑکے کے ذریعہ سے اس کی شہادت کا باعث ہوئی، مجھے کیا معلوم تھا کہ میرے پیٹ سے وہ سانپ پیدا ہو رہا ہے جس کی پھنکار خاندان رسالت کو ڈسے گی اور میری گود سے دودھ پینے اور پلنے والا جفا کار اہل بیت کے خون کا پیاسا ہوگا۔ تو اس وقت کوفہ کا حاکم ہے۔ اور خدا کی بہت بڑی زمین پر حکومت کر رہا ہے۔ اس نے جس کو تو نے شہید کیا وہ چونکہ پردیسی تھا، اب اس کے مال کا بھی تو ہی وارث ہے جو اس نے اپنے بعد چھوڑا، یہ خدا کا کلام ہے جو ہر وقت اس کے گلے میں رہتا تھا تو اس کی امانت مجھ سے لے لے۔ مجھ جیسی دغاباز عورت کو جس نے مہمان کو دھوکا دے کر جان لی دنیا میں رہنے کا حق نہیں، خدا را حکم دے کہ جلاد میرا خاتمہ کر دے زمین مجھ پر تھوکے گی، آسمان مجھ پر لعنت برسائے گا۔ دنیا جب تک آباد ہے اور اس کے بسنے والے جب تک موجود ہیں مجھ پر تبرا بھیجیں گے، یہ چادر جو پیوندوں سے پٹی ہوئی ہے اسی مسلمؓ کی ملکیت ہے جس کی ہستی تیرے ظلم کی بھینٹ چڑھی۔ اس کو سر پر رکھوں، آنکھوں سے لگاؤں اور زندہ ہو جاؤں اگر مسلم مسلم کہتی ہوئی مر جاؤں، یہ میرا لڑکا جو تیرے پاس بیٹھا ہے جس نے تجھ کو مسلمؓ کے ٹھہرنے کی خبر دی۔ کاش میری آنکھوں کے سامنے پیوند زمین ہو جاتا اور میں اپنے ہاتھوں سے اس کو دفن کرتی اور سرخرو ہوتی۔ ابن زیاد! للہ مجھ کو بتا کہ مسلمؓ شہید کی لاش کدھر ہے میں تجھ سے زیادہ سنگدل ہوں کہ میں نے خدا اور اس کے رسول سے دغا کی اور بے گناہ مسلمؓ کو اس لئے اپنے ہاں چھپایا کہ مخبری کروں۔ اسے

ابن زیاد! دل تڑپ اُٹھتا ہے، جب مسلمؓ معصوم کی تصویر آنکھ کے سامنے آتی ہے۔ کس حسرت سے چاروں طرف دیکھتا ہوگا اور بے گناہ دل تجھ روسیاہ کے واسطے کیا کہتا ہوگا، خدارا مجھے قتل کر۔ میری بوٹیاں چیل کوؤں کو دے کہ میرے گناہ کی کچھ تلافی ہوسکے، میرے بے گناہ شہید کی لاش للہ مجھے دے دے کہ میں اس پر قربان ہوں، مسلمانوں رحم کرو اور بتاؤ کہ جس ماں کے پیٹ سے ایسا ناہنجار بچّہ پیدا ہو جو خدا اور اُس کے رسول سے دغا کرے اس کا کیا حشر ہوگا۔ اس ماں میں آگ تھی۔ اس گود میں ناگ تھا، ان چھاتیوں میں زہر تھا، اس گھر پر قہر تھا۔" ابن زیاد اس کے بعد نہ سُن سکا اور کہا "تیری زبان درازی کی یہ سزا ہے کہ مسلمؓ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہ تیرے گناہ گار بیٹے کے ساتھ کیا جائے۔" یہ کہہ کر اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اُڑا دی۔

حضرت مسلم کے بچّوں کی شہادت

دوسرے روز ابن زیاد نے ڈھنڈورہ پٹوا دیا کہ مسلم کے دونوں بچے محمد اور ابراھیم کوفہ میں موجود ہیں۔ جو شخص ان کو پابجولاں لائے گا میں اس کو مالا مال کردوں گا اور اگر کسی نے ان کو پناہ دی تو زن و بچہ کولھو میں پلوا دوں گا۔ قاضی شریح جن کا گھر ان دو یتیم و لاوارث مہمانوں سے منور تھا، عاشق رسولؐ تھے مگر ابن زیاد کے حکم سے پریشان ہوگئے۔ دونوں بچوں کو کلیجے سے لگایا اور آدھی رات کے وقت ان کو تھوڑا سا کھانا دے کر اپنے گھر سے رخصت کر قادسیہ کی سڑک پر چھوڑ دیا کہ سیدھے مدینہ چلے جاؤ، رات اندھیری تھی اور جنگل خوفناک، چھ اور آٹھ برس کے دو بچّے جن کے پاؤں لہولہان ہوگئے۔ رستہ چل رہے تھے ننھے سے دل سہم رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب ظالم ہم کو پکڑنے آرہے ہیں تھک کر بیٹھتے تھے، ڈر کر اُٹھتے تھے اور گھبرا کر بھاگتے تھے، رستہ بھول گئے اور مدینہ کے معصوم مسافر بھولے بھٹکے کوفہ سے آگے نہ بڑھ سکے، یہاں تک کہ رات نے بدنصیبوں کا

Marfat.com

ساتھ چھوڑا اور شبنم صبح نے بیکسوں کی حالت پر آنسو گرائے، پو پھٹتے ہی دونوں کے کلیجے دھکڑ دھکڑ کرنے لگے۔ حسرت سے ایک نے دوسرے کی صورت دیکھی اور یقین ہو گیا کہ آج کا آفتاب ہمارے واسطے پیغام موت لے آیا۔ دشمن چاروں طرف تلاش میں پھر رہے تھے آسمان وزمین یہاں تک کہ پاؤں تلے کی چیونٹی بھی خون کی پیاسی تھی۔ کیسا نازک وقت تھا خاندان اہلِ بیت کے دو پھولوں کی تلاش میں اسی خاندان کا کلمہ پڑھنے والا حاکم اس کی پوری کلمہ گو فوج اور شہر کی تمام آبادی جس نے مہمان نوازی کا وعدہ کیا تھا جان کے درپے تھے چاروں طرف نگاہ دوڑائی مگر کوئی اللہ کا بندہ ایسا نظر نہ آیا کہ بن باپ کے بچوں کو پناہ دیتا، اوپر نگاہ اٹھا کر دیکھا آسمان دور تھا، زمین پر نظر ڈالی سخت تھی، سہمے ہوئے ایک دوسرے سے لپٹے کھڑے تھے، دل ہوا ہو رہا تھا، اور موت کی تصویر ہر طرف سے نظر آ رہی تھی۔ دریا آنکھوں کے سامنے لہریں لے رہا تھا کچھ فاصلے پر ایک درخت نظر آیا حالت مایوسی میں اس طرف لپکے اور ایک تنے کی کھوہ میں دونوں چھپ گئے کہ دن بسر ہو جائے تو رات کو نکل کھڑے ہوں گے۔ چڑیوں کے چہچہے ختم ہو گئے۔ ہوا کی رفتار مدھم ہوئی اور آفتاب نے اپنی نظریں یتیمان عقیل پر ڈالیں کہ ایک عورت پانی کی تلاش میں کنارہ دریا پر آئی۔ ڈول ڈالنا چاہتی تھی کہ سطح آب پر کھلے ہوئے پھول نظر آئے۔ اوپر نگاہ اٹھا کر دیکھتی ہے تو دو بچے سہمے ہوئے بیٹھے ہیں سمجھ گئی اور معصوموں کی حالت پر کلیجہ کٹ گیا۔ کہنے لگی۔

"مسلمؑ کے بچو اترو میرے گلے سے لگ جاؤ"

لرز گئے۔ چھپنے کی کوشش کی۔ جگہ نہ تھی نیچے اترے۔ تھر تھر کانپ رہے تھے، زبان خاموش اور صورت تصویر تھی۔ کلیجہ سے لگایا اور کہا آؤ میرے گھر چلو، بے اولادی ہوں میرا دل ٹھنڈا کرو، میں مسلمان ہوں میرا گھر روشن کرو، عاشق رسول ہوں میری عزت بڑھاؤ پیارو سمجھو نہیں ڈرو مت، دشمن نہیں لونڈی ہوں، ان کمہلائے ہوئے چہروں کی عاشق

ان بھولی صورتوں کی شیدا۔ تمہارے پاؤں میرے سر پر ہوں گے اور تمہارے قدم میری آنکھوں پر۔ دل میں رکھوں گی، آنکھوں میں چھپاؤں گی" چھوٹے کو گود میں لیا بڑے کی انگلی پکڑی، باپ کی مفارقت اپنی غربت۔ دونوں خاموش تھے، عورت گھر لے گئی، کنیز تھی۔ بی بی سے کہا "ساقی کوثر کی جان یہ بے زبان تیرے مہمان ہیں" کھڑی ہوا اور دیکھ مسلمؓ شہید کے بچے" تیری پناہ میں آئے ہیں۔ غربت ان کی صورتوں پر حسرت ان کے چہروں پر اور بے کسی ان کی عمروں پر برس رہی ہے، یہ دیکھنے میں بے بس ہوں مگر جنت کے مالک ہیں" معصوم ٹکٹکی باندھے بی بی کی صورت دیکھ رہے تھے، آگے بڑھی سر پر ہاتھ پھیرا اور لپٹ گئی، رو کر کہا "مہمان نہیں سرتاج ہو" ان قدموں پر جان اور چاند سے مکھڑوں پر زندگی نثار کردوں" نہلا دھلا کر کپڑے بدلے اور کھانا پکا کر آگے رکھا، چاہتے تھے کہ کھائیں۔ مگر باپ کی موت یاد آگئی معصوم آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے گھر کی بی بی کے اصرار سے دو ایک نوالے کھا کر خاموش کونہ میں بیٹھ گئے۔

گرمی کا قیامت خیز موسم تھا، آفتاب ساڑھے چودہ گھنٹے مسلمؓ کے مہ پاروں پر نگاہ جما کر منزل ہو گیا اور ماہ ذی الحجہ کا قمر چہاردہم عقیل کے راج دلاروں کے پاؤں میں لوٹنے لگا، دونوں کے دونوں خاموش بیٹھ گئے شب ماہ کا ابتدائی حصہ طے ہو چکا تھا کہ گھر کا مالک حارث داخل ہوا اور بیوی سے کہا "دیکھئے مسلمؓ کے بچوں کا انعام کس کی تقدیر میں ہے، دن بھر مارا مارا پھرا ہوں کوئی کونہ کھدرا ایسا نہیں جو نہ ڈھونڈھ ڈالا ہو مگر ہماری تقدیر ایسی کہاں"۔

بیوی "تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے معمولی یتیم بچوں پر رحم کرنا خدا کی رضامندی ہے یہ تو اہل بیت کے چراغ ہیں ابن زیاد ملعون اپنا گھر دوزخ میں بنا چکا، دنیا فانی ہے بن باپ کے بچوں کے درپے نہ ہو، یہ دولت وانعام ہمیشہ نہ رہے گا۔ صاحب اولاد ہو سوچو اور سمجھو ان کو مار کر دولت نہ لو رحم کرو اور جنت لو"

Marfat.com

حارث "کم بخت بے وقوف عورت ہے کیا سمجھ سکتی ہے، ہٹ جا سامنے سے۔ دولت ہی نہیں عزت اور مرتبہ بھی تو ہے"

ماں کے کلیجے سے چمٹ کر سونے والے بچے اس وقت اندھیرے گھپ میں بیخبر پڑے ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے سوتے تھے، باپ شہید ہوا۔ ماں کا پلّو چھوٹ گیا کوٹھری کی دیواریں اور دروازے کے کواڑ باپ کی آغوش اور ماں کی ممتا تھے چھوٹے نے باپ کی صورت خواب میں دیکھی کئی روز سے چھوٹا ہوا تھا آنکھیں اس صورت کو ترس گئی تھیں، بیتاب ہو کر چیخ اٹھا اور پکڑنے دوڑا۔ بڑے نے تسکین دی سینہ سے لگایا اور خاموش کرنا چاہا معصوم جذبات قبضہ میں نہ آسکے پھر رویا اور چلا کر کہا "ابا ابا!"

ہوا نے یہ آواز حارث کے کان میں پہنچائی متحیر ہو کر اٹھا کوٹھری کھولی چراغ جلا کر دیکھا تو دو بچے دبکے سکڑے بیٹھے ہیں، پوچھا تم کون ہو؟ اس گھر کو دار الامان اور گھر والوں کو خیر خواہ سمجھے ہوئے تھے جلدی سے کہا۔

"مسلمؓ کے بچے"

آگ بگولا ہو گیا، بال پکڑ کر گھسیٹتا ہوا باہر لایا، تھپڑ مارے اور کہا "دن بھر حیران و پریشان کیا، کھانا تک نصیب نہ ہوا اور تم مزے سے سو رہے ہو، رسی سے مشکیں باندھیں، لونڈی حارث کے سامنے آئی اور کہا کہ "معصوم بے گناہ ہیں ان کے پھول سے رخسار اور نازک بازو تیرے تھپڑوں اور مشکوں کے قابل نہیں، ان پر مصیبت میں لائی ہوں، میں نے ان کو دغا دی بھولے سے یہاں لائی اور تیرے چنگل میں پھنسا دیا۔ یہ باپ اور ماں دونوں سے چھوٹ گئے غریب الوطن اور قابل رحم ہیں، ان کی آنکھیں رو رہی ہیں، ان کے دل تڑپ رہے ہیں یہ دوزخ و جنت کے مالک ہیں، ان پر رحم کر۔ یہ نازک وقت تیرے کام آئیں گے اور جہاں کوئی کسی کے کام آنے والا نہ ہوگا، یہ تیرا بیڑا پار کریں گے" حارث اس تقریر سے اور بھی برافروختہ ہوا اور برا بھلا کہنا شروع کیا۔

Marfat.com

لونڈی، بچوں کے قدموں پر گری اور کہا۔

"آنکھ کے تارو! میری نیت کا حال خدا جانتا ہے میں بے گناہ ہوں میری تقدیر کا لکھا آگے آیا۔ تمہارے طمانچوں کے نشان میرے دل پر ہیں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ قیامت کے روز مجھ گنہگار کی لاج رکھنا"۔

حارث کی شومی تقدیر پر صبح کھل کھلا کر ہنسی اور دونوں معصوموں کو دریا کے کنارے لے گیا سنگ دل کی تیغ آبدار بچوں کے سر پر چمکی، بیوی اور کنیز سامنے آئیں اور مسلمؓ کے لال اپنے سینے سے چمٹا لئے۔ مگر سفاک نے ان دونوں کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور بچوں سے کہا کہ "اب تم تیار ہو جاؤ کہ تلوار تمہاری گردنیں جدا کرتی ہے"۔ محمدؒ نے منت سے کہا "اس وقت صرف میری ایک التجا ہے اور اس کو قبول فرما کر ہماری مشکل آسان کر دے وہ یہ ہے کہ پہلے میری گردن اُتار کہ میں اپنے چھوٹے بھائی ابراھیمؒ کی موت نہ دیکھوں اس وقت اس کا باپ یا ماں جو کچھ ہوں وہ میں ہوں" ابھی یہ گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ چھوٹے نے بھی یہی التجا کی اور حارث کے ایک وار نے دونوں بھائیوں کی گردنیں تن سے جدا کر دیں۔

سیّدہ کے لال کی مکّہ سے روانگی

کوفہ کی حالت سے مسلمؓ اور ان کے بچوں کی شہادت سے عبید اللہ ابن زیاد کی خباثت سے امام حسینؑ قطعی بے خبر تھے۔ شہید مسلمؓ کے کوفہ پہنچتے ہی کوفہ والوں نے حُسنِ عقیدت سے متاثر ہو کر جو خط لکھا تھا اُس کو پڑھ کر اور کوفہ والوں کے اصرار پر جو وعدہ کر چکے تھے اُس کے لحاظ سے مع اہل و عیال روانگی کا قصد کیا عبد اللہ ابن عباس عبد اللہ ابن زبیرؓ کو خبر ہوئی تو یہ لوگ آئے اور کہا "آپ کیا غضب کرتے ہیں، کوفیوں کے وعدے قابل اعتبار نہیں آپ دیکھ چکے اُنھوں نے آپ کے باپ اور بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا حضرت علیؓ اور امام حسنؓ کی شہادت میں ان کی شرکت تھی، اب اس وقت ان کے خطوط اور پیاموں پر اعتبار

Marfat.com

کرنا درست نہیں ہے" اس گفتگو کا نتیجہ کچھ نہ نکلا اور امام حسینؓ کے قصد کو ان میں سے کوئی شخص متزلزل نہ کر سکا، اور آپ نے فرمایا، کہ "مجھے ایک حدیث یاد ہے اور اندیشہ ہے کہ کہیں اس حدیث کے موافق کعبہ کی بے حرمتی میری وجہ سے نہ ہو جائے اس سے بچنے کے واسطے مجھے اذیت منظور ہے" عمرو بن سعد حاکم مکہ نے بھی آکر سمجھایا لیکن ہر کوشش بیکار اور اصرار بے سود ثابت ہوا مجبوراً عبد اللہ بن زبیر اور عبد اللہ ابن عباسؓ نے کہا "اگر آپ نہیں مانتے تو اہل و عیال کو ساتھ نہ لیجئے، اور خود جاکر کوفہ والوں کے وعدوں کا تجربہ کر لیجئے" اب اس کو نوشتۂ تقدیر سمجھ لینا چاہئے یا اتفاق کہ حسینؓ اس رائے سے بھی متفق نہ ہو سکے اور کہا "زندگی کے آخری دنوں میں بال بچوں سے جدا نہیں ہو سکتا"۔ المختصر ڈیڑھ سو کے قریب معتقدین کی حیثیت میں اور ستر کے قریب عزیز و اقارب یہ دو سو اسی کا قافلہ مکہ معظمہ سے کوفہ کے واسطے تیار ہوا۔

ہلال عید نمودار ہو چکا تھا دنیائے اسلام عید کی اور ارض حجاز حج کی تیاریوں میں مصروف ہو گئی، ماہ ذی الحجہ کی پہلی رات کا بڑا حصہ ختم ہو چکا، بیت اللہ کے در و دیوار نے اپنے اس مہمان کے واسطے جو دوش رسول اللہ کا سوار تھا اپنی آغوش کھول دی، ہوا کی خنکی آمد صبح کا اعلان کر رہی تھی اور زیتون کی پتیاں سر سرا سر سرا کر وداع شب میں سرگرم تھیں، کھجوروں کے گچھے جھوم رہے تھے۔ کائنات سماوی فنا ہو رہی تھی، حرم خدا کا ذرہ ذرہ سنت ابراہیمی کی ادائیگی کے نعرے لگا رہا تھا۔ پہاڑیوں کے سنگ ریزے توحید و رسالت کے ڈنکے بجا رہے تھے ابھی گریبان شب پوری طرح چاک نہ ہوا تھا اور رات کی زلف سیاہ لہرا لہرا کر آگے بڑھ رہی تھی کہ دوش رسول کا شہ سوار خاموشی کے ساتھ خانۂ خدا میں داخل ہوا۔ دو نفل پڑھے اور سجدے میں گر کر بآواز بلند عرض کیا۔

"معبود حقیقی اس وقت جب کہ عید اضحیٰ سر پر ہے اور دنیا کے مسلمان فریضہ حج کے واسطے تیرے گھر میں حاضر ہو رہے ہیں حسینؓ تیرے گھر سے رخصت ہوتا ہے آج وہ در و دیوار جن میں

Marfat.com

عمر کا ایک حصہ گذرا تھا بچھڑتے ہیں اور جہاں شب و روز تیری رحمت نازل ہوتی تھی، آنکھ سے اوجھل ہوتا ہے۔ میں اپنے نانا اور تیرے محبوب کے ارشاد کی تعمیل میں کہ مکہ میں خون بہایا جائے گا اور خانہ خدا کی بے حرمتی ہوگی، تیرا گھر چھوڑتا ہوں۔ مخبر صادق نے جس کی خبر دی ہے وہ میں ہی نہ ہوں اور میری وجہ سے کعبۃ اللہ کا صحن خون سے لبریز ہو۔ احکم الحاکمین مجھ گنہ گار کا قصور معاف کر، تو جانتا ہے اس لئے کہ علیم ہے کہ یہ میرا سفر تیرے گھر کا احترام ہے اور میں سخت موسم اور قیامت خیز لو میں چھوٹے چھوٹے بچوں کی تکلیف اس لئے گوارا کر رہا ہوں کہ نانا جان کا ارشاد میرے ہی واسطے پورا نہ ہو جائے۔ الہ العالمین اس وقت حسین رضؓ کے سر پر کوئی بزرگ زندہ نہیں، نانا کا دامن جس کے سایہ میں پرورش پائی تھی ختم ہوا اور ماں کی گود جس میں پلا تھا فنا ہوئی۔ باپ کی آنکھ بند ہوئی اور برابر کا بھائی بھی اٹھ گیا۔ اب بے کس حسین پر تمام دنیا کی یورش ہے اور ہر طرف سے اس کے قتل کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، دشمن علیؓ جیسے باپ اور حسنؓ جیسے بھائی کو مجھ سے چھین چکے اب خاندان رسالت کو مجھ سے محروم کرنے کی کوشش ہے رحم فرما خالق الموجودات! کرم کر۔ ناموس محمدؐ کو سنگ دل و جفا کار انسانوں کی ناجائز کوششوں سے محفوظ رکھ۔ تو ہی ہمارا بہترین وارث ہے، اور تیرے محبوب کا کنبہ تیرے سپرد ہے کیسا نازک وقت ہے، بھیڑ اور دنبے اور بکریاں اپنے اپنے بچوں کے لئے تیرے گھر کا طواف کر رہے ہیں جب دن کی روشنی پردۂ دنیا سے غائب ہوگی اور رات کا اندھیرا تیری مخلوق کے سر پر ہوگا۔ اس وقت یہ جانور اپنے بچوں کو کلیجے سے لگائے راحت و اطمینان سے پہاڑوں کے سنگ ریزوں میں اپنے وطن کے دامن پر منہ رکھے نیند کی لپیٹ میں ہونگے مگر حسین اپنے عزیزوں کو لئے وطن سے دور اور تیرے گھر سے بچھڑا ہوا پردیس میں گھر کو ترسے گا، اس لئے اور صرف اس لئے کہ تیرے حکم کی تعمیل میں فاسق و فاجر کی بیعت سے منکر ہوں۔ وہ ہاتھ جس کو تیرے محبوب نے بوسہ دیا یزید کے ہاتھ میں نہ جائے گا اور وہ زبان جس کو تیرے پیارے نے چوما اس بدخوار کو امیر

Marfat.com

تسلیم نہ کرے گا۔ اللہ العالمین میری خطاؤں سے درگذر فرما اور توفیق دے کہ دشمنوں کے مظالم ہنسی خوشی برداشت کروں، صبر و رضا میرا شیوہ رہے، اور استقامت میرا راستہ رب العالمین تیرے در سے جاتے ہوئے کلیجہ مُنہ کو آتا ہے، مگر تیرے ہی واسطے جاتا ہوں کہ جفا کار تیرے گھر کو ناپاک نہ کریں۔ یہ خاک جس میں برسوں لوٹا ہوں جو آج بھی میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اس کو بوسہ دیتا ہوا وداع ہوتا ہوں اور یہ در و دیوار جو ماں کے آغوش سے کم نہیں، اس پر حسرت آمیز نظریں ڈال کر روانہ ہوتا ہوں۔ صدقہ اپنے محبوب کا مجھ پر کرم فرما اللہ العالمین میرے قدم نہ ڈگمگائیں اور سیدھے راستہ پر چل کر ہادیٔ برحق شیرِ خدا اور سیدۃ النساء کی خدمت میں سُرخرو حاضر ہوں۔

الوداع کعبہ کی دیوارو الوداع! گواہ رہنا کہ حسینؓ تمہاری بے حرمتی کے واسطے تم سے جُدا ہوتا ہے، مکّہ کی پہاڑیوں خدا حافظ! تم شاہد ہو کہ فاطمہؓ کا لختِ جگر تمہاری تحفظ و آبرو کے لئے تم کو چھوڑتا ہے۔"

اس کے بعد امام حسینؓ حرم خدا سے باہر نکلے اور مدینہ کی طرف مُنہ کر کے فرمایا

"نانا جان! آپ کی اُمت نے حسینؓ کو اس قابل نہ رکھا کہ وہ آخری سلام کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، میرا وداعی سلام قبول فرمایئے، آپ کا روضہ جو میرے واسطے باعث تسکین تھا ہمیشہ کو چھوٹتا ہے، میری بیمار بچّی صغرا جس کا کوئی والی وارث نہیں ہے۔ جو باپ اور ماں کی صورت کو ترس رہی ہوگی آپ کے سپرد ہے، اس کی آنکھیں دروازہ کو لگی ہوں اور وہ سمجھتی ہوگی کہ ساری اولاد میں صرف صغرا ہی اس لائق نہ تھی کہ حسین ساتھ لیتا مگر گواہ ہے کہ وہ سفر کے قابل نہیں، نانا جان، دل بیمار بچی کے واسطے تڑپ رہا ہے اور بچے اس کی یاد میں گھنٹوں آنسو گراتی ہیں، مگر دشمنوں نے اتنی مہلت نہ دی کہ پیاری صغرا آخری دفعہ کلیجہ سے لگا لیتا اس کی بیماری نے جان پر بنا دی لیکن مجبور ہوں کہ جفا کار تلوار لئے سامنے کھڑے ہیں اور ایک بشر کے واسطے ہزار ہا تلواریں نکلی ہوئی ہیں، آپ کے ارشاد

تعمیل میں بیت اللہ کو ناپاکی سے بچاتا ہوں کہ خانۂ خدا کی بے حرمتی نہ ہو، میرا اسلام قبول فرمایئے اور دعا کیجیے کہ صراط مستقیم پر قائم رہوں، نانا جان بیوی اور بچے، عزیز و اقارب خدا اور اس کے رسول پر قربان ہیں ایسا نہ ہو کہ عزیزوں کی محبت یا بچوں کی مامتا میری صداقت میں حائل ہو جائے، دعا فرمایئے کہ فاطمہؓ کا خون ایسی شان دکھا دے کہ دنیا دنگ رہ جائے۔ وقت آجائے تو کلیجہ کے ٹکڑے اس کی راہ میں قربان کر دوں اور تیوری پر بل نہ لاؤں۔ مدینہ کی خاک پاک میں آرام کرنے والے نانا الوداع۔ الوداع!"

-موذن کی صدائے توحید نے رات کی سیاہی کا خاتمہ کیا۔ امام حسینؓ نماز فجر خانہ کعبہ میں ادا کرنے کے بعد گھر میں تشریف لائے اور روانگی کا اہتمام شروع کیا، اور سیدوں کا یہ قافلہ کوفہ روانہ ہوا۔

ابن زیاد نے چاروں طرف آدمی چھوڑ رکھے تھے کہ امام حسینؓ زیادہ حیل حجت کریں تو راستہ ہی میں ان کا خاتمہ کر دو۔ اتفاق سے عرب کا مشہور شاعر فرزدق جس کے نعتیہ اشعار آج تک بچہ بچہ کی زبان پر ہیں اور جو حضور اکرم اور اہل بیت سے انتہائی محبت رکھتا تھا، راستہ میں ملا، وہ چونکہ کوفہ سے آرہا تھا، اس نے آپ سے کہا "کوفیوں کی زبانیں آپ کے ساتھ ہیں، دل حکومت کے ساتھ اور فیصلہ خدا کے ہاتھ"! فرزدق نے بھی کوفہ کے جانے کی مخالفت کی، مگر آپ آگے بڑھے اور ثعلبیہ میں قیام کیا تو بکر اسدی سامنے آئے اور کہا "آپ کوفہ جانے سے باز آیئے اور بال بچوں پر رحم کیجیے ابن زیاد نے عمر و سعد کو آپ کے واسطے روانہ کر دیا ہے اور وہ ایک جماعت کثیر کے ساتھ قادسیہ کی طرف آپ کی گرفتاری اور قتل کے واسطے پڑا ہوا ہے مسلمؓ اور ان کے بچے شہید کر دیئے گئے، بہتر ہے کہ آپ واپس چلے جائیں ورنہ یہ آپ کا مختصر قافلہ ایک ہی حملہ میں فنا ہو جائے گا"! آپ اس کی گفتگو سن کر بہت متاثر ہوئے اور مسلمؓ کی شہادت سن کر ارادہ کیا کہ واپس جائیں مگر اُن کے خاندان نے واپسی سے انکار کر دیا اور کہا "جب تک ہم عبید اور کوفیوں سے مسلمؓ کا بدلہ

Marfat.com

ان کے سامنے آئی ہے جو خدا اور اُس کے رسول کو بھول گئے۔ میری التجا قبول ہو جدھر چاہیے تشریف لے جائیے۔"

امام حسینؑ نے حُر کے دلی جذبات کا اعتراف کیا اور کہا "تم کو معلوم ہے کہ میرا بے گناہ بھائی اور اس کے معصوم بچے ابن زیاد نے شہید کر دیئے اس کی یتیم بچی میرے ساتھ ہے اب میرا جان بچانا اُن کے زخموں پر نمک چھڑکے گا۔ جو قدم خدا کی راہ میں آگے بڑھ گئے، اب خدا نہ کرے کہ پیچھے ہٹیں۔"

ابھی یہ گفتگو پوری نہ ہوئی تھی کہ عمرو سعد ایک بڑی جمعیت لے کر آپہونچا اور حُر سے کہا کہ "امام حسینؑ سے کہہ دو کہ اگر بیعت منظور ہے تو فبہا ورنہ سخت سے سخت تکلیفیں پہونچاؤں گا"، حُر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہر چند کوشش کی مگر عمرو سعد کا پیام زبان سے نہ دُھرا سکے اور اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے واپس ہو گئے، امام حسینؑ آگے بڑھے اور قریب ہی کربلا کے قیام کیا۔

حُر کے معاملہ میں مسلمان مختلف الخیال ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ حُر۔ عبید بن زیاد کے حکم سے حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور جس وقت یہ قافلہ کربلا کے میدان میں پہنچا تو حُر کی آنکھوں میں سراب دنیا جلوہ گر تھا اور وہ امام علیہ السلام کے خلاف ہر ظلم کو آمادہ تھے۔ عمرو سعد کا پیام پہنچا کر واپس چلنے لگے تو امام حسینؑ نے حُر سے کہا کہ "میری یہ تین خواہشیں ابن زیاد تک پہنچا دو، سب سے پہلی یہ کہ مجھے جانے دیں میں مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں جا کر اللہ اللہ کروں گا۔ اور اگر اس میں تامل ہو تو دنیا کے کسی اور گوشہ میں چلا جاؤں اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو میرا راستہ چھوڑ دو۔ جدھر منہ اُٹھے گا چلا جاؤنگا۔ ممکن ہے دمشق چلا جاؤں اور یزید سے ملوں" اس آخری خواہش سے تمام مسلمان متفق نہیں ہیں بعض کی رائے ہے کہ یزید کا نام نہیں لیا۔ بہرحال عمرو سعد نے یہ پیام عبید ابن زیاد تک پہنچا دیا اس نے جواب دیا کہ "سب سے پہلے حسینؑ کو میری بیعت کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد دوسری

معاملات پر غور کروں گا" اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہلا بھیجا کہ تجھ سے حسینؑ کا سر طلب کیا گیا ہے یا صلح کی شرائط کے لئے روانہ کیا ہے، اُس نے پیامبر کو یہ بھی حکم دیا کہ اگر عمرو سعد قتل میں تامل کرے تو اس کو فی الفور قتل کر دیجیو، اس قاصد کے روانہ ہونے کے چند گھنٹے بعد اُس نے شمر ذی الجوشن کو حکم دیا۔ تو فوراً روانہ ہوا اور جس قدر جلد ممکن ہو حسینؑ کا سر میرے پاس بھیجدے عمرو سعد ذرہ بھر بھی ڈھیل کرے تو اس کو قتل کر دے" عمرو سعد نے پہلے ہی حکم پر امام حسینؓ سے کہدیا تھا کہ "میں اب بحث نہیں کر سکتا، ورنہ اس کے یہ معنی ہونگے کہ رَے کی حکومت چھوڑ کر اپنی تباہی کے بیج اپنے ہاتھ سے بوؤں" امام حسینؓ نے جواب دیا کہ آج لڑائی ملتوی کر دو کل شروع کرنا۔ عمرو سعد اس پر غور ہی کر رہا تھا کہ شمر دوسرا حکم لیکر پہنچا اور کہا مجھے سب سے پہلا حکم یہ ہے کہ "دریائے فرات پر قبضہ کر لوں اور امام حسینؑ اور ان کے خیمہ تک پانی کا ایک قطرہ نہ پہونچنے دوں۔ چنانچہ وہ ایک مختصر سا دستہ لے کر فرات پر پہونچا اور دریا پر پوری طرح قابض ہو گیا۔

امام حسین میدانِ کربلا میں

افق زندگی پر مظالم کی موسلا دھار بارش بارہا ہوئی اور جور و ستم کی سیاہ گھٹائیں شب و روز چھائیں، نمرود کی آگ کو آغوش میں لینے والی سرزمین اسی دنیا کی تھی آدمؑ کو جنت میں دھوکہ دینے والے ہاتھ اسی زندگی کے تھے، یعقوبؑ کو اندھا کرنے والی اور یوسفؑ پر بہتان لگانے والی یہی دنیا تھی، مگر سیدہ کے لال پر میدان کربلا میں جو کچھ گذری اس کا شائبہ ادھر ہے نہ اُدھر۔ قربان اس نواسہ کے جو نانا کی شان اُمت کو دکھا گیا اور نثار اس نواسی اور نواس بہو کے جن کا صبر و شکر زندگی کے ان نازک لمحوں میں احکام ربّانی کی عملی تفسیر کر رہا تھا اس قیامت خیز حالت میں کہ آسمان کی آگ زمین کو جھلسا رہی ہے اور زمین کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں ہوا کے تھپیڑے جھلس رہے ہیں۔ چرند اور پرند ہانپ ہانپ کر دو بھاگ گئے

حسین ابن علیؓ کی آنکھیں کیا دیکھتی ہیں، اٹھارہ مہینہ کا معصوم بچہ عبداللہ علی اصغر پیاس سے تڑپ تڑپ کر اور بلک بلک کر ماں کی گود میں نڈھال ہوچکا، ماماتا کی ماری اس کی صورت تک رہی ہے اور چاہتی ہے کہ آنسوؤں کے چند قطرے اس کے حلق میں ٹپکاؤں۔ بچہ ہوش میں آکر آنکھ کھولتا ہے اور ماں کی طرف دیکھکر زبان باہر نکال دیتا ہے۔ نقاہت زبان کو ہونٹوں تک آنے کی اجازت نہیں دیتی۔ آہستہ سے مُنہ کھول کر زبان اور حلق کے کانٹے ماں کو دکھاتا ہے تو بیتاب ہوکر کہتی ہے "قربان جاؤں ان ہونٹوں کے اور اس زبان کے"

ماں کے فقرے اور بچہؓ کی کیفیت نے باپ کے ساتھ کیا کیا، اس کا جواب اولاد والے دیں گے، بچہ کو گود میں لے کر اپنی زبان اس کے مُنہ میں دی اور آنکھ سے زار و قطار آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں، مگر دل سے اب بھی صبر و شکر کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں، دوسری طرف نگاہ اُٹھاتے ہیں تو جوان شیر نشۂ شہادت میں چکنا چور خاموش کھڑا ہے مُنہ سے کچھ نہیں کہتا مگر پیاس نے جان پر بنا دی۔ باپ کی صورت دیکھتے ہی ادب سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا، قریب پہونچے تو دل کٹ گیا۔ دیکھا کہ پھول سا چہرہ ہوا کے تھپڑوں سے کُملا چکا ہے، پیاس کی شدّت نے ہوش اُڑا دیئے ہیں، ایک آگ کا دریا ہے کہ خیمہ میں لہرے لے رہا ہے اور بڑے سے چھوٹے تک سب پیاس پیاس کے نعرے لگا رہے ہیں۔ علی اکبر سے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ پشت سے ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا آیا۔ تعجب کی نگاہوں سے پلٹ کر دیکھا تو ماں جائی زینبؓ اپنی ردا سے پنکھا جھل رہی تھی اس کی شفقت نے بیتاب کر دیا۔ سر پر ہاتھ رکھ کر کلیجہ سے لگایا تو اس کے دونوں بچے عون و محمد قدموں سے آنکھیں مل رہے تھے، ان کو سینہ سے لگایا تو سامنے حضرت امام حسنؓ کا لال ہاتھ باندھے کھڑا تھا، یہ وہ کیفیت تھی جو انسان کیا پتھر کے بھی ٹکڑے کر دیتی، باہر نکل کر دیکھا تو تمام ہمراہی ہتھیار لگائے قربان ہونے کے شوق میں بیقرار تھے، اندر آئے اور بی بی شہر بانو سے کہا۔

امام حسین کی درخواست بی بی شہر بانو سے

"تم نوشیروان عادل کی پوتی اور بادشاہ یزدگرد کی حقیقی بھانجی ہو، میں آج تم کو وہ وقت یاد دلاتا ہوں جب فتوحات اسلامی کا دریا چاروں طرف اُمنڈ رہا تھا، ایران کی فتح کے بعد جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو تمہارے جسم کی پوشاک جواہرات سے لپی ہوئی ہزار ہا روپے کی ملکیت تھی، ایک غیور قوم کے کسی فرد کی مجال نہ ہوسکتی تھی کہ تمہاری طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھ لیتا۔ مگر ہر شخص یہ دیکھنے کا منتظر تھا کہ دنیوی جنت کی یہ حور کس کے حصہ میں آتی ہے، میں اس وقت موجود نہ تھا۔ مگر سُنا ہے کہ جب مسلمانوں کی جماعت بے چینی سے نتیجہ کا انتظار کر رہی تھی اس وقت خلیفۂ دوم کے یہ الفاظ فتح مندوں کے کان میں پہنچے "شہزادی آج تک دنیوی بادشاہوں کی بیٹی اور پوتی رہی اب اس کا احترام یہ ہے کہ میں اس کو دین کی شہزادی بنا دوں اور فتح ایران کا یہ بہترین تحفہ مسلمانوں کی طرف سے حسین کی خدمت میں پیش کروں!!"

"میں وہ وقت تم کو یاد دلا کر کہتا ہوں کہ جس روز سے تم میرے پاس آئیں اس وقت تک جو خدمات تم نے انجام دیں میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا، بچوں کی پرورش اور تربیت میں خانہ داری کے اہتمام و انصرام میں جو تکلیف تم نے اُٹھائی میں سچے دل سے اس کا ممنون ہوں، میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ ایران نے بیوی کے معاملہ میں عرب کو درس دیا، کیونکہ اس سرزمین سے بھی فاطمہؑ اور خدیجہؓ جیسی بیویاں اُٹھیں ہیں جن کے نام پر عالم نسواں ہمیشہ فخر کرے گا۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ تمدّن و معاشرت کے اس شعبہ میں ایران، عرب سے کم نہ تھا، تم نے بادشاہ ہو کر مجھ فقیر کا گھر سلطنت سمجھا اور جَو کی روکھی روٹی کو بریانی سے بہتر خیال کیا، تمہارے احسانات کا اعتراف کرنے کے بعد میں آج تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم میری اور میرے بچوّں کی خاطر اس وقت اپنے میکے چلی جاؤ اور مجھ کو خدا پر چھوڑ دو۔

Marfat.com

عرب نے تمہاری قدر نہ کی اور آج یہ وقت دکھا دیا کہ تم اور تمہارے بچے پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہے ہیں۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ عرب کی مہمان نوازی پر عمرو سعد نے کلنک کا ایسا ٹیکہ لگایا کہ تاریخ اسلام مدت العمر خون کے آنسو رو کر بھی اس داغ کو نہیں مٹا سکتی لیکن جو ہونا تھا وہ ہو گیا، اب بہتر صورت اور اچھا علاج یہی ہے کہ اپنے بچوں کو لے کر سدھاؤ اور مجھ کو میرے حال پر چھوڑ کر دعا کرو کہ خدا مجھ پر رحم کرے۔"

امام حسینؓ کی اس تقریر سے شہربانو پر رقت طاری ہو گئی، اور وہ بے اختیار ہو کر امام کے قدموں پر گریں اور رو کر کہا۔

"امام عالی مقام! جس وقت قیامت بپا ہو گی اور ہر متنفس نفسی نفسی پکارے گا۔ اس روز میری خدمات کا معاوضہ ملیگا اور محنت ٹھکانے لگے گی۔ اس ہوش ربا ساعت میں مجھ سے زیادہ خوش نصیب کون ہو گا جس کے سر پر فاطمہ زہرا جیسی ساس اور علی ابن ابی طالب جیسے خسر کا ہاتھ ہو گا۔ میرے نانا سرور عالم کی شفقت آمیز نظریں میرے چہرے پر ہونگی۔ میدان حشر کی بیویاں اور بیٹیاں مجھے حسرت سے دیکھیں گی۔ امام عالی مقام یہ کلیجے کے ٹکڑے اور یہ جگر گوشے ہزار بار سیدہ کے لال پر قربان۔ مجھے اپنے لال سیدہ کے لال سے زیادہ نہیں۔ میری تکلیف زینب کی تکلیف سے بڑھ کر نہیں ہے۔ میری ناچیز خدمات پر دو بٹہ نہ لگنے دیجئے کہ دنیا کی عورتیں میرا مضحکہ اڑائیں ایک جان کیا ہزار جانیں ہوتیں تو کربلا میں آپ پر نثار کرتی یقین فرمائیے کہ اگر ان بچوں کی قربانی سے آپ کی جان بچ سکتی ہے تو بدبخت عمرو سعد کے سامنے اس کے خنجر اور اپنے ہاتھ سے اصغر اور اکبر کو ذبح کر دیتی اور دکھا دیتی کہ جن ہاتھوں نے اسمٰعیل کی گردن پر چھری پھیرنے کا قصد کیا تھا۔ اس گھر کی ایک بہو نے اس سنت کی تکمیل کر دی۔ امام عالی مقام لاریب بادشاہ کی بیٹی اور پوتی ہوں مگر آپ کی کنیز اور لونڈی ہوں۔ مجھے یہاں سے دھکے دے کر اماجان کی نگاہ میں شرمندہ نہ کیجئے اور دعا کیجئے کہ میری قربانیاں میرے باپ اور خسر شیر خدا اور رسول خدا کی بارگاہ میں قبول ہوں اور

Marfat.com

یوم الحق میں سرخرو ہوں۔

اس گفتگو کا امام حسین کی حالت پر ایک خاص اثر ہوا اور وہ چشم پُرآب باہر نکلے تو عمرو سعد کا قاصد حاضر خدمت تھا جس نے کہا "ابن زیاد کا دوسرا پیام آیا ہے کہ امام حسینؑ کو ایک لمحہ کی مہلت نہ دی جائے۔ اس لئے یا تو ادھر آکر بیعت کیجئے ورنہ لڑائی شروع کیجئے"۔

چند لمحہ غور کرنے کے بعد امام حسینؓ نے جواب دیا کہ "عمرو سعد سے کہنا کہ تو نے دریا پر قبضہ کر لیا اور آل رسولؐ پانی کے ایک ایک قطرہ کو ترس رہی ہے، یہ لڑائی نہیں ظلم ہے اور ایسا ظلم جو پردۂ دنیا پر اپنی نظیر نہیں رکھتا، لڑائی ہمیشہ برابر کی فوجوں میں ہوتی ہے ہماری لڑائی کیا اور مقابلہ کیا۔ ہماری تعداد دو سو اور دو سو ہے جس میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں۔ تمہاری اکیس بائیس ہزار ہے۔ لڑائی یزید و حسینؓ کی نہیں با اختیار اور بے اختیار کی ہے اور ایک سر کو جدا کرنے کے واسطے یزید۔ ابن زیاد اور عمرو سعد نے دنیا بھر کی طاقت فراہم کر لی ہے، اب آفتاب غروب ہوتا ہے اس لئے رات کی مہلت دو کہ صبح تم جس مقصد کے واسطے لڑ رہے ہو اس کی تکمیل ہو جائے۔ ہم آج کی رات خدائے بہتر و برتر کی عبادت میں صرف کریں اور دعا کریں کہ ہماری ناچیز قربانیاں قبول ہوں اور نانا جان کی امت پر حسین اپنے بال بچوں سمیت قربان ہو جائے"۔

قاصد یہ پیام لے کر عمرو سعد کے پاس پہنچا۔ شام قریب تھی اس لئے اس نے اس تجویز سے متفق ہونے میں تامل نہ کیا۔ شمر سے مشورہ کیا تو اس نے کہا "اس میں شک نہیں حسین ابن علیؓ کے پاس جمعیت بہت کم ہے اور ہم چشم زدن میں اس کا خاتمہ کر دیں گے لیکن حسینؑ اس باپ کا بیٹا ہے جس کی شجاعت کا سکّہ دنیا پر بیٹھا ہوا ہے کون کہہ سکتا ہے کہ ہم میں سے کس کس سر پر قضا کھیل رہی ہے اور حسین کا سر کس قدر جانیں لیکر ہاتھ آئیگا۔ مہلت اس لئے دیدو کہ رات بھر پیاسے رہنے سے حسین اور اس کا لشکر اس قدر مضمحل ہو جائے گا کہ کل لڑائی کی ہمّت نہ رہے گی"۔

Marfat.com

سیّدہ کے لالؓ کی آخری رات

کربلا کے میدان میں راتیں شب و روز آئیں اور گئیں، آئیں گی اور جائیں گی مگر محرم ۶۱ھ کی وہ نویں رات جس کی صبح کو ابن زیاد کے حکم سے عمر و سعد نے چمنستان زہراؑ کی سرسبز و شاداب کونپلیں توڑیں، پہاڑوں سے سر پھوڑتی آئی۔ کربلا کے ذرات نے واویلا شروع کی اور فرات کی لہریں سینہ کوبی میں مصروف ہوئیں، یزیدی لشکر نے شب ماہ کا لطف اُٹھانے میں کسر نہ چھوڑی اور رات کا بڑا حصہ گلچھرّوں میں گذر رہا، مگر سید الشہدا عشا کے بعد ہی سے راز و نیاز میں مصروف ہو گئے۔ جب آدھی رات کے قریب رات گذر چکی تھی اور چاند روتا ہوا رخصت ہو رہا تھا تو اس اندھیرے گھُپ میں جہاں اولادِ رسول کو جلانے کا تیل بھی میسر نہ تھا، سیدہ کا لال سجدہ میں گرا اور عرض کیا:۔

"یہ تھوڑی سی جمعیت جو اپنی خوشی سے میرے ساتھ آئی ہے میں اُس کی اعانت کا محتاج نہیں ہوں، نتیجہ جو کچھ ہو گا مجھے معلوم ہے۔ مگر تو جانتا ہے کہ میرے اصرار پر بھی یہ میرا ساتھ نہیں چھوڑتے، یہ چند بچے، میرے بچے، بہن اور بھائی کے بچے تیری راہ میں قربان ہیں۔ تو نے خلیلؑ کی قربانی پہاڑ کی چوٹی پر قبول کی، یوسفؑ کا نالہ قید خانہ میں سُنا اور یعقوبؑ کی التجا جنگل بیابان میں، آج کربلا کے ریتیلے میدان میں میری سُن۔

احکم الحاکمین! یہ میری ناچیز قربانی قبول کر۔ تجھ کو معلوم ہے کہ حسین کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں سالتجا صرف اس قدر ہے کہ بچوں کی محبت المقصد میں حائل نہ ہو، میرے حوصلے بلند کر میرا دل شیر کر اور توفیق بخش کہ دشمن کے سامنے ہنس ہنس کر گلا کٹاؤں، اور بچوں کی لاشیں کھل کھل کر ڈھوؤں، عزیزوں کے جنازے اُٹھاؤں، مگر زبان پر شکر اور لب پر صبر کے سوا کچھ نہ ہو!"

پچھلی رات کا تمام حصہ امام حسینؓ کا اس دعا میں بسر ہوا اور وہ وقت آگیا کہ دسویں محرم کی روشنی نمودار ہو کر نویں رات کا خاتمہ کر دے۔

Marfat.com

صُبحِ عاشورہ

میدانِ کربلا میں علی اکبر کی صدائے حق بلند ہوئی، اور عمرو سعد کے لشکر میں قہقہوں کی آوازیں گونجیں، ادائے نماز کے بعد امام حسینؓ نے اپنے لشکر سے خطاب کیا کہ تم لوگوں نے میرا ساتھ اس وقت تک دے کر جو کچھ احسان کیا ہیں اس کا شکریہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہوں اب میرا آخر وقت ہے اور خدا کے حضور کا شوق لمحہ بہ لمحہ زیادہ ہو رہا ~~ہے~~ بھائیوں اب تم میرے ساتھ تکلیف و مصیبت میں نہ پھنسو اور اپنے اپنے گھر رخصت ہو جاؤ، میری وجہ سے تمہاری بیویاں رانڈ اور بچے یتیم نہ بنیں۔ تمہارے اس احسان کا معاوضہ خدا کے ہاں ملے گا۔"

حضرت امام حسینؓ کی اس گفتگو سے بجائے اس کے کہ جو لوگ ساتھ تھے وہ چلے جاتے سب نے بالاتفاق عرض کیا "ہم مسلمان ہیں اور ہم کو کل قیامت کے روز آپ کے نانا حضور اکرم صلعم کو منہ دکھانا ہے اس سے بہتر کام ہماری زندگی کا اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس کا کلمہ پڑھتے ہیں اس کے نواسے پر قربان ہو جائیں۔ دشمن کی یہ مجال نہیں ہو سکتی کہ وہ ہماری زندگی میں آپ کی طرف اُنگلی بھی اٹھا سکے، جو وقت آنے والا ہے وہ اُس وقت آئیگا جب ہمارا جسم بے روح ہو جائیگا اور موت ہماری طاقت اور اختیار کو فنا کر دے گی۔"

امام حسینؓ نے ان کو دعا دی اور فرمایا "خدا تمہاری خدمت قبول کرے۔"

ابھی آپ ان لوگوں سے باتیں کر رہے تھے کہ قبیلہ طے کا ایک شخص (وہ قبیلہ جو حاتم طائی کی وجہ سے کافی مشہور رہا ہے) طرح بن ماعدی جو کسی ضرورت سے ادھر آیا تھا، یہ کیفیت دیکھکر قدمبوس ہوا اور عرض کیا "میرے قبیلے کے پانچ ہزار آدمی آپ پر ہنسی خوشی جانیں نثار کریں گے، آپ صرف اس قدر کیجئے کہ میرے ہمراہ تشریف لے چلئے، اور اگر اجازت دیجئے تو میرا تمام قبیلہ اسی میدان میں حاضر ہو جاتا ہے، میں ان کو جا کر لاتا ہوں۔" آپ نے اُس کا

Marfat.com

شکریہ ادا کیا اور فرمایا میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں تو دشمن مجھ کو نکلنے نہ دیں گے اور اگر تم قبیلہ کو لاتے ہو تو جس قدر خونریزی ہوگی اُس کا باعث صرف میں ہونگا اور میں یہ پسند نہیں کرتا۔ اس لئے خدا تمہاری خدمت قبول کرے"

اب آپ خیمے سے آگے بڑھے اور عمرو سعد سے خطاب کیا۔

"بلبل کو چمن سے اور مسافر کو وطن سے دور ہونے کا اتنا رنج نہیں ہوتا جس قدر مجھ کو رسول خدا کے مزار اور خدا کے گھر سے علیحدہ ہونے کا ہوا، تم لوگوں نے دھوکہ دے کر مجھے بلایا۔ حرم خدا اور روضہ رسولؐ سے جدا کیا۔ اور اس وقت میرے قتل پر کمربستہ ہو تم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ جو کچھ کر رہے ہو کس کے ساتھ، تم میں سے بہت سے موجود ہیں جنھوں نے سنا ہوگا اور جن کو معلوم نہیں انہیں آج معلوم ہو جانا چاہیئے کہ خدا کے رسول نے یہ الفاظ فرمائے ہیں کہ حسینؓ جنت کے جوان ہیں، اب تم میرے ساتھ جو سلوک کر رہے ہو تم ہی بتاؤ کہ کس وجہ سے۔ صرف یہی نا کہ میں یزید کی بیعت تسلیم نہیں کرتا۔ اس کے متعلق میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ مجھ کو جانے دو، میں ایک کونہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کروں گا اور میں وہیں اپنی زندگی ختم کر دوں گا، اگر تم منظور کرو تو اب بھی موقعہ ہے کہ میں اپنے بال بچوں کو لیکر چلا جاؤں، اور شیطان ہی تمہارے سر پر سوار ہے اور تم باز نہیں آتے تو مجھ سے یہ توقع نہ رکھو کہ میں یزید کی بیعت کروں حسینؓ اور اس کے بچوں کی موت خاندان زہرا کی بربادی حرم رسول کی تباہی ان میں سے کوئی چیز میرا قدم ڈگمگا نہیں سکتی، مبارک ہوگی وہ گھڑی جب میں اپنے ارادہ میں کامیاب ہوں اور خوش نصیب ہونگا اگر میری یہ قربانیاں خدائے برتر کے حضور میں قبول ہوں اور میں قیامت کے روز سرخرو ہوں"۔

عمرو سعد اور اس کے لشکر میں سناٹا چھایا ہوا تھا، اور کوئی شخص جواب کی جرأت نہ کرتا تھا۔ اب آپ نے فرمایا اے حر بن یزید، حجاج بن الحسن کیا تم لوگوں کے دستخط ان خطوں پر نہیں ہیں جو مجھ کو بلانے کے لئے کوفہ سے بھیجے گئے؟"۔

حضرت حُر کی سعادت

ان الفاظ کا اثر حُر پر کچھ ایسا ہوا کہ اُس نے رُخ بدل کر عمرو سعد سے کہا:-

"افسوس ہے تجھ پر اور تیرے حامی عبیداللہ ابن زیاد اور یزید پر کہ تم لوگوں نے اپنے ساتھ ہزاروں مسلمانوں کی عاقبت برباد کی اور دیکھنے والوں کو دکھا دیا کہ جن آنکھوں نے رسول اللہ کو حسینؓ کے حلق پر بوسہ دیتے دیکھا تھا اُسی پر خنجر چلانے کے واسطے آمادہ ہو گئے، سب سے زیادہ بدنصیب میں ہوں کہ میری دنیا بھی گئی اور دین بھی- میں اپنے مولا اور اپنے آقا کو تجھ بدبخت کی ترغیب سے گھیر کر یہاں لایا- اب میری سزا یہ ہے کہ سب سے پہلے میں ہی رسول اللہ صلعم کے لخت جگر پر قربان ہوں، یہ دیکھ میں تیرے لشکر سے تیر کی طرح چلا اور امام حسینؓ کی طرف سے پہلا شخص میں ہی تیرے مقابلہ میں آؤں گا اگر مرد ہے اور مقابلہ کی تاب ہے تو آ میرے سامنے میدان میں آ- اور دیکھ کہ حسینؓ کے شیدائی کس طرح اپنے آقا پر نثار ہوتے ہیں"- اتنا کہہ کر حُر نے اپنا گھوڑا دوڑایا- اور امام عالی مقام کے قدموں میں گر کر کہا

"آقا ہاتھ جوڑ کر قصور کی معافی چاہتا ہوں- ابن علیؓ میری خطا معاف کر اور دوزخ میں گرنے والے کو سنبھال، جانتا ہوں کہ جو کچھ کر چکا اس کی تلافی ممکن نہیں- حرم رسول کو اس میدان میں گھیر کر لانے والا بدنصیب ازلی حُر ہے، غفلت کے پردے اس کی آنکھوں پر پڑ گئے لیکن اے مولا تو اس باپ کا بیٹا اور اس نانا کا نواسا ہے کہ جس کے رحم و کرم کی لہریں تمام عرب کو سیراب کر رہی ہیں حسینؓ تو نے اس دودھ سے پرورش پائی ہے جو عفو کا مخزن تھا- آج میدان میں نانا کی شان، باپ کا کرم اور ماں کا رحم ایک دفعہ اور دکھا دے، خدا کا واسطہ دیتا ہوں، نانا کے طفیل میں، باپ کے صدقہ میں اور ماں کی بدولت مردے کو جلا، نار کو باغ اور جہنم کو فردوس کر دے- زمین میرے قدموں سے تھرا رہی ہے- آسمان مجھ پر تھوک رہا ہے اور پہاڑوں کے سنگریزے مجھ پر میری صورت پر اور میرے خاندان پر لعنت برسا

Marfat.com

رہے ہیں۔ میرے ہاتھ نہ کٹے میری زبان نہ گلی، اور میرا دماغ نہ پھٹا، ماں نے مجھے اس لئے جنا تھا، باپ نے مجھے اس لئے پرورش کیا تھا کہ میں جوان ہو کر خدا اور اس کے رسول سے بغاوت کروں اور فاطمہؑ کے کلیجہ کے ٹکڑے میری وجہ سے اس مصیبت میں گرفتار ہوں، بچا بچا حسینؓ مجھ کو بچا۔ دوزخ کے شعلے میری آنکھوں کے سامنے بھڑک رہے ہیں۔ اور آگ کی چنگاریاں میرے جسم سے نکل رہی ہیں۔ بجھا بجھا ابن علیؓ اس آگ کو بجھا اور اجازت دے کہ سب سے پہلا شخص جو اس صورت پر قربان ہو وہ حُر ہو، پھر واسطہ دیتا ہوں، نانا کا، باپ کا، بھائی کا، ان مقدس روحوں کے تصدق میں میرا قصور معاف کر۔ یہ سر تیرے قدموں میں ہے، دھتکار دے، ٹھکرا دے، جو چاہے کر، مگر اب یہ سر سر کنے والا نہیں۔"

امام عالی مقام نے حُر کو سینہ سے لگایا اور فرمایا "میں ان سب ہمراہیوں سے کہہ رہا ہوں کہ میری وجہ سے شہید نہ ہوں اور چلے جائیں۔ یزید کا غصہ ابن زیاد کی آگ اور عمر و سعد کا جوش صرف حسینؓ کے قتل سے ٹھنڈا ہو سکتا ہے، یہ سر موجود ہے مگر تم اپنے بچوں کو میری وجہ سے یتیم نہ کرو۔" حُر خاموش کھڑا تھا، ان الفاظ نے اس پر کچھ اثر کیا کہ ایک چیخ ماری اور کہا "اے ابن رسول اللہ حُر کے زخموں پر نمک نہ چھڑکئے حسینؓ کے بچے یتیم ہوں اور حُر زندہ رہے، اس کی بیوی اور اس کے بچے آپ کے بچوں پر قربان۔ للہ ابن علیؓ اجازت مرحمت ہو، ہر سانس قیامت ہے۔ گڑا جاتا ہوں، مرا جاتا ہوں، کرم، رحم ابن رسول اللہ رحم اور اجازت۔"

امام حسینؓ کی آنکھ میں حُر کی گفتگو سے آنسو آ گئے اور کہا "اچھا۔"

اس پروانہ کی طرح جو شمع پر اس بلبل کی طرح جو پھول پر اس چکور کی طرح جو چاند پر نثار ہوتی ہے حُر بیاروں طرف نشۂ شہادت میں جھومتا ہوا یہ کہہ کہہ کر بیتاب ہوتا رہا "یا ابن رسول اللہ اب ایک التجا اور رہ گئی ہے عفو خطا کا مژدہ اس مبارک منہ سے سنا دیجئے اور پھر دیکھ لیجئے کہ خون کے ہر قطرے کو سر آنکھوں پر رکھوں گا، گوشت کا ہر ٹکڑا تن سے

Marfat.com

جدا ہو کر حسینؓ کے نعرے لگائے گا جس طرح زندہ حُر اسی نام کو جپتا ہوا قربان ہوا۔ اسی طرح مُردہ حُر کے رونگٹے رونگٹے سے ابن علی کی صدا بلند ہو گی۔ کاش ابن زیاد میدان میں آتا یا یزید اس وقت سامنے آجاتا تو دنیا کو دکھا دیتا کہ حسینؓ کے شیدائی اپنے آقا کی بیعت دل سے نہیں جان سے کرتے ہیں۔"

عمر و سعد سمجھ رہا تھا کہ شاید حُر امام حسینؓ سے بیعت کے متعلق گفتگو کر رہا ہے کہ دفعتاً حُر گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں پہنچا اور کہا۔

"وہ حُر جو تیرے لشکر کا افسر تھا اور امام حسینؓ کو اس میدان میں گھیر کر لایا ختم ہو چکا اس وقت میں وہ حُر ہوں جو سب سے پہلے تجھ کو قتل کروں گا، اور تجھ کو تیرے اعمال کا مزہ چکھاؤں گا۔ مگر اس لئے کہ مجھ پر بھی یہی کیفیت گذر چکی ہے سمجھاتا ہوں دونوں طرف نظر ڈال، تیرے لشکر میں دوزخ بپا ہے۔ اسے دیکھ اور اس طرف جو جنت موجود ہے اس پر بھی نظر ڈال اور سوچ کہ زندگی کی چند گھڑیوں کے واسطے خدا اور اس کے رسولؐ سے دغا کر رہا ہے۔ ارے بدبخت دنیا اور دین دونوں برباد ہو جائیں گے، یاد رکھ ابن زیاد سے فلاح نہ ہو گی، یزید سے انعام کی توقع نہ رکھ اور جھوٹی اُمیدوں پر خدا کے سایہ سے نہ بھاگ۔"

یزیدی لشکر میں حُر کی تقریر سے ہل چل مچ گئی اور عمر و سعد ششدر و متحیر ایک ایک کا مُنہ تکنے لگا۔ حُر کو جب کوئی جواب نہ ملا تو امام حسینؓ کے پاس آکر قدمبوس ہوا اور درخواست کی کہ "اب حکم دیجیے کہ عمر و سعد کو تہ تیغ کر دوں"۔ امام حسینؓ ایک مرتبہ اور میدان جنگ میں تشریف لائے اور فرمایا "تم لوگوں سے ڈرتا نہیں ہوں مگر صرف اس لئے کہ جس وقت مجھ بے گناہ کے خون میں تم پر عذاب ہو گا۔ اس وقت حضور اکرمؐ کے یہ الفاظ نہ سنوں، کہ حسینؓ کے خون میں میری اُمت پر عذاب ہو رہا ہے بیں تم لوگوں سے پھر کہتا ہوں کہ کھرے کھوٹے کو پرکھ لو تم دیکھ رہے ہو میں جو کچھ کہہ چکا وہ پتھر کی لکیر ہے، ایک فاسق و فاجر

Marfat.com

کی بیعت کے مقابلہ میں ہر اذیت گوارا ہے"

یہاں تک پہنچ کر امام حسینؓ کچھ اور فرماتے کہ عمرو سعد نے کہا "لشکریوں یزید اور ابن زیاد کے سامنے گواہی دینا کہ حسینؓ پر سب سے پہلے میں نے حملہ کیا" یہ کہہ کر عمرو سعد نے تیر مارا مگر وہ خالی گیا اور آپ واپس تشریف لے آئے۔

فوراً ہی ابن زیاد کا غلام اور ابن زیاد کے باپ کا غلام دو شخص آئے اور آواز دی کہ "یزید کے لشکر کی جرأت جس کو دیکھنی ہے وہ مقابلہ میں آئے" ان کے متواتر نعروں سے امام حسینؓ کے ہمراہیوں میں طاقت ضبط نہ رہی۔ حبیب ابن مظہر آگے بڑھنا چاہتے تھے کہ امام حسینؓ نے روکا اور کہا "تمہاری حیثیت غلاموں کے مقابلہ کے لائق نہیں، چنانچہ عبداللہ وھب کلبی میدان میں پہونچے اور کہا "بدبختوں کیا زبان درازی کرتے ہو" یہ کہہ کر ایک ہی وار میں دونوں کے سر اڑا دیئے عمرو سعد نے سالم کو اشارہ کیا وہ باہر نکلا اور تلوار ماری جس سے وھب کا الٹا ہاتھ زخمی ہوا مگر خدا کے اس جری نے سیدھے ہاتھ سے اس کا خاتمہ کر دیا اس وقت امام حسینؓ کے لشکر سے تکبیر کی صدائیں ایسی بلند ہوئیں کہ عمرو سعد بھی پریشان ہو گیا۔ ادھر سے یزید بن الحصین اور جعفر بن ثعلبہ چلے اور عمرو سعد نے یزید بن معقل کو بھیجا مگر یزید بن الحصین کی ایک تلوار میں یزید بن معقل دنیا سے رخصت ہوا۔ اس کے بعد طرفین میں ڈیڑھ دو گھنٹے تک جنگ ہوتی رہی شیدائیان حسینؓ نے باوجود بھوک پیاس کے ایسی جرأت و ہمت دکھائی کہ دشمن دنگ رہ گیا!

اب حُرؓ نے اجازت لی اور میدان میں پہنچے ان کو دیکھتے ہی عمرو سعد غصہ سے سُرخ ہو گیا اور با آواز بلند کہا "اس باغی کا سر اتارنے والا یزید کے خاص انعام و اکرام کا مستحق ہے" امیر حصین بن تمیم اتنا سنتے ہی باہر نکل آیا لیکن حُرؓ کی ایک ہی تلوار سے جہنم میں پہنچا اس کے بعد حُرؓ نے دوسرے مقابل کی راہ نہ دیکھی اور تلوار لیکر لشکر میں گھس گئے

کہ کسی طرح عمرو سعد کو قتل کریں۔ ہر طرف قتل عام کرتے رہے چونکہ دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اس لئے دل کا حوصلہ پورا کیا اور شہید ہوئے۔

عربستان کی مخلوق اور پہاڑوں کی چوٹیاں وہ سماں دیکھ چکی ہیں کہ حُربن ریاحی پوری جمعیت کے ساتھ ابن رسول اللہ کی گرفتاری کو آپہونچا اور خاندان رسالت کی محترم خواتین اور معصوم بچّوں کو نظر بند کر لیا۔ سر بفلک پہاڑ اور سرسبز درخت امام حسینؓ کی بے بسی پر روئے اور آسمان و زمین نے نالے بلند کئے۔ صحرائی درندوں کی دہاڑوں اور طائران خوش الحان کی فریادوں نے زمین کے کلیجے چھلنی کر دیئے جس وقت وہ ساعت آئی کہ حسین ابن علیؓ کا مظلوم قافلہ کربلا کے میدان میں اُترا تو تقدیر نے اس کامیابی کا سہرا اسی حُر کے سر باندھ دیا۔ سراب زندگی نے اس کو مبارک باد دی اور فانی دنیا نے اس کے انقلاب پر آفریں کہی۔ آج عربستان اور اس کے زمین و آسمان کی آنکھیں یہ سماں دیکھتی ہیں کہ وہی حُربن ریاحی جو امام حسینؓ کی گرفتاری پر مامور ہوا تھا اپنے آقا پر قربان ہو گیا۔ گرم لو کے تھپیڑے ماں کی لوری بن کر اس کو ابدی نیند سُلا رہے ہیں، ایمان پانی کے بدلے کوثر کے جام شہید کی لاش پر نچھاور کر رہا ہے جس وقت عمرو سعد نے حُر کی لاش پھینکی اور ابن علیؓ نے اس کے سر کو بوسہ دیا۔ تو زمین و آسمان کا ہر ذرّہ اس کی صداقت کو سجدے کر رہا تھا شہادت اس کا منہ چوم رہی تھی اور حقیقت اس کے سر پر ایسے پھول لٹا رہی تھی جو آج تک دنیا کو معطر کر رہے ہیں۔ حوریں شہید حُر کی صورت حسرت سے تک رہی تھیں اور ملائکہ تعجب کی نظریں ڈال رہے تھے کہ چشم زدن میں کس طرح جہنّم کا کندہ جنّت کا پھول بن گیا جس پر چہار طرف سے لعنت و ملامت کی بوچھار پڑ رہی تھی آناً فاناً کچھ کا کچھ ہو گیا۔ زمین مرحبا کے نعروں سے گونج اٹھی اور آسمان آفریں کی آواز دینے لگا، زندگی، اس کی موت پر قربان ہوئی اور دنیا اس کے دین پر نثار۔ عقیدت اس کی شہادت کے روبرو جھکی اور اسلام نے اس کی بغاوت سر آنکھوں پر رکھی۔ لشکر امام نے

Marfat.com

مرحبا کا شور مچایا ملائکہ عرش بریں پر ہم آہنگ ہوئے اور اس طرح حُر کو وہ شہادت نصیب ہوئی جس پر دنیا ہمیشہ فخر کرے گی۔

حُر کی شہادت نے کوفیوں اور شامیوں کے ہوش اُڑا دیئے۔ عمرو سعد نے باآواز بلند کہا کہ "حسینؓ کا قتل آسان نہیں اگر حُر کی طرح ایک سر کے بدلے اتنے سر قربان کرنے پڑیں گے تو نتیجہ شکست ہے۔ بہتر ہوگا کہ ہماری متفقہ فوج حملہ کرے اور سب کا خاتمہ کر دے۔" یہ کہہ کر ایک ساتھ تیروں کی بوچھار شروع کی، یہاں تک کہ لشکر امام کے تمام گھوڑے چھلنی ہوئے۔ اور ایک میں سکت نہ رہا۔ اب یہ تمام فوج ایک ساتھ ٹوٹ پڑی اور شمر خیمہ کی طرف چلا وہ اندر داخل ہونا چاہتا تھا کہ حصین نے ایک ایسا تیر مارا کہ گھوڑا اوندھے مُنہ گرا اور شمر دم دبا کر بھاگا اور کہا "لڑائی ایک ہی ایک کی ٹھیک ہوگی۔"

اس وقت سب سے پہلے حصین میدان میں آئے اور جوہر شجاعت دکھا کر جام شہادت نوش فرمایا۔ اس کے بعد اور ہمراہی اپنے آقا پر قربان ہوئے، آفتاب ڈھل رہا تھا اور دوپہر ختم کے قریب تھی کہ امام کے تمام ہمراہی کام آ گئے۔ اور سات آدمیوں کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔

بی بی زینب کے بچّوں کی شہادت

بی بی زینب،

شہر بانو خاموش کھڑی کپڑے سے پنکھا جھل رہی تھیں کہ سیدہ کے لال نے فرمایا۔ "زینب اُٹھو بابا کی شمشیر، بھائی حسنؓ کی کمان، نانا جان کا عمامہ لاؤ اور بھائی کی صورت دل بھر کر دیکھ لو، اب یہ نظر نہ آئے گی۔ اور دشمن میدان سے واپس آنے دینگے" بی بی زینب بھائی کے قدموں میں گریں اور کہا۔

اُس نازک وقت میں کہ عرش بریں اور آسمان کانپ رہا ہے بہن اپنے بھائی کے حضور میں ایک التجا پیش کرتی ہے، اُمید ہے کہ علیؓ کا لال اور سخی ماں کا بچہ بہن کا سوال رد نہ کرے گا!"

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "زینب کیا کہتی ہو" بی بی زینب کی نظریں نیچی تھیں

آنکھ اٹھائی اور رو کر کہا۔

"حسینؓ بھیا تکلیف کے وقت صدقہ دیا جاتا ہے۔ حدیث صحیح ہے کہ صدقہ بلا کو رد کرتا ہے۔ میری آرزو ہے کہ عونؓ و محمدؓ کو اس وقت ماں جائے بھائی پر قربان کروں شاید یہ بلا ٹل جائے بھائی یہ بحث کا وقت نہیں ہے، بھائی تو بہنوں کے بڑے بڑے مان رکھتے ہیں۔ اس وقت زینب کے بچوں کو میدان کی اجازت دے کر اس کا دل رکھ لو۔ بھیا اس وقت میرا سفارشی کوئی نہیں ہے۔ ماں اور باپ دونوں کا سایہ سر سے اٹھ چکا بھائی حسنؓ بھی اللہ کے پیارے ہو گئے آج ہماری کشتی کے ناخدا تم ہو، قیامت کے روز زینب کس منہ سے باپ کی خدمت میں حاضر ہو گی، بھائی حسینؓ خدا کا واسطہ دے رہی ہوں، اماں کی روح کا صدقہ میرے بچوں کو رن کی اجازت مرحمت ہو!

عونؓ و محمدؓ دونوں پیچھے پیچھے پھر رہے ہیں کہ ماموں جان سے میدان کی اجازت دلوائیے۔ میں خاموشی سے ان کا منہ تک کر چپکی ہو جاتی ہوں، بھیا یہ مجھ سے زیادہ تمہاری صورت کے عاشق ہیں، رو رہے ہیں، پیٹ رہے ہیں اور جدھر جاتی ہوں سایہ کی طرح میرے ساتھ رہتے ہیں کہ کسی طرح ان کو میدان کی اجازت مل جائے، یہ دیکھئے میرے پیچھے کھڑے رو رہے ہیں" اتنا کہہ کر ہٹیں تو عونؓ و محمدؓ ماموں کے قدموں میں گر پڑے اور کہا کہ "ہم ماں کے پیٹ سے اس لئے پیدا نہ ہوئے تھے کہ ہم زندہ رہیں، آپ پر یہ وقت آ جائے اور ہم کھڑے دیکھتے رہیں۔ دشمن قہقہے لگائیں اور ہم سنیں، ماموں جان ہماری آبرو نہ بگڑنے دیجئے اور ہم کو میدان کی اجازت دیجئے ہم کو بھانجا نہیں غلام سمجھئے اور ہم کو قربان ہونے کا حکم دے کر ہمارے دل کے مرجھائے ہوئے پھول کھلا دیجئے۔ دیکھئے ہمارے ہتھیار سب تیار ہیں۔ ہم اپنے چھوٹے چھوٹے تیروں اور نیچوں سے دشمن کو مزہ چکھا دیں گے اور جب تک ان تمام تکالیف کا بدلہ نہ لے لیں گے ہماری زندہ صورت آپ کو نظر نہ آئے گی خدا کا واسطہ رحم فرمائیے اور ہماری درخواست منظور کیجئے!!

اب بی بی زینب آگے بڑھیں اور دونوں سے کہا کہ "ماموں کے کلیجے سے لگو اور آخری سلام کرو" اس کے بعد بھائی سے عرض کیا "بھیّا میرے کلیجے کے ٹکڑے تمہاری شجاعت پر حرف نہ لائیں گے، یقین کرو ان کی وجہ سے علیؓ کے نام پر بٹہ نہ لگے گا، میں کسی قابل نہیں ہوں اسوقت میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں کہ قربان کرتی۔ بہن کی یہ ناچیز قربانی قبول ہو۔

امام حسینؑ کی آنکھ سے آنسو کی لڑیاں جاری تھیں، انھوں نے بچوں کو سینہ سے چمٹایا۔ بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"زینبؓ جو کچھ نہ دیکھا تھا ان آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا۔ ماں اور باپ کے بعد بھائی حسنؓ کا جنازہ دیکھ چکا۔ نیا جائے کوان ہاتھوں نے قبر میں اتارا۔ ابھی وہ آنسو بہ رہے ہیں۔ زینب تجھ کو بھائی پر رحم نہیں آتا کس دل سے اجازت دوں۔ کیا ماموں دنیا میں اس لئے پیدا ہوا تھا کہ گلشن زہرا کے پھول چن چن کر آگ میں جھونکے، دل ہے۔ پتھر نہیں ہے۔ صبح سے جو کچھ گذر رہی ہے اس کا جاننے والا خدا کے سوا کوئی نہیں۔ زینبؓ مجھ پر رحم کر ان کو نبیوں نے ابھی دنیا کا کیا دیکھا۔ ان کے دن ابھی پھولنے پھلنے کے ہیں۔ ان کو دنیا میں رہنے دے۔ ماموں کے گھر میں اسوقت موت کے سوا کچھ نہیں۔ ان کو حکم دے کہ خاموشی کے ساتھ گھر چلے جائیں اور دنیا کی بہار دیکھیں"۔

امام حسینؑ کی تقریر ختم نہ ہوئی تھی کہ بی بی زینب کا دل بھر آیا اور بھائی کے گلے میں ہاتھ ڈال کر کہا "حسینؓ میرے زخموں پر نمک نہ چھڑک کس کے بچے اور کیسے بچے" عونؓ اور محمدؓ تیرے غلام ہیں۔ ان کا خون جو تجھ پر گرے گا سر پر رکھوں گی اور آنکھوں سے لگاؤں گی۔ ان کی موت جو تجھ پر قربان ہو کر آئے گی میری زندگی ہوگی۔ اگر یہ خود میدان کے واسطے بے قرار نہ ہوتے تو عمر بھر ان کی صورت نہ دیکھتی۔ آج میری کمائی ٹھیک لگی ہے۔ اور باپ نے آخر وقت جو وصیت کی تھی اس کی تعمیل کرتی ہوں۔ مجھے ان کی شادی کا ارمان تھا۔ مگر اس سے بڑھ کر اور کیا شادی ہوگی وہ ارمان پورا ہوتا ہے۔ اجازت دے کہ اپنے بچوں کو دولہا بناؤں اور رن میں بھیجوں"

امام حسینؑ بہن کی اس گفتگو پر خاموش ہوئے تو بی بی زینب نے دونوں بچوں کو بھائی کے قدموں پر ڈال دیا اور کہا "ماموں کا شکریہ ادا کرو کہ ہماری قربانی قبول کی۔ اٹھو اور میرے ساتھ آؤ۔"

اس وقت خیمہ میں سناٹا تھا کہ عمرو سعد نے بآواز بلند کہا "علیؑ کی شجاعت کدھر غارت ہوئی کہ کوئی میدان میں نہیں آتا۔ کیا ہم خود ہی خیمہ میں گھس آئیں" بی بی زینبؑ نے طیش میں آکر علی اکبر سے کہا "تم جواب دے دو کہ ناموس رسول کو بچانے والے ابھی زندہ اور جوہر شجاعت دکھانے والے موجود ہیں۔"

بچوں کے کپڑے اپنے ہاتھ سے بدلے۔ چھوٹے چھوٹے ہتھیار ان کے جسم پر لگائے اور کہا عونؓ و محمدؓ خوش نصیب ہوں ہیں۔ ماں۔ کہ تم جیسے نیک بچے میرے پیٹ سے پیدا ہوئے، مگر دیکھو بھوک پیاس میں کوئی ہلکی بات زبان سے نہ نکل جائے اعداء میں کسی کو یہ نہ معلوم ہو کہ تم کون ہو خبردار! خبردار! زینب کا نام زبان پر نہ آنے پائے صرف اتنا کہنا کہ ہم حسینؑ کے غلام ہیں اور ہماری ماں بی بی فاطمہؓ اور شیر خدا کی لونڈی ہے ان شفقتوں کا بدلہ ہماری ماں کے پاس یہی تھا کہ ہم کو امام پر نثار کر دیا۔

بچو میں نادم ہوں کہ اپنے مہمانوں کو میدان جنگ میں بھوکا پیاسا شہید ہونے بھیج رہی ہوں" جس وقت دونوں بچے خیمہ کے دروازہ پر پہنچکر ماں کے آخری سلام کو جھکے تو دل کا خدا ہی حافظ تھا۔ مگر ضبط سے کام لے کر ان کے سر پر ہاتھ رکھا۔ گلے سے لگا کر پیار کیا اور کہا "دنیا کی مائیں بچوں کو سدھارتے وقت دعا دیتی ہیں کہ جس طرح پیٹھ دکھائی اسی طرح منہ دکھاؤ مگر عونؓ و محمدؓ کی ماں یہ کہتی ہے کہ جاؤ۔ زندہ جاؤ اور شہید ہو کر آؤ۔ سر لے کر جاؤ اور سر کٹا کر آؤ۔ دیکھو میرے الفاظ یاد رکھنا۔ عمرو سعد کو یہ پتہ نہ چلے کہ تم زینب کے بچے ہو اچھا کلیجہ کے ٹکڑوں جاؤ۔ سدھارو۔ رخصت ہو۔"

فلک پیر نے دنیا کے سخت سے سخت مصائب پر قہقہے لگائے ہیں۔ مگر آسمان و

Marfat.com

زمین دونوں خاموش تھے جس وقت زینبؓ کے بچوں کی صدائے تکبیر سے میدان گونج اٹھا۔ عمرو سعد نے سامنے آکر کہا "میں یہ تو سمجھ گیا کہ تم زینبؓ کے بچے ہو، مگر تمہارے بچپن پر نہ معلوم مجھے کیوں رحم آرہا ہے اور وہ دل جو صبح سے اب تک بالغ بالغ ہوا تمہارے لڑکپن پر ترس کھا رہا ہے۔ اگر تم حسینؓ کا ساتھ چھوڑ کر ادھر آجاؤ تو تمہارے واسطے دنیا بھر کی نعمتیں موجود ہیں اور اگر یہ پسند نہ کرو تو جاؤ اپنے گھر چلے جاؤ۔ میں اجازت دیتا ہوں۔ جاؤ۔ اپنی ماں سے کہہ دو کہ عمرو سعد نے ہم کو آزاد کر دیا۔"

دونوں کے دونوں اتنا سنتے ہی آگ بگولا ہو گئے، اور کہا "ظالم عمرو سعد ہم کو امام کا بھانجا بنا کر امامت کو رسوا مت کر۔ ہم امام حسینؓ کے غلام ہیں اور ہماری ماں بی بی فاطمہؓ اور شیر خدا کی لونڈی، تجھ کو جب ہمارے آقا زادے پر ہی رحم نہ آیا۔ اور پانی پر پہرہ لگا کر اپنی سنگ دلی دکھا دی تو ہم پر کیا رحم آئیگا گو ہم تین روز سے بھوکے پیاسے ہیں اور ہماری عمریں دس سے زیادہ نہیں لیکن تجھ جیسے بیسیوں کو جہنم میں پہنچا کر اپنے آقا پر نثار رہیں گے"۔

یہ کہہ کر سیدھی طرف سے عونؓ اور الٹی طرف سے محمدؓ نے حملہ کیا۔ ننھی ننھی تلواریں بجلی کی طرح جس سر پر چمکیں خاکستر کرتی ہوئی ہوا کی طرح نکل گئیں۔ عمرو سعد نے اپنی فوج سے خطاب کیا کہ "تین دن کے بھوکے پیاسے بچوں کو اب تک تہ تیغ نہ کر سکے تو مل کر حملہ کرو اور دونوں کا خاتمہ کرو"۔ ابھی عمرو سعد کی تجویز ختم نہ ہوئی تھی کہ دونوں خود ہی لشکر میں گھس کر عمرو سعد کے سر پر پہونچے اور عونؓ نے کہا کہ "ہم نے جو کہا تھا وہ کر دکھایا۔ مگر تیرے ظلموں کا مزہ چکھانا ابھی باقی ہے" یہ کہہ کر چاہتے تھے کہ وار کریں مگر دونوں طرف سے تلواروں کی باڑ سر پر گری اور زینبؓ کے لال خون میں لال ہو گئے ہا ہا

عمرو سعد نے چلا کر کہا "بچوں کا طریقہ جنگ، طرز گفتگو اور ادائے صبر بتا رہی ہے کہ علی کے نواسے ہیں۔ بھوکے ہیں پیاسے ہیں۔ خون میں تر بتر ہیں لیکن چہرہ پر شکن یا زبان پر شکوہ نہیں ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ان کا باپ کٹا حسینؓ آؤ اپنے بہادر بچوں کی لاشیں لے جاؤ

Marfat.com

اور ان کی ماں سے کہہ دو۔ عمرو سعد نے ان کو دولہا بنا دیا۔"

زینب اور شہربانو دروازہ پر اور امام حسین خیمہ سے باہر کھڑے تھے، عمرو سعد کی آواز جس وقت بی بی زینب کے کان میں پہونچی تو آسمان کی طرف سے آنکھ اٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا۔ امام حسینؓ بہن کو دیکھنے آئے تو تیمم کر رہی تھیں چاہتے تھے لپٹ جائیں آنکھ سے آنسو بہ رہے تھے، بہن کو دیکھ کر آگے بڑھے۔ اور کہا۔

"زینب تیرے بچے رخصت ہوئے۔"

بی بی زینب کے ٹھنڈے سانس کے ساتھ زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے "حسینؓ میرے واسطے رونے کا مقام نہیں شکر کا مقام ہے۔ پانی میسر نہیں تیمم کر رہی ہوں کہ دو نفل شکریہ اس خدا کا ادا کروں جس نے آج مجھے سرخرو کیا۔ اور مجھے ایسے بچے دیئے جو میرے بھائی پر نثار ہو گئے۔"

امام حسینؓ نے حضرت عباسؓ سے کہا "بھائی آؤ بچوں کی لاشیں اٹھا لائیں" کہرام مچا ہوا تھا۔ امام حسینؓ بچوں کی لاشیں لینے گئے، اور بی بی زینب نے استقلال سے دوگانہ ادا کیا۔ سجدہ میں گریں اور کہا۔

تو "نکتہ نواز ہے، مجھ دکھیا کے دونوں بچے تیرے نام پر تیرے رسول کی امت کے ہاتھوں بیدردی سے قتل کئے گئے۔ میں نے ان کو بھوکا پیاسا تیری راہ میں گھر سے نکالا ان کی لاشیں آرہی ہیں۔ صبر کی توفیق دے اور دل پر ایسا پتھر رکھ دے کہ جو کچھ گذر رہی ہے اس کو شکر سے برداشت کروں" دعا کر رہی تھی کہ بچوں کی لاشیں خیمہ میں آئیں اٹھیں تو بھائی نے کہا۔

"زینبؓ! تیرا ارمان پورا ہوا۔ تیرے بچے جن کی شادی کا تجھ کو ارمان تھا۔ دولہا بن کر تیرے سامنے آ گئے۔ کیوں زینب مجھ ماموں کے دل پر اس وقت کیا گذر رہی ہوگی جن بچوں کو ان ہاتھوں سے پال پوس کر اتنا کیا تھا، ان ہی سے ان کی لاشیں اٹھا لیں۔ تیرے بچے نہیں بڑھے تھے کہ عمرو سعد اور اس کا لشکر عش عش کر رہا ہے۔ قربان اس منہ کے جس نے

Marfat.com

کہا ہم حسینؓ کے بھانجے نہیں غلام ہیں، میرے بچوں تم کو سر پر رکھوں، تمہاری لاشوں کو آنکھوں سے لگاؤں حسینؓ کے غلام نہیں کلیجہ کے ٹکڑے تھے۔ ماموں حق مہماں نوازی نہ ادا کر سکا۔ تم نے زینبؓ کے دودھ کا ایسا حق ادا کر دیا کہ نانا جان کی اُمت تمہارے نام پر فدا ہو گی، اے زینبؓ اپنے بچوں کو عروسی جوڑا پہنا، اور ان کی برات تیار کر ماموں ان کی دلہن بیاہ لائیے"!

زینبؓ خاموش کھڑی بھائی کی تقریر سن رہی تھیں۔ جب امام عالی مقام خاموش ہوئے تو کہا "بھیا۔ اب تم باہر چلے جاؤ کہ میں ان مہمانوں سے باتیں کر لوں۔ ان کے دودھ بخش دوں اور ان سے کہہ دوں کہ ماں کا کہا سنا معاف کرنا۔ اور جس سختی اور بےرحمی سے وداع کیا تھا۔ اس کی شکایت نانا نانی سے نہ کرنا"!

امام حسینؓ باہر چلے گئے تو بی بی زینبؓ بچوں کے سرہانے بیٹھ گئیں، جسم سے خون جاری تھا۔ اور کپڑے شوربہ شور تھے، دو چار لمحہ غور سے دیکھنے کے بعد ایک چیخ مار کر یہ کہتی ہوئی لاش پر گریں

"عونؓ و محمدؓ تمہارا قاتل عمرو سعد نہیں زینبؓ ہے جس نے اپنی آنکھ کے سامنے تمہاری گردن پر چھری پھیر دی علی اکبر میاں جاؤ عمرو سعد کو مبارک باد دے دو کہ جن بچوں کو کبھی پھول کی چھڑی نہ لگائی تھی آج تو نے ان کو خون میں ڈبو دیا۔ تیری مراد پوری ہوئی اور جن دونوں کو دائیں بائیں پہلو میں لٹا کر لوریاں دی تھیں جو ہمک ہمک کر ماں کی گود سے چمٹے تھے۔ جو ٹھنک ٹھنک کر ماں کے ہاتھوں سے نوالے کھاتے تھے، ان کی لاشیں اس وقت ماں کے سامنے پڑی ہیں عمرو سعد میں نے یہ لال بڑی مصیبت سے پالے تھے، راتوں کی میٹھی نیندیں ان پر قربان کی تھیں، اور دن کے لطف و آرام ان پر نچھاور کر کے اتنا بڑا کیا عمرو سعد ادھر آ اور جس کلیجہ میں ناسور ڈالے ہیں۔ اس میں تلوار بھونک دے کہ آج ایک دفعہ اپنے دونوں معصوموں کے برابر پھر لیٹ کر آخری لوریاں دیدوں عونؓ و محمدؓ میں تمہاری

مانہ تھی، دودھ پلانے والی انّا اور پرورش کرنے والے کھلائی تھی۔ میں نے تم کو اپنے بھائی کے گھر سے اس وقت نکالا جب بھوک اور پیاس نے جان پر بنادی تھی۔ بچّوں خطا وار زینب کا سنگ دل انّا کا اور ظالم کھلائی کا قصور معاف کردو، سلام کو جھکتے تھے، پاؤں دباتے تھے تو درازی عمر کی دعائیں دیتی تھیں۔ آج ماں کے حکم پر جانیں نثار کر گئے اب کیا دعا دوں؟"

یہ کہہ کر بی بی زینب بچّوں کے بیچ میں لیٹیں اور کہا "جس سینہ سے دودھ پیا آؤ ایک دفعہ اور اس سے لپٹ جاؤ" پہلے چھوٹے کے منہ پر ہاتھ پھیر کر اس کا خون اپنے منہ سے ملا۔ اس کے بعد بڑے کی طرف مڑ کر کہا "میرا بچہ محمدؓ کربلا کے میدان میں تیرے سپرد ہے۔ جب رات کے وقت سوتے میں ڈرتا تھا تو چمٹا لیتی تھی، اب اگر یہ چونکے تو ماں کے بدلے گلے سے لگا لیجیو ظلم و ستم سے شہید ہوا بچہ جنگل بیابان میں تیرے حوالے کرتی ہوں" اب ہچکی بندھ گئی تو اٹھ کر چاروں طرف پھریں اور چھوٹے کے ہاتھ آنکھوں سے لگا کر کہا "ماں۔ ان ننھے ننھے ہاتھوں کے نثار گئی۔ عمر و سعد کو دکھا دیا کہ میدان جنگ میں بہادر کس طرح جان دیتے ہیں" دفعتہً کچھ خیال آیا اور بھائی کو بلا کر کہا "کیوں بھائی بچوں سے کوئی خطا تو نہیں ہوئی۔ اگر کوئی لفظ خلاف مزاج زبان سے نکل گیا ہو تو معاف فرما دیجئے۔ میں نے منع کر دیا تھا کہ ہرگز ہرگز یہ نہ کہنا کہ ہم امام کے بھانجے ہیں" امام حسینؓ بہن کو لپٹ کر رونے لگے اور کہا "زینب تیرے بچے تیرے حکم کی پوری تعمیل کر گئے۔ دشمنوں نے ہر چند پوچھا مگر وہ یہی کہتے کہتے دنیا سے سدھارے کہ ہم امام کے غلام ہیں۔ زینب تیرے بچے کلیجے پر ایسا داغ دے گئے کہ اب زندگی کا ہر لمحہ وبال ہے"

یہ سُن کر بی بی زینبؓ مسکرائیں بچوں کے منہ چومے اور بھائی سے کہا "لیجیے لیجائیے اور میرے چاند سے ٹکڑوں کو دفن کر دیجئے۔ مگر عمر و سعد سے اتنا کہہ دیجئے کہ زینب کے بچے تجھ کو علیؓ کے خون کا رنگ دکھا گئے، تو نے جن بچّوں کو خون میں نہلا کر دنیا سے رخصت کیا۔ یہ میری عمر بھر کی کمائی تھی۔ اب زینب کی گود خالی ہے وہ ہاتھ جھاڑ کر

ہو بیٹھی اور منتظر ہے اس وقت کی جب تیری تلوار یا تیر اُس کا خاتمہ کر دے، اور ان بچوں سے ملوا دے جن کو تو نے کربلا کے میدان میں ماں کے سینہ سے چھڑوایا!!

حضرت عباس کی شہادت

بچوں کی لاشیں دفن کے واسطے چلیں، بی بی زینب جانماز پر لیٹیں اور بھائی کی سلامتی کی دعائیں مصروف ہوئیں، امام حسینؓ واپس خیمہ میں آئے تو خود میدان میں جانے کا قصد کیا اتنے میں مسلمؓ بن عقیل کی بچی حضرت عباسؓ کے قدموں میں آکر گری اور کہا "چچا جان خدا کے لئے ذرا سا پانی لادیجئے"، شہزادی کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کو گلے سے لگا کر حضرت عباسؓ نے کہا "اچھا بی لاتا ہوں" یہ کہہ کر مشک کندھے پر رکھی امام حسینؓ نے روکا اور کہا "فرات پر عمر و سعد نے پہرے بٹھا دیئے ہیں۔ پانی کا ملنا آسان نہیں ہے،، حضرت عباسؓ نے جواب دیا۔ جانتا ہوں۔ کہ شہادت لازمی ہے بہتر ہو گا کہ بھائی مسلمؓ کی شہزادی کی حکم کی تعمیل میں شہید ہو جاؤں" یہ کہہ کر آگے بڑھے پہرہ داروں نے تیر برسائے مگر کربلا کا بہادر گھوڑے کی ایک ہی جست میں سر پر پہونچ گیا اور چاروں طرف قتل عام کرتا ہوا فرات کے کنارے پر جا کھڑا ہوا۔ پیاس کے مارے بُرا حال تھا۔ ایک چلو پانی بھرا۔ چاہا کہ پی لوں۔ فوراً خیال آیا کہ عہد شکنی ہوگی۔ جب تک مسلمؓ کی بچی کے خشک ہونٹ پانی سے سیراب نہ کرلوں، یہ پانی مجھ پر حرام ہے، پردہ نشین عورتیں پانی کو ترسیں شہر بانوؓ اور زینبؓ پھڑکیں اور میں پانی پیوں، چلو پھینک دیا۔ مشک بھری اور یہ کہہ کر چلے "اب تم میں سے جس کی ہمت ہو سامنے آجائے!!

حضرت عباسؓ کے فراط کی طرف جاتے ہی عمر و سعد نے لشکر کو للکار کہا "ہوشیار ہو جاؤ۔ عباسؓ کی جرأت و ہمت تمہاری شجاعت و تدبیر کو خاک میں ملادے گی، فراط کا کوئی جری ایسا نہیں کہ عباسؓ کو روک سکے بہتر ہو گا کہ تم اپنا رُخ اسی طرف پھیر دو۔ دیکھو۔ عباسؓ پانی

Marfat.com

لے گیا تو لڑائی ختم نہ ہوگی اور تعجب نہیں کہ مٹھی بھر بنو فاطمہؓ ہم سب کو تاراج کر دیں تم میں سے کون ایسا جری ہے جو عباس کے مقابلہ کو جائے اور دولت سے مالا مال ہو۔"

عمرو سعد کی تقریر سے حریسہ بن زید کے منہ میں پانی بھر آیا اور اُس نے کہا کہ "میں ابھی عباسؓ کا سر آپ کے قدموں میں لاکر ڈالتا ہوں" یہ کہہ کر وہ فرات کی طرف چلا اور صورت دیکھتے ہی حضرت عباس سے کہا "تم کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں آج عرب کے بہادر میرے نام سے کانپ رہے ہیں حسینؓ کو بھائی سے محروم کرنے والی تلوار میری ہوگی، ہوشیار ہو جاؤ" حضرت عباس نے مشک بھر لی تھی اور خیمہ کی طرف رُخ تھا کہ حریسہ سر پر آپہنچا اور تلوار تولی۔ تلوار چلی اور گری مگر حضرت عباس کی سپر پر دو ٹکڑے ہوئے اور اب حریسہ کا ہاتھ جری کے ہاتھ میں تھا اُنھوں نے بآواز بلند پکارا "بھائی حسینؓ اس ملعون کو کُتے کی موت مارتا ہوں" یہ کہہ کر ایک جھٹکا دیا تو حریسہ گھوڑے سے گرنے والا تھا کہ ایک دوسرا شخص پیچھے سے تلوار تول کر آیا اور وار کیا۔ حریسہ بھاگا اور حضرت عباس نے پلٹ کر اس نووارد کے ایسا ہاتھ دیا کہ دو ٹکڑے ہوگئے اب ایک پورا گروہ ٹوٹا اور ایک ظالم کی تلوار ایسی پڑی کہ سیدھا ہاتھ کٹ گیا۔ عباس جری نے دوسرے ہاتھ سے مشک تھامی اور انبوہ کو چیرتے ہوئے اُڑے کہ عمرو سعد نے چیخ کر کہا "مشک چھلنی کردو عباس جانے نہ پائے" اس وقت عمرو بن الحجاج کے پیہم تیر مشک پر پڑے اور ایک بوند پانی نہ رہا۔ عمرو سعد خود اس طرف آگیا اور کہا "دیکھو عباس زندہ نہ جائے" اس حکم کی تعمیل میں ایک دستہ نے بیچ میں گھیر لیا اور بچّی کا بہشتی شہید ہوا۔

حضرت عباس کی شہادت نے حضرت امامؑ کی کمر توڑ دی عمرو سعد نے کہا "حسینؓ آؤ جس پر گھمنڈ تھا وہ بھی فنا ہوا۔ عباس کی لاش لے جاؤ اور کوئی باقی ہو تو اس کو بھی بھیجدو" اس کا جواب امام حسینؓ نے کچھ نہ دیا۔ خاموشی کے ساتھ لاش اُٹھا کر لائے اور مسلم کی شہزادی سے کہا "لو بی بی تمہارے حکم کی تعمیل ہو گئی!!"

Marfat.com

حضرت قاسم کی شہادت

عباس جری کی شہادت نے امام حسینؓ کی تمام اُمیدوں کا خاتمہ کر دیا اور ان کو یقین ہو گیا کہ اب میں بھی اس دنیا میں ایک آدھ گھڑی کا مہمان ہوں دفن کے بعد خیمہ میں واپس تشریف لائے اور میدان جنگ میں جانے کی تیاریاں کیں تو حسنؓ کا لال قاسم سامنے آکر دست بستہ کھڑا ہوا اور کہا "چچا جان میرا حامی اور سفارش کرنے والا خدا کے سوا کوئی نہیں میں اتنی دیر سے دیکھ رہا ہوں کہ شاید اب مجھ کو بھی علیؓ کی اولاد سمجھ کر شہادت کی عزت عطا فرمائیں، ابا زندہ ہوتے تو اجازت دلواتے پھوپی جان سے کہا وہ تو خاموش ہو گئیں چچی جان سے عرض کرتا ہوں تو وہ منہ پھیر لیتی ہیں بھائی اکبر سے کہا تو انہوں نے جواب نہ دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید میں آپ کے بھائی کی اولاد نہیں، عون و محمد جیسی کونپلیں امامت پر نثار ہو گئیں اور میدان کربلا میں میرے باپ کے سوا سب نے شہادت کے بہتے دریا میں ہاتھ دھوئے آج فیصلہ کر دیجئے کہ میں آپ کا بھتیجا نہیں ہوں، یا اب مجھ کو اجازت ہو کہ ان سنگ دلوں کو گستاخی کا مزہ چکھا دوں" امام حسینؓ نے قاسم کو سینہ سے لگایا اور کہا "بیٹا! تمہارے باپ کی شہادت ابھی آنکھ کے سامنے ہے تمہاری صورت دیکھ کر دل کو تسکین دے لیتا ہوں۔ زینب کے بچے دل میں زخم ڈال چکے اب اس زخم کو ناسور نہ بناؤ۔ چچا اس وقت تمہاری عنایت کا محتاج ہے۔ اس پر تم رحم کرو، آنکھیں بہت کچھ دیکھ چکیں اب کیا تماشا دکھانا چاہتے ہو۔ عون و محمد کے جنازے ڈھوئے عباس کو دفن کیا اب اور کیا خدمت لینی ہے۔ بھانجے چھوٹے بھائی بچھڑے، اب مرنے والے بھائی کی یادگار حسنؓ کی نشانی تم باقی ہو قاسم للہ انصاف کرو کیا اپنی زندگی میں بھائی حسنؓ کا نام بھی ختم کر جاؤں اور پھر یہ منہ بھائی کو جا کر دکھاؤں۔ زینب مدد کرو اور حسنؓ کے لال کو سمجھاؤ کہ چچا کے پہلو میں دل ہے پتھر نہیں ہے۔

قاسم نے اپنا سر چچا کے قدموں میں رکھا پاؤں چومے اور کہا۔

"چچا جان ارشاد عالی سر آنکھوں پر لیکن میں اس وقت اگر بچ گیا تو کل میدان میں یہ منہ

Marfat.com

باپ کو دکھانے کے قابل نہیں ہے، کیا دادی اماں کے اس سوال کا جواب میں دے سکتا ہوں کہ قاسم جس وقت کربلا کے میدان میں حسینؓ دشمنوں کے نرغہ میں پھنسا عونؓ و محمدؓ جیسے بچے اس پر نثار ہوئے اس وقت تم نے چچا کو کیا مدد دی؟ چچا جان جب فرشتے مجھ کو گھسیٹ کر سرورِ عالم کے حضور میں یہ کہہ کر پیش کریں گے کہ حسنؓ کا بچہ قاسم کربلا میں جان بچا گیا تو فرمائیے کس منہ سے سامنے جاؤں گا۔"

بی بی زینب خاموش کھڑی یہ کیفیت دیکھ رہی تھیں جب امام حسینؓ نے بلایا تو وہ آگے بڑھیں اور روتی رہیں قاسم کی درخواست جب منظور نہ ہوئی تو ادھر آئے اور پھوپی کے قدموں کو بوسہ دے کر کہا "پھوپی جان! اس لئے کہ میرا باپ دنیا سے اُٹھ گیا آج کوئی اتنا نہیں کہ مجھ کو رن کی اجازت دلوائے عونؓ و محمدؓ آپ کے بچے تھے۔ میں غیر کا بچہ ہوں کہ آپ میری سفارش نہیں کرتیں۔ کوئی اللہ کا بندہ ایسا نہیں کہ امام حسنؓ کے بعد اس کے یتیم قاسم کی حمایت کو اُٹھے اور میدان جنگ میں بھجوا دے۔"

اب بی بی زینبؓ سے ضبط نہ ہو سکا انہوں نے قاسم کو گلے سے لگایا بھائی کے پاس لیکر آئیں اور کہا "عونؓ و محمدؓ نانا کے قدموں میں کھیل رہے ہیں قاسم نے کیا قصور کیا کہ یہ جنت کی سیر سے محروم رہے۔ پھوپی اس کی سفارش کو آئی ہے رن کے واسطے مچل رہا ہے اور کہتا ہے میرا باپ زندہ ہوتا تو مجھے بھی اجازت ملتی حسینؓ میرا کلیجہ اس کے کہنے پر کٹ گیا اسے بھی اجازت دو۔" امام حسینؓ نے ایک دفعہ اور قاسم کو سمجھایا مگر بیکار تھا آخر بہن کی طرف منہ کیا اور کہنے لگے۔

"اگر تمہاری یہی خوشی ہے تو بسم اللہ قاسم کو بھیج دو لیکن یہ یاد رکھو کہ حسن کی نسل آج دنیا میں منقطع ہوتی ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ عمر و سعد ایک بچہ کو بھی زندہ چھوڑے گا تم میدان کربلا میں قاسم کو بھیجکر سادات کا خاتمہ کرتی ہو اب تم جانو اور تمہارے ماں باپ جانیں، میدان حشر میں اس کا جواب تم ہی دے لینا۔"

بی بی زینبؓ نے کچھ دیر تامل کے بعد کہا "اگر سادات کو دنیا میں زندہ رہنا ہے تو خدا بہتر

Marfat.com

حفاظت کرنے والا ہے اور ختم ہی ہونا ہے تو ہم کیا اور ہماری کوشش کیا" یہ کہہ کر انہوں نے بھتیجے سے کہا "چچا کا شکریہ ادا کرو اور بسم اللہ کہہ کر رن کو سدھارو!"

قاسم نے باغ باغ ہو کر ہتھیار لگائے اور میدان جنگ میں پہونچکر کہا۔

"عمر وسعد! عونؓ و محمدؓ میرے دونوں بھائیوں نے آخر وقت تک تجھے یہ نہ بتایا کہ وہ کون ہیں۔ وہ بالآخر شہید ہوئے ان کی لاشیں ابھی ابھی بنت علیؓ کے پاس پہنچ گئیں مگر وہ یہ کہتے کہتے دنیا سے رخصت ہوئے کہ امام کے غلام ہیں میں تجھ کو بتا دیتا ہوں کہ وہ میری پھوپھی زینب بنت علیؓ کے پھول تھے جن کا بچپن قبروں میں تیرا مرثیہ پڑھ رہا ہے۔ میں بھی امام کا غلام ہوں اور اب صرف یہ آرزو ہے کہ اپنے آقا اور مولا پر قربان ہو جاؤں۔ سن اور سمجھ میں حسینؓ کا غلام اور حسنؓ کا لخت جگر ہوں۔ اس قربان گاہ میں بساط اسلام کے اس چاند پر جو میرے عم محترم کی صورت میں میدان کربلا کو جگمگا رہا ہے۔ جس قدر چکوریں فنا ہوئیں ان میں سے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی خصوصیت تھی۔ میرا فرض ہے کہ میں تجھ کو بتا دوں کہ میں اس باپ کا بیٹا ہوں جس کی زندگی میں بھی اور جس کے بعد بھی اس دنیا کی ایک چیونٹی تک اس کی شاکی نہ ہوئی آج تمہارے بیس بائیس ہزار لشکر میں ایک متنفس بھی ایسا نہ نکلے گا جس کی زبان اگر ایمان سے آشنا ہے تو حسنؓ کی شکایت بیان کر سکے، تجھ کو اچھی طرح یاد ہوگا کہ جب تیرے آقا امیر معاویہ نے میرے آقا امام حسنؓ سے بیعت کی خواہش کی تو ان کی زبان سے صرف یہ الفاظ نکلے کہ میرے باپ علیؓ کو تو اور تیرے خوشامدی برا نہ کہیں اور شکایت کا جوڑ ہونگ مسجد میں رچایا جاتا ہے وہ بند ہو جائے۔ میں جانتا ہوں کہ ایمان کی روشنی تیرے دل سے دور ہو چکی مگر چاہتا ہوں کہ موت کے وقت جب فرشتے تیرے اعمال پر لعنت کریں تو قاسم کے یہ الفاظ تیرے زخم پر کچو کے ہوں کہ ہماری اس جائز التجا کا جواب تیرے مولا نے یہ دیا کہ علیؓ کے خلاف جو صدا بلند ہوگی کوشش کروں گا کہ وہ آپ کے کانوں تک نہ پہونچے، اب تو ہی بتا کہ حسنؓ جیسے فرشتہ انسان کی خواہش کا یہ جواب کہاں تک صحیح ہے، میرا باپ اور معاویہ دونوں اس دنیا سے رخصت ہو چکے لیکن میں اور میرے نانا کا کلمہ پڑھنے والے حق رکھتے

ہیں کہ اس خواہش اور جواب کو ایمان کی کسوٹی پر پرکھیں اور دیکھیں کہ کیا ہو رہا ہے جس حسنؓ کے ہاتھ سے کسی زندہ روح کو کبھی اذیت نہ پہونچی میں اس کا نام لیوا ہوں اور نہیں چاہتا کہ تجھ پر یا تیرے لشکر پر قبل از تلقین ہاتھ اٹھاؤں، تجھ کو وہ وقت اچھی طرح یاد ہونا چاہیئے اور یاد ہوگا اور میں نے صرف سُنا ہے کہ تیری ماں فاطمہ بنت سعید میری دادی فاطمہؓ بنت محمدؐ کے قدموں میں گھنٹوں سر رکھ کر روتی تھی یقین کر اگر تیری ماں فاطمہ زندہ ہوتی تو اپنی چھاتیوں کو جن کا دودھ پی کر جوان ہوا کاٹ کر پھینک دیتی، تو ہم بیگناہوں کے قتل پر کمر بستہ ہے تو نے ہمارے آدمی ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے مگر تیرا دل اب بھی ٹھنڈا نہ ہوا عمرو سعد نمرود جیسے جفا کار نے بھی اپنے ظلم کی آگ صرف دادا ابراہیم تک محدود کی تھی تو نے ہمارے بچّوں اور پردہ نشین عورتوں کو پانی تک کے واسطے پھڑکا دیا، میں تجھ کو سمجھاتا ہوں کہ شیطان کے پھندے سے اب بھی نکل جا۔ عمرو سعد! یہ جلوے فانی ہیں اور اُمیدیں جھوٹی ہیں سنبھل اب بھی سنبھل اور جو کچھ کیا اس پر توبہ کر۔"

ابن حسن کی اس تقریر کا جواب ایک تیر تھا۔ جو عمرو سعد نے پھینکا اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ حسن کا لال تلوار کھینچکر دشمن پر گرا اور شجاعت کے جوہر دکھا کر شہید ہوا۔

شہادت حضرت علی اکبرؓ

قاسم کی شہادت پر عمرو سعد نے قہقہہ لگا کر امام حسینؓ کو آواز دی کہ "بہن کے بچّے دفن ہو چکے اب بھائی کا بچّہ دم توڑ رہا ہے" امام حسینؓ آگے بڑھے بھتیجے کی لاش بھائی کے برابر دفن کرنے کے بعد خیمہ میں پہونچے تو قیامت مچی ہوئی تھی اور علی اکبر میدان کے واسطے ہتھیار لگا چکے تھے، سب سے پہلے شہر بانو نے امام کی صورت دیکھکر اپنے آنسو پونچھے اور کہا۔

"میرے بچّے نے روتے روتے آنکھیں سجھالیں ان کے دل میں رہ رہ کر ہوک سی اُٹھتی ہے کہ برابر کے بھائی اور چھوٹے چھوٹے بچے بازی لے گئے اور یہ اب تک چوڑیاں پہنے گھر میں بیٹھا ہے۔"

امام حسین نے شہر بانو کی درخواست سُن کر ٹھنڈا سانس بھرا اور کہا "اکبر کو اجازت دینے کا

Marfat.com

اختیار مجھ کو نہیں ہے۔ مجھ سے زیادہ حق زینب کا ہے جس نے ننھی سی جان کو پال پوس کر جوان کیا۔ شہربانو اپنے اوپر اور میرے اوپر اور زینب پر رحم کرو۔ وہ کلیجہ کے دو ٹکڑے۔ ابھی ابھی خون میں نہلا چکی ہے اگر اکبر زندہ رہے تو اس کے زخم پر مرہم ہوگا۔ ورنہ میں نہ ہونگا لیکن تم دیکھو گی اور دیکھنا پڑے گا کہ بنت علیؓ میدان کربلا میں بھتیجے کی لاش سے چمٹ چمٹ کر مر جائے گی۔ اس نے اپنی راتوں کو نیند اور دنوں کا آرام اس کی معصومیت پر نثار کئے ہیں، اب اس جوان شیر کو موت کے منہ میں ڈالنا ناشاد زینبؓ پر ایسا ظلم ہوگا جس کے خیال سے اولاد والے تڑپ اٹھیں گے۔"

ابھی یہ تقریر ختم نہ ہوئی تھی کہ بی بی زینب ہاتھ میں ایک پوٹلی سی لے کر آئیں اور بھائی سے کہا "میاں بیوی نے اکبر کو میدان کی اجازت دی۔ بھائی اچھا کیا۔ مجھ بدبخت کی خدمت کا کچھ تو خیال کیا ہوتا۔ مگر میں کون تھی جو تیار ہونے سے پہلے مجھ سے اجازت لیتے میں تو فقط پالنے والی تھی، مگر خدا گواہ ہے کہ دم بھر کو بھی آنکھ سے اوجھل ہو جاتا ہے تو دیوانی ہو جاتی ہوں اور دل میں ہزاروں طرح کے وہم پیدا ہوتے ہیں بھیا تم نے بدنصیب بہن کی خدمت کی میدان کربلا میں اچھی قدر کی۔ مجھے خبر نہ تھی کہ جس اکبر پر جان نثاری کر رہی ہوں۔ یہ زینب کا نہیں حسینؓ کا بچہ ہے اور اس کی مختار میں نہیں شہربانو ہیں لو بیگم یہ مجھ سے اپنے بچے کے کپڑے سنبھال لو اس میں اس وقت کے کپڑے اور شلوکے بھی ہیں، جب یہ نادان میری گود میں تھے اور بات بھی کرنی نہ آتی تھی شہربانو اس پوٹلی میں اکبر کے بچپن کے جھنجھنے بندھے ہوئے ہیں جو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتی ہوں اور جب اس کے بچپن کا خیال آتا ہے تو ان کو دیکھ کر وہ وقت یاد کر لیتی ہوں جب گھٹنیوں چلتا تھا میں نے اس کے قدم قدم پر جان لڑا کر اس دن کو جوان نہ کیا تھا کہ تم دونوں ماں باپ ان کی اجازت دو اور ناشاد زینب سے جو ماں اور پھوپی نہیں کھلائی ہے۔ دریافت بھی نہ کرو۔ بھائی کربلا کے میدان نے مجھے بتا دیا کہ اپنے اور دوسرے کے پیٹ میں کیا فرق ہوتا ہے۔ پالنے والی میں تھی اور میدان میں بھیجنے والی یہ تھیں۔ اچھا میاں جاؤ حافظ و ناصر!" یہ کہہ کر بی بی زینب نے ایک تعویذ سا گلے سے اتار کر دیا اور کہا "لو بیوی یہ اپنے بچے کے بتیس کے بتیس دودھ کے دانت گن لو، ان موتیوں کو چن چن کر روز آنکھوں سے لگاتی تھی

جب سے اللہ رکھے سیانا ہوا پیار کرتے شرم آتی تھی۔ کئی دفعہ ارادہ کرتی تھی۔ جب ایک آدھ دفعہ وہ بھی سوتے میں یہ منہ چوم لیتی تھی، ہاں تنہائی میں ان دانتوں کو آنکھوں سے لگا لیتی تھی، لو بچہ بھی تمہارا اور دانت بھی تمہارے۔"

اب بی بی زینب نے علی اکبر کی طرف دیکھا اور کہا "اکبر ماں باپ گلے لگا کر رخصت کرینگے اور زینبؓ بلائیں لے کر" اس کے بعد بنت علیؓ کی آواز نہ نکل سکی۔ بلائیں لینے کو ہاتھ آگے بڑھا رہی تھیں کہ ایک چیخ ماری، یہ کہہ کر گریں اور بے ہوش ہو گئیں۔

"حسینؑ کس دل سے میرے لال کو میدان کی اجازت دی ارے ابھی تو بدبخت پھوپی زندہ ہے"

بی بی زینب کو ہوش میں لانے کی ہر چند کوشش کی مگر جب ہوش نہ آیا تو شہربانو نے علی اکبر سے کہا کہ "پانی اور ٹھنڈی ہوا میسر نہیں پھوپی کے منہ پر منہ رکھ دو تمہاری خوشبو سے ہوشیار ہو جائینگی"

علی اکبر نے بہت ضبط سے کام لیا۔ مگر پھوپی کے پاس پہونچتے ہی دل بگڑ گیا اور رو کر کہا "اماں جان اکبر کا منہ اس قابل نہیں ہے کہ پھوپی اماں کے منہ پر رکھ دوں" یہ کہا اور گلے میں ہاتھ ڈال کر سینہ پر سر رکھ دیا۔ بی بی زینبؓ نے آنکھ کھولی، سر کو خاموشی سے بوسہ دیکر کہا۔

"جاؤ بیٹا میدان میں جاؤ۔ گر حسینؑ کو آج ناموس محمدؐ کے معنے معلوم ہو جائیں گے ماں نے ہتھیار سجائے، باپ نے اجازت دی۔ پھوپی گود میں لے کر جائے گی اور عمر وسعد سے کہے گی کہ وہ تلوار جو اکبر کو شہید کرتی ہے پہلے زینب کا خاتمہ کر دے۔"

علی اکبر پر ایک خاص کیفیت طاری تھی پھوپی کی زبان سے یہ سنتے ہی وہ لپٹ گئے، زبان سے کچھ نہ کہا مگر ہچکی بندھی ہوئی تھی اور ہاتھ جڑے ہوئے، بچہ کے لپٹتے ہی ماما کی آگ بھڑک اٹھی امام اور شہربانو دونوں زار وقطار روئے۔ جب بی بی زینب نے اکبر کو اپنی گود میں چھپایا اور کہا "عونؓ و محمدؓ کی موت آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔ اس وقت بھی خوش تھی اور اس وقت بھی خوش ہوں کہ قیامت کے روز عزت سے اٹھوں گی خوشی سے بڑھوں گی اور عاجزی سے لپٹ لپٹ کر اماں اور باوا سے کہوں گی کہ حسینؑ کی مصیبت پر عمر بھر کی کمائی یہ ہی دونوں لال تھے جو نثار کر دیئے

گئے مگر کیا کروں تیری جان سے دور، تیرا بال بھی بیکا ہوا تو قیامت بپا کر دوں گی۔"

اس وقت امام حسینؑ نے آگے بڑھ کر بی بی زینبؑ کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا "دنیا میں ماں ہو تو تم اور بہن ہو تو تم، تم نے ماں کے بعد وہ کیا جو کوئی بہن نہ کرے گی، مگر اب اس آخری لمحہ میں تمہاری گفتگو نے بدن کے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ جس روز سے اکبر کو تمہاری گود میں دیا اُس روز سے کبھی اس کے معاملہ میں بھائی بھاوج نے دخل نہ دیا۔ یہ بھی تمہارا ہم بھی تمہارے۔ ہم نے اجازت نہیں دی، تمہارے صاحبزادے اتنی دیر سے آگے پیچھے پھر رہے ہیں جب اُنھوں نے قدموں میں سر رکھا تو میں نے کہہ دیا مجھ پر نہیں بدنصیب پھوپی پر رحم کرو۔ دونوں آنکھوں کے تارے گنوا چکی اب تم کو دیکھ کر زندہ رہے گی، ورنہ تمہاری شہادت زینبؑ کی موت ہے۔ جب یہ نہ مانے تو میں نے صاف کہہ دیا کہ تمہاری اجازت کا مجھ سے واسطہ نہیں۔ تم جانو اور پھوپی جانے سن زینبؑ خدا شاہد ہے میں نے تیرے اکبر کو اجازت نہیں دی۔ میا جانی حسینؑ سے بدگمان نہ ہو۔"

زبانیں اب بند ہو گئیں اور علی اکبر نے پھوپی کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا۔ چند لمحہ یہ حالت طاری رہی خدا معلوم اکبر کی نگاہ میں کیا تھا کہ ماتا کا دریا اُبل پڑا۔ زینبؑ نے پیشانی کو بوسہ دے کر کہا "اچھا جاؤ" اتنا سنتے ہی کربلا کا پردیسی مہمان پھوپی کے قدموں میں گرا ہوا تھا، جب بی بی زینبؑ نے سر اٹھا کر کہا "بسم اللہ کرو" اور اکبر نے جھک کر قدموں کو بوسہ دیا تو بی بی زینب سے پھر ضبط نہ ہو سکا اور کہا۔

"اکبر ابھی تو چند گھنٹے بھی نہ گذرے کہ بھری گود دیکھتے ہی دیکھتے خالی ہو چکی۔ اب کیا دکھاؤ گے!"

یہ کہہ کر بی بی زینب نے بھاوج کو گلے سے لگا لیا اور کہا "بس اب ان کی آرزو پوری ہونے دو کہ سادات کا نام پردۂ دنیا سے مٹ جائے" اس کے بعد اکبر کا ہاتھ پکڑا اور کہا "جن ہاتھوں سے عون و محمد کو خیمہ سے نکال کر خون میں نہلانے کو بھیجا تھا ان ہی ہاتھوں سے اکبر کو باہر نکالتی ہوں مگر اُن دونوں کو بھیج کر خاموش لیٹ گئی تھی تم کو بھیج کر در خیمہ پر کھڑی قدرت خدا کا تماشا دیکھوں گی۔"

علی اکبرؑ روانہ ہوئے عمرو سعد آگے بڑھا اور ہنس کر کہا "اکبر مجھے تیری جوانی پر رحم آتا ہے ابھی ابھی حسنؑ کی یادگار کو خاک میں ملا چکا ہوں۔ اب تم کیوں زندگی سے بیزار ہو۔ پانی تم کو میسر نہیں۔

غذا تم کو نصیب نہیں، آؤ میری فوج میں آؤ، جہاں ہر راحت میسر ہے آؤ اور ان نعمتوں کا لطف اٹھاؤ، الحمدللہ میری محنت ٹھکانے لگی۔ میدان جنگ میں جو تدابیر میں نے اختیار کیں اور تمہارے بچوں پر پانی بند کر دیا وہ بارگاہ یزیدی میں مقبول ہوئیں۔ یہ دیکھو ابھی عبید ابن زیاد کا پروانہ خوشنودی آیا ہے کہ تم سب کا قلع قمع کرتے ہی عراق عرب کی تمام حکومت پر قابض ہو جاؤ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم جیسا سمجھدار آدمی ایک ایسے شخص کی حمایت میں جو خلیفہ وقت کا باغی ہو، جس پر خدا کی طرف سے ہر نعمت حرام ہو چکی کیا لے گا۔ میرا دل دیکھو میری سخاوت پر نظر ڈالو اور میرے کرم کے گیت گاؤ کہ باوجود اس شخص کی اولاد ہونے کے جو بادشاہ وقت سے بپھرا ہوا ہے محض اپنے اختیار سے معاف کرتا ہوں کہ اگر عفو قصور کے طلبگار ہو گے تو تم کو رہا کر دوں گا۔"

ممکن ہے کہ عمرو سعد کچھ اور کہتا مگر علی اکبر کو تاب نہ رہی اور انہوں نے کہا "پروانہ خوشنودی کے نشہ میں اپنا راگ جھوم جھوم کر الاپا۔ تیری بکواس ایک مخبوط الحواس انسان سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے ہم تیرے رحم و کرم کے محتاج نہیں۔ تو سمجھتا تھا کہ وہ سر جو تلوار کے آگے بھی خدا کے سوا دوسرے کے سامنے نہ جھکے اور وہ تلوار جس نے عرب و عجم میں اپنا ڈنکا بجا دیا پانی کے دو گھونٹوں پر جھک جائیگی اور فاقوں کی تکلیف ان زبانوں پر جو کلمہ توحید میں مستغرق ہیں یزید کا نام لے آئیگی لاحول ولاقوۃ۔ عمرو سعد! برداشت ہمارا شیوہ موروثی ہے، تو نے سب کچھ سمجھا لیکن یہ نہ سمجھا کہ فقر و فاقہ ہمارا خاندانی جوہر ہے اور خاندان رسالت کا بچہ بچہ اس بساط کا بادشاہ ہے۔ عمرو سعد ہم نے تجھ کو نہیں تاریخ کو ایسا تماشہ دکھا دیا جو ہمارے ساتھ ہی ختم ہوتا ہے اور امید نہیں کہ اب نانا جان کی امت دنیا کو یہ جوہر دوبارہ دکھائے ہری بھری کونپلیں تیرے تیروں سے تاراج ہوئیں لیکن زبان پر اُف تو در کنار آنکھوں میں میل بھی نہ آیا۔ عمرو سعد! اگر تو عونؓ و محمدؓ کے جسم دیکھتا تو تجھے معلوم ہو جاتا کہ ان کے چہروں پر صبر و شکر کی بارش ہو رہی ہے تیری آنکھیں بلند ہوتیں تو دیکھتا کہ فضائے آسمانی میں قدرت کی بہترین مخلوق ان معصوم روحوں کے استقبال کو ہاتھ بڑھا رہی تھی۔ تو نے اپنے خالی قہقہوں کی آوازوں میں وہ آسمانی صدائیں نہ سنیں جو

Marfat.com

مرحبا کے نعروں میں فرشتوں کی زبان سے ادا ہو رہی تھیں تو دنیا کو دیکھ چکا اور اس کاغذ کے پرزہ کو پڑھ پڑھ کر باغ باغ ہے۔ اب ذرا دین کو بھی دیکھ اور کلام الٰہی پر غور کر۔ عراق کی حکومت کا مقابلہ قہر الٰہی سے کر۔ ہمارے صبر کے ساتھ اپنے مظالم کو تول اور زمین پر ہشاش بشاش پھرنے والے ذرا آسمان کی طرف نظر اٹھا۔ اگر کرشمہ ارضی تیرے واسطے کافی نہیں تو کائنات فلکی تیرے سامنے فنا و بقا کے مسئلہ کو حل کر رہی ہے، آفتاب کی یہ شدت تھوڑی دیر بعد ختم ہوگی اور بساط فلک کی آغوش میں چاند کلکاریاں مارے گا۔ ہم اس وقت نہوں گے مگر تو اپنے فتح و نصرت کے غلغلوں میں کان لگا کر سنیو، زمین کے ذرّے ذرّے سے فنا کی صدائیں بلند ہوں گی جس وقت چادر مہتاب دم توڑے گی اُس وقت کا سماں تجھ کو بتا دیگا کہ عراق کی حکومت کب تک باقی رہیگی۔

حصول مسرّت کی کوشش انسان کا جائز حق ہے مگر تو بدبخت تھا کہ اس سعی میں ایسی بے ایمانی کی جس پر آنے والی دنیا مدۃ العمر روئیگی۔ ہمارا صبر اور تیرا ستم حسین کا تحمل اور یزید کا ظلم، اہل بیت کا استقلال اور ابن زیاد کی خونریزی، دنیائے اسلام کی مستقل یادگار ہوگی تو مجھ کو ان چیزوں پر مائل کر رہا ہے جن پر ہم لات مار چکے۔ عمرو سعد قسم ہے خدائے رب العزت کی بھوک اور پیاس دور ہو چکی۔ تیری ناپاک زبان سے میں نے اپنے باپ کے متعلق جو کچھ سُنا ہے اس کا بہترین فیصلہ یہ ہے کہ تو میدان جنگ میں میرے سامنے آجا میں تجھ کو حق و باطل کا مزہ چکھا دوں اور تیری زبان درازی کی پوری سزا دوں۔

تو مجھ کو موت سے ڈراتا ہے ارے بدبخت یہ عین زندگی ہے۔ اگر تو فرات کو میرے قدموں میں بہادے جب بھی میرا رونگٹا رونگٹا تجھ پر اور تیرے دریا پر لعنت برسائے۔ عمرو سعد ایک بھوک پیاس کیا یہ جسد خاکی جس وقت خون میں نہائے گا۔ اس وقت بھی لہو کے ہر قطرے سے حسینؓ کی صدا بلند ہو گی، ناہنجار زبان روک اور ہمت ہے تو سامنے آ۔ میں تجھ کو بتا دوں کہ حسین و یزید میں کیا فرق ہے"

اس تقریر کا جواب وہی ایک تیر تھا جو عمرو سعد نے یہ کہہ کر پھینکا کہ یہ خدائی فیصلہ ہے"

اب تیغ حیدری چلی اور متواتر پانچ آدمی ایک ایک کر کے فنا ہوئے تو شمر نے عمرو سعد سے

کہا "فتح ہو یا شکست مگر حق یہ ہے کہ کسی میں ہمت نہیں کہ علی کے پوتے کا مقابلہ کر سکے" اتنے عرصہ میں دو دمشقی اور ختم ہو چکے تھے علی اکبر کی تلوار نے یزیدیوں کو جیتے جی آگ کے معنے بتا دیئے جس طرف رُخ ہوتا تھا ستھراؤ تھا۔ لاشیں پر لاشیں گرنے لگیں حتیٰ کہ عرف بن سلیمان مقابلہ کو نکلا اور کہا "میں اس عرف کا بیٹا ہوں جس کو تیرے دادا نے قتل کیا۔ عمر اس آرزو میں ختم ہوئی کہ علیؓ کے بعد حسنؓ حسینؓ سے اس خون کا بدلہ لوں آج خدا خدا کر کے یہ موقع میسر ہوا ہے کہ میری آنکھیں تجھ کو خون میں تر بتر دیکھیں اور یہ ہاتھ جن کی طاقت کا جواب دنیا میں نہیں تیری گردن مروڑ دیں۔ ہتھیار پر فخر ہے تو وار کر اور کشتی پر ناز ہے تو نیچے اُتر آ" ابن حسین جواب دینا چاہتے تھے کہ مکر کے پتلے نے تلوار کا وار اس زور سے کیا کہ بایاں کندھا زخمی ہو گیا اور خون بہنے لگا عمرو سعد کے لشکر سے یہ آواز بلند ہوئی کہ "علی اکبرؓ آج عرف و علیؓ کی لڑائی کا فیصلہ تھا عرف نے علیؓ کو زخمی کیا۔ اب حسینؓ کو بلاؤ کہ آکر باپ کی مدد کریں" علی اکبر نے عمرو سعد سے کہا "نا ہنجار زبان روک اور ایسے الفاظ منہ سے نہ نکال"۔ یہ کہہ کر سیدھے ہاتھ سے عرف کے سینہ میں برچھا مارا ہر چند عرف نے سپر پر روکا اور بچنے کی کوشش کی مگر چشم زدن میں برچھا آر پار تھا۔ اس کے بعد زخمی ہاتھ سے ابن حسین نے ایسی تلوار ماری کہ عرف کا سر زمین پر تھا جس کو برچھی پر اُٹھا کر علی اکبر نے کہا۔

"عمرو سعد! اب بتا فیصلہ کس کے حق میں ہوا جو تماشہ شیر خدا نے دکھایا تھا اُس کا ایک کرشمہ تو نے غلام علیؓ کے ہاتھ سے دیکھ لیا، یاد رکھ کہ پرے کے پرے ختم کر دوں گا تو پانی کو کہتا ہے، ارے ستم شعار ہماری پیاس ختم ہو گئیں ورنہ یہ زخمی ہاتھ تیری تمام جمعیت کے مقابلہ میں فرات سے پانی لاتے تو ہماری طاقت دیکھ چکا مگر میرا دل اس وقت خوش ہوتا جب تو سامنے آتا۔ اب اگر کوئی اور جری ہے تو بھیج دے"۔

عمرو سعد نے سب کی طرف دیکھا مگر عرف کا حشر دیکھ کر سب کے دل ٹھنڈے ہو گئے تھے ایک بھی آگے نہ بڑھا۔ عمرو سعد نے اوپری دل سے کہا "بس تو میں خود ہی جاتا ہوں" مگر

جب اس کا جواب فوج نے کچھ نہ دیا تو اُس نے کہا "سب مل کر حملہ کرو" چنانچہ ایک پورے دستہ نے علی اکبر کو گھیر لیا اس پر بھی ابن حسین کی تلوار جدہر جاتی تھی آگ اور خون کے دریا بہا دیتی تھی عمرو سعد نے یہ رنگ دیکھ کر چار دستے منتخب کئے اور کہا "تمہارے واسطے اس سے زیادہ کیا شرم کی بات ہوگی کہ ایک شخص نے اتنوں کو قتل کر دیا اور تم ہزاروں اس کو مار نہیں سکتے" اب ایک حملہ حسینؑ کے چاند پر ہوا۔ اور چاروں طرف سے تلواریں پڑنے لگیں یہاں تک کہ عمرو سعد نے بآواز بلند کہا۔

"حسینؑ آؤ علی اکبر کی لاش مبارک ہو"

امام حسینؑ ان کی لاش خیمہ میں لائے تو پیشانی سے جیتا جیتا خون نکل رہا تھا، بی بی زینب دروازہ میں کھڑی تھیں چہرہ پر خون کی تلیاں بہتی دیکھ کر کہا "بھائی لاؤ میرے دولہا کو میری گود میں دو جوان ہو گئے تو پیار کرتے شرم آتی تھی اس وقت جی بھر کر لپٹوں گی عمرو سعد سے کہدیجئے کہ قیامت کے روز اسی طرح علی اکبر کو ساتھ لے کر نانا جان کو دکھاؤں گی کہ یزید اور ابن زیاد کے حکم سے عمرو سعد نے میرے بچے کے خون کا سہرا باندھا ہے، یہ ہوگی دھاریں اکبر میاں کے سہرے کی لڑیاں ہیں۔ مجھے یہ خبر نہ تھی کہ اس چاند کو میدان کربلا کے لئے جوان کر رہی ہوں۔

خدا کے لئے عمرو سعد سے پوچھو کس دل سے اس پھول سے حلق پر تلوار چلائی ارے سنگدل عرب کے قصائی بھیڑوں کو بھی پانی پلا کر ذبح کرتے ہیں تو نے علیؑ کے پوتے کو بھیڑ بکری کے برابر بھی نہ سمجھا"

اب بی بی زینب کی حالت ردی ہوگئی۔ بچہ کا خون ہاتھ میں لیکر اپنے منہ پر ملا اور بھائی سے کہا "بسم اللہ کیجئے اور لیجائیے بس اب زندگی کے ارمان پورے ہوئے اکبر کے بیاہ کا سہرا ابھی دیکھ لیا۔ اب کیا باقی رہا" امام حسینؑ نے بہن کے سر پر ہاتھ رکھا اور گلے سے لگایا اور فرمایا "زینب صبر کا وقت ہے۔ صبر و شکر کے سوا دوسرا لفظ زبان پر نہ آئے۔ عمرو سعد نے مجھ سے کہا تھا علی اکبر نے میدان جنگ میں یہ الفاظ کہے تھے کہ "رونگٹا رونگٹا حسینؑ پکارے گا" زینب علی اکبر سچا تھا آخر وقت جب تلوار گردن پر پڑی تو باپ باپ پکارتے زمین پر گرا۔ آنکھیں تمہارے انتظار میں کھلی ہوئی ہیں میں نے اس کے سامنے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر صرف اتنا کہا کہ "توفیق صبر عطا فرما" اس وقت تک اکبر

کی کھلی ہوئی آنکھوں کو پیار نہیں کیا۔ اب تمہارے سامنے پیار کرتا ہوں کہ آخری لمحہ بھی باپ کی یاد دل سے نہ گئی زینبؓ میں نے پہلی آواز نہ سنی ورنہ پہونچ جاتا اور زمین پر نہ گرنے دیتا۔"

شہربانو کی حالت ناقابل بیان تھی بی بی زینب کو چکر آ گئے۔ وہ یہ کہہ کر لاش پر گریں، "دیکھو بی ان کھلی ہوئی آنکھوں پر قربان گئی۔"

آفتاب نصف النہار پر تھا جب دس وقت کے بھوکے اور تین دن کے پیاسے حسین ابن علی نے جوان شیر کی لاش کے چہرے پر منہ رکھ کر یہ کہا اور دفن کر دیا کہ "علی اکبر بیٹا پھوپی کے پھلروا سے لال تمہارے باپ پر نثار ہو کہ تمہارے پہلو میں سو رہے ہیں حسین کے ساتھی ایک ایک کر کے رخصت ہوئے وہ بھی اس دنیا میں تھوڑی دیر کا مہمان ہے۔ خدا معلوم اس کو قبر کہاں نصیب ہو اور ہو یا نہ ہو، میدان کربلا کے شہید تمہارے سپرد ہیں طبل جنگ بج رہا ہے، اب مرد کی صورت خیمہ میں اللہ ہی اللہ ہے۔ میدان کی اجازت تم کو میں نے دی۔ اب تم مجھ کو دو۔"

بی بی شہربانو کی درخواست

امام حسینؓ علی اکبر کو دفن کر کے خیمہ میں واپس آئے تو شہربانو نے ہاتھ جوڑ کر کہا "حاضری کے وقت سے اس وقت تک کوئی درخواست زبان پر نہ لائی مگر آج ماما کلیجہ کے ٹکڑے اڑا رہی ہے کہ اصغر پیاس کے مارے تڑپ تڑپ کر بے دم ہو گیا۔ ایمان میرے کان میں کہہ رہا ہے کہ اصغر میری گود خالی کرنے آیا تھا اور میرا پھول میرے ہاتھوں میں چند لمحہ کا مہمان ہے مجھے خبر نہ تھی کہ کربلا کی خاک میرے معصوم کو اپنے پہلو میں بلا رہی ہے۔ میری التجا قبول کیجئے اور میرا بچہ دشمنوں کو دکھائیے کہ اس کے حلق میں آج دو روز سے دودھ کا ایک قطرہ نہیں پہنچا۔ عمرو شمر سے فرمائیے کہ جھگڑا ہم سے ہے تو ہمارے ساتھ جو چاہے سلوک کرو مگر میرا معصوم اصغر بے گناہ ہے اس کو چند قطرے پانی کے پلا دے کہ اس کی جان پر آ بنی امام عالی مقام یہ تمام عمر میں پہلی درخواست ہے اور اس کی قبولیت کا انحصار آپ کے کرم پر ہے۔"

امام حسینؓ کی خاموش آنکھیں بچہ کی بے گناہی سے روئیں اور فرمایا "مجھے اُمید نہیں کہ دشمن تیرے لال پر رحم کریں۔ شہر بانو جن لوگوں سے توقع رکھتی ہو انھوں نے سیدہ کے لال کے ساتھ کیا کیا جو تیرے لال پر رحم کرینگے۔ مگر تم کہتی ہو اس لئے جاتا ہوں"!

کربلا کا ننھا شہید

کس قدر قیامت خیز تھی وہ ساعت جب فاطمہؓ کے لخت جگر نے ہاتھ بڑھائے اور شہر بانو نے اپنے کلیجے کا ٹکڑا جس کا منکا ڈھل چکا تھا جس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں جس کے ہاتھ پاؤں صرف سانسوں کی گودمیں تھے یہ کہہ کر شوہر کو دیا "ابن علی اپنا معصوم خدا کے سپرد کرتی ہوں، ہوا گرم ہے، لو کے تھپیڑے میرے بچہ کو جھلسا نہ دیں۔ عبا اڑھا لیجئے اور سینے سے لگا لیجئے ڈرتی ہوں کہ کہیں پانی سے پہلے ہی میرا چاند گہنا نہ جائے۔ ہوا کے گرم جھونکے اس پھول کو کملا نہ دیں۔ ابن رسول اللہ دعا کیجئے کہ عمرو سعد کا پتھر دل پگھل جائے اور وہ میرے میاں کو چند قطرے پانی کے دیدے۔ آپ بسم اللہ کیجئے، ایک عمرو سعد نہیں تو نہ سہی اس کے لشکر میں بہت سے صاحب اولاد ہونگے جن کی گودیں بھری پُری ہوں گی جو بچوں کے باپ ہونگے میرا بچہ ان کو اپنے بچے یاد دلائیگا ان کے دل تڑپ اٹھیں گے اور وہ رو رو کر میرے اصغر کو پانی پلائیں گے۔ جلدی کیجئے میں نے غلطی کی کہ اس قدر دیر میں خیال آیا۔ ہاں ابن رسول اللہ میں بھول گئی عمرو سعد بھی تو بچوں والا ہے اس کو عداوت آپ سے ہے میرے اصغر نے اس کا کیا بگاڑا! اس سے کہیئے میرا بچہ بیعت کو نہیں سمجھتا۔ اس نے اس کا ننھا سا کلیجہ بھون دیا۔ اس کو دکھا دیجئے کہ دو دن میں اس کا چہرہ اُتر گیا۔ زبان خشک ہو گئی، ہونٹوں پر پھپھڑیاں بندھ گئیں۔ اس سے کہیئے کہ اس کے دادا علیؓ اور اُس کی دادی فاطمہؓ کی مقدس روحیں پوتے کی پیاس پر بلبلا رہی ہیں۔ پانی ہمکو نہ دے ہمارے خیمہ میں نہ آنے دے اپنے ہاتھ سے زیادہ نہیں، ایک گھونٹ چند قطرے اس کے حلق میں ٹپکا دے اس کی کیفیت سنا میری امانت عمرو سعد تک پہنچا دیجئے اور میرا بچہ یہ کہہ کر اس کی گود میں دیجئے

کہ شہربانو کی امانت تجھ کو دیتا ہوں تو مسلمان ہے اور یہ امانت اُس باپ کا بچہ ہے جس کے نانا پر تیرے باپ اور دادا ایمان لائے اور جس کا تو کلمہ پڑھ رہا ہے۔"

دنیا اس واقعہ پر، آسمان اس منظر پر اور زمین اس کیفیت پر جب بھی اور اب بھی روئی اور روئے گی۔ امام حسینؓ نے بچہ کو لے کر چلنے کا قصد کیا تو دوسرا قدم ایک سر پر پڑا جو روا میں لپٹا ہوا امامؑ کے پاؤں پر رکھا تھا۔ سر اُٹھایا تو دیکھا کہ ماں جائی بہن زینبؓ بنت علیؓ پاؤں پر پڑی ہے بیتاب ہو کر فرمایا۔

"زینبؓ! مجھے اس کا علم نہ تھا کہ میری وجہ سے تجھ پر اور تیرے پیاروں پر مصیبت آئیگی اور تیری ماں حسینؓ کو اس لئے پال رہی تھی کہ اُس کی وجہ سے زینبؓ اور اُس کے بچّوں کو یہ یہ وقت دیکھنا پڑیگا۔ قیامت کے روز تیری ماں اور باپ دونوں میری بیگناہی کی گواہی دینگے۔"

جب خیال آتا ہے کہ تیرے بچے تین دن تک پانی کے ایک ایک قطرے کو ترستے ہوئے رخصت ہوئے تو کلیجہ کٹ جاتا ہے!

بی بی زینبؓ کی چیخ سے خیمہ گونج اُٹھا۔ وہ پھر قدموں پر گریں اور کہا "قربان جاؤں اس صورت کے جو ماں اور باپ دونوں کی صورتیں یاد دلا رہی ہے۔ بھیّا! کیا کہہ رہے ہو؟ زینب کا دل خود ہی زخمی ہے اس زخم پر نمک نہ چھڑکو۔ عون و محمد اصغر پر قربان کئے زینب اور اس کا تمام گھر اس پر نثار۔ خوش نصیب ہوں کہ زندگی کی آخری گھڑیاں ان قدموں میں گزریں اور موقعہ ملا کہ ماں کے دودھ کا اثر عمرو سعد کو دکھا دوں اور ان جفا کاروں کو بتا دوں کہ خاندان رسالت کی عورتیں کس بے جگری سے میدان میں آتی ہیں اور ماں باپ کی امانت پر اپنے بچے قربان کرتی ہیں۔ حسینؓ میدان کربلا میں زینبؓ سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں جس کو ماں سے سرخرو ہونے کا موقعہ ملا۔

بھیّا میں کچھ اور عرض کرتی ہوں۔ شہربانو ناتجربہ کار ہے اور اس کو عرب کا حال معلوم نہیں بنو اُمیہ اور بنو فاطمہ کے تعلقات کی اس کو کیا خبر سیدھی سادی بیگم ان کھڑپیچیوں کا حال کیا جانے۔ یہ کیا سمجھے کہ عمرو سعد آل رسول کے بچہ بچہ کا دشمن اور خون کا پیاسا ہے۔ بھیّا میرا دل دھڑک رہا ہے

ہاتھ پاؤں میں سنسنیاں آ رہی ہیں۔ للہ حسینؑ میرے بچہ کو دشمنوں میں نہ لیجا۔ بلائیں لوں اس چاند سے ٹکڑے کی۔ مجھے ڈر ہے کہیں ظالم اس کو نقصان نہ پہونچائیں۔ دل کو اتنی دیر سے سنبھال رہی ہوں اور کہتی ہوں لاکھ سنگ دل ہوں مگر اولاد والے ہیں معصوم پر ہاتھ نہ اُٹھے گا۔ لیکن دل نہیں مانتا اور یہی ڈر لگتا ہے کہ اس کی جان سے دور بے ایمان کوئی گل نہ کھلادیں۔ میری پیاری بھاوج خدا تیری ماتا ٹھنڈی رکھے اور اصغر کی ہزاری عمر ہو مگر ہائے کیا کروں دل نہیں مانتا۔"

اتنا کہہ کر بی بی زینبؑ بچہ کے چاروں طرف پھریں اور کہا " جانتی ہوں موت سر پر آگئی مگر اس کی آئی مجھ کو آئے۔ ہائے میں زندہ رہوں اور اصغر ظالموں کے پھندے میں پھنسے، بی بی تمہاری ضد ہے بھیجدو، بھیا میرا بچہ میری گود میں دو۔ اس کو رخصت کروں"۔ بی بی زینبؑ نے پڑھ پڑھ کر بچہ پر پھونکا۔ اور اس کے ننھے ننھے ہاتھ اور سر آنکھوں سے لگائے اور رو رو کر کہا "اچھا لے جائیے"۔

دنیا کے پردے پر اور حیات انسانی کی تاریخ میں اس سے پہلے ہی نہیں اس کے بعد بھی وہ قیامت خیز گھڑی نہ آئی کہ وہ شخص یا گروہ جو کھانے اور پانی سے پوری طرح سیراب ہو رہا ہو۔ اس شخص کے خلاف جس کے نانا کا کلمہ پڑھ رہا ہو اتنا کٹر اور ایسا پتھر ہو جائے کہ عورتوں اور بچوں پر ظلم توڑے اور تیوری پر بل نہ آئے۔ بچہ کو گود میں دیکھ کر عمرو سعد نے قہقہہ لگایا اور لوگوں سے کہا حسینؑ کوئی مشکیزہ لا رہے ہیں پانی بھر دو۔ مگر مزہ جب ہے کہ پانی کے ساتھ ہی مشک اور حسینؑ دونوں چھلنی ہو جائیں اور حسین پانی کو ترستا ہوا دنیا سے اُٹھے، دیکھو پورا انتظام کرو، ایک قطرہ پانی کا حلق میں نہ پہونچے"۔

جس وقت ہوا آگ کے شعلوں میں نہا رہی تھی، جب کربلا کا میدان زمین و آسمان سے انگارے اُگل رہا تھا۔ اس وقت صبر و رضا کا ایک مجسم نمونہ عمرو سعد کے سامنے اس گھوڑے پر سوار کھڑا تھا جس کی زبان پیاس کے مارے باہر نکل آئی تھی اور حسرت و یاس سے مڑ مڑ کر اپنے سوار کے قدموں میں آنکھیں مل رہا تھا۔ رسول عربی کا کلمہ پڑھنے والے مسلمان آئیں اور قدرت کا

Marfat.com

تماشہ دیکھیں، روئیں اور چلائیں چیخیں اور بیٹیں اس گھوڑے کا سوار وہ سوار ہے جو اُن کے مولا و آقا کے کندھوں پر سوار ہوا۔ یہ دھوپ میں جلنے اور بھلسنے والا انسان بنت رسول کا دودھ پی کر اور علی ابن ابی طالبؓ کے ہاتھوں میں کھیل کر جوان ہوا ہے یہ زبان جو آج خشک ہے اور جس میں کانٹے پڑ چکے ہیں اس کو خاتم النبئین نے بوسے دیئے ہیں۔ انسانیت رو رہی ہے، عقیدت سر ٹپک رہی ہے اور مروّت منہ پیٹتی ہے جب دیکھتی ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ نے عبا کا دامن اُٹھایا اور معصوم اصغر کا پسینہ پونچھ کر فرمایا۔

"حاشا و کلا عمرو سعد تین روز کیا اگر تین مہینے اسی طرح گذر جاتے پانی اور دانہ اُڑ کر منہ میں نہ جاتا۔ آگ اس جسم کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی۔ اور گرمی کے شرارے جسد خاکی کو پھونک دیتے مگر تیری طرف رُخ نہ کرتا اور تجھ سے بات نہ کرتا لیکن جس نام کا کفش بردار ہوں جس کی لگن دل کو لگی ہوئی ہے جو جان و ایمان ہے اس کی بشریت پر بھی قرآن شاہد ہے۔ اس لئے عمر سعد ماماتا کے درد سے مجبور ہو کر تجھ کو انسان نہیں صاحب اولاد سمجھ کر شہر بانو نے اس معصوم کو تیرے پاس بھیجا ہے۔ دیکھ اس کی زبان ہونٹوں سے باہر آگئی، اس کی آنکھیں بند ہیں اور اس کا حلق خشک ہے، دنیا کا عیش اور زندگی کی بہار تجھ کو اور تیرے ساتھ یزید اور ابن زیاد کو مبارک ہو، مگر میرے کلیجہ کا ٹکڑا اس دنیا میں تھوڑی دیر کا مہمان ہے۔ دیکھ عمرو سعد دیکھ اس کے سانس کی کیا کیفیت ہو رہی ہے۔ مجھ کو نہیں اصغر کو اس کی معصومیت دیکھ کر، زیادہ نہیں پانی کے چند قطرے پلا دے۔ تاریخ تیرے اس عمل پر فخر کرے گی اور میرے نانا کی اُمت تیرے اس فعل کو نیکی سے یاد کرے گی۔ اس کا پھول سا چہرہ، اور یہ نازک جسم لو کے تھپیڑوں کی برداشت نہیں کر سکتا۔ جلدی کر اور اپنے ہاتھ سے میرے معصوم کے حلق میں پانی کے دو قطرے ٹپکا دے دیکھ ان ہونٹوں کو خشک ہیں۔ اس زبان کو سوکھ گئی، اور اس صورت کو مرجھا رہی ہے۔ آگے بڑھ، انسان بن اور انسانیت کو بٹہ نہ لگا۔

شہر بانو اور بنت علیؓ خیمہ کے دروازے پر کھڑی جھانک رہی ہیں کہ تو اس پیغام کا"

Marfat.com

کیا جواب دیتا ہے۔ دونوں کی دونوں نے کلیجہ کا ٹکڑا اس حالت میں کہ اُن سے ہمیشہ کو جدا ہوتا ہے تیرے پاس بھیجدیا"۔ یزیدی لشکر کی بیس ہزار آنکھوں میں ایک آنکھ بھی سرمہ انسانیت سے مزین نہ نکلی۔ ان کے قلب کی سیاہی چہروں تک پہونچ چکی تھی اور ظلم و ستم کی گھٹائیں اُن کے جسم میں پیوست ہو چکی تھیں، انسان نہیں، جانور اور جانور نہیں پتھر تھے کہ دودھ کو ترستے اور پانی کو پھڑکتے معصوم کی اس کیفیت کا، ماماتا کی ماری ماں کے پیام اور باپ کی التجا کا استقبال قہقہوں سے کیا۔ کیسا نازک وقت ہے کہ اس ہولناک میدان میں آفتاب آتش بار کے سایہ میں کھڑا ہونے والا انسان اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد عمر و سعد کی طرف اس توقع پر دیکھتا ہے کہ انسانیت کے قدم آگے بڑھا کر محبت کے ہاتھوں سے میرے معصوم کو گود میں لے گا۔ مگر میدان کربلا عمر و سعد کے اس حکم سے گونجتا ہے "حسینؓ کا بچہ زندہ نہ جانے پائے"!

ہوا لرز رہی تھی اور پہاڑ تھرا رہے تھے جب امام حسینؑ نے یہ الفاظ سن کر اپنے چاند کو دامن سے چھپانے کی کوشش کی۔ عبا ہاتھ میں تھی اور کلیجہ دھکڑ دھکڑ کر رہا تھا کہ بن کاھل حرملہ کا تیر معصوم گلے کو چھیدتا ہوا امام کے بازو میں گھسا۔

قیامت کی مصیبت اس سے زیادہ نہ ہوگی کہ اس معصوم نے جس کے حلق کے آر پار تیر گھسا ہوا ہے جو باپ کی گود کو اپنے خون سے تر ابور کر رہا ہے آنکھ کھولی اور باپ کو سوکھی زبان دکھا کر ہمیشہ کے واسطے بند کر لی!

چکر آیا پاؤں کانپ گئے جس وقت علی اصغر نے باپ کی گود میں آخری سسکی لی حسین ابن علیؓ کا مہمان دم توڑ چکا تھا، بچہ کو زمین پر لٹا کر اپنے ہاتھ سے تیر نکالا اور بچہ کو سینہ سے لگا کر خیمہ کا رُخ کیا۔ دونوں نند بھاوجیں دروازے میں کھڑی تھیں، امام حسینؑ کو لہولہان دیکھ کر دل ہوا ہو گیا۔ زینب چکرا کر گریں اور شہر بانو یہ کہہ کر آگے بڑھیں "ہائے کیا ہوا؟"

امام حسینؑ نے بچہ کی لاش بیوی کی گود میں دی اور زینب کو اٹھا کر کہا۔

"اے بہن تیرا لال حوض کوثر کے قطروں سے سیراب ہو گیا"!

Marfat.com

خیمہ میں کہرام مچ گیا۔ بی بی زینب نے حضرت شہربانو سے کہا "بھاوج! ڈیڑھ سال کی کمائی کربلا کے میدان میں لٹا دی۔ میرے بچے کو میرے مہمان کو تم نے بھوکا پیاسا گھر سے نکالا شہربانو اس کی خدمت تم کو وبال ہو گئی۔ ہائے کس پیار سے ہمک کر میری گود میں آیا اور کیسی حسرت سے آخری نظر مجھ پر ڈالی۔ ارے نہیں شہربانو نہیں اس کو نکالنے والی اس کو مارنے والی پھوپی میں ہوں۔ بھائی کی گود میں میں نے دیا۔ پانی کو میں نے بھیجا۔ ارے خدا کے لئے بتاؤ میرے قصور کی کیا سزا ہے۔ اماں اور نانا کو حشر میں کیا منہ دکھاؤں گی۔ جب وہ کہیں گے کہ اصغر کو شہادت کے واسطے تو نے بھیجا۔ لاؤ میرے بچہ کو میری گود میں دو۔ شہربانو لاؤ اپنے بچہ کی قمیص بدلوں یہ خون لتھڑی ہوئی قمیص مجھے دو۔ اس پر قربان ہوں اس کو سر پر رکھوں اس کو آنکھوں سے لگاؤں۔ زین العابدین کو بھائی کے سہرے کا ارمان تھا۔ اصغر دولھا بنا اس کی برات چڑھ رہی ہے۔ اس دولھا کو گود میں لے کر دولھن بیاہنے جاؤ۔ بھائی کے ہاتھ کانپیں گے مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے کس دل سے اصغر کو قبر میں رکھیں گے۔ اے کربلا تیری گود میں آج میری گود کا کھیلنے والا آتا ہے۔ جو میرے سینہ پر لوٹتا تھا۔ جو ہمیشہ شہربانو کے ہاتھوں میں سوتا تھا وہ آج تیری گود میں سوئے گا۔

بھائی میرے مہمان کی صورت ایک دفعہ اور دیکھ لو۔ یہ صورت آنکھ سے اوجھل ہوتی ہے اور اصغر ہمیشہ ہمیشہ کو جاتے ہیں۔ بیٹا پھوپی کا قصور معاف کر دینا۔ دادا اور دادی سے میری شکایت نہ کرنا کہ پیاسا گھر سے نکالا۔ تم چلو میں بھی آتی ہوں رات کو اگر دشمن نے فرصت دی تو قبر پر آ کر لپٹوں گی، چمٹوں گی، لپٹاؤں گی۔ آج تک میری اور شہربانو کی گود تھی اب دادا اور دادی کے پاس جاؤ خدا حافظ و نگہبان ہے"

کس دل سے امام عالی مقام نے علی اصغر کو دفن کیا اس کا اندازہ آسان نہیں ہے قصد کیا کہ سیدھے میدان جنگ میں پہنچ کر اصغر کے خون کا بدلہ لیں۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ ناموس رسول خدا کے سپرد کر دوں۔ اور یہ جو دم باقی رہے ہیں آخری مرتبہ ان کو اور دیکھ لوں۔ خیمہ میں داخل

Marfat.com

ہوئے تو خون اب بھی بازو سے بہ رہا تھا، کپڑے خون خون تھے بیوی اور بہن کو معصوم اصغر کے صدمہ سے ابھی تک یہ خبر بھی نہ تھی کہ بچہ کے ساتھ باپ کے بازو سے بھی فوارہ چھوٹ رہا ہے۔ سب سے پہلے بی بی زینب کی نظر امام حسینؑ کے خون پر پڑی "ہائے بھائی" کہہ کر لپٹ گئیں۔ اور بدحواسی میں چیخ کر کہا "ارے جلد پانی لاؤ۔ زخم دھوؤں" پھر خیال آیا تو کہا "ارے بھول گئی پانی کہاں۔ پانی تو آل رسولؐ پر یزید کے حکم سے بند ہوئے تین دن گذر گئے۔ سر سے ردا اُتاری اور بھائی کا بازو کھول کر کہا "قیامت کے روز اسی طرح نانا جان کے حضور میں عرض کروں گی کہ آپ کی اُمّت نے میرا سر ننگا کیا۔"

بیمار صغرا کا قاصد

امام حسینؑ علی اصغر کو سپرد زمین کر کے خیمہ کی طرف آرہے تھے کہ ایک سانڈنی سوار سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ قریب پہونچا تو اونٹ بٹھا کر نیچے اُترا۔ ہاتھ چوم کر قدموں میں گرا اور کہا چہرۂ اقدس کی کیا کیفیت ہے اور یہاں کیا ہو رہا ہے۔ مدینہ کا مسافر ہوں اور چونکہ ایک وعدہ کر چکا ہوں اس کے ایفا کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ للّٰہ فرمائیے یہ سامنے کس کا لشکر ہے اور خیمہ کس کا ہے آپ کا قیام کس جگہ ہے اور بیعت یزید کا کیا حشر ہوا سنا تھا کوفہ آپ کے ساتھ ہے معلوم ہوا آپ کربلا میں مقیم ہیں۔

امام حسینؑ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "تم نے میرے واسطے کیوں تکلیف اُٹھائی وعدہ کس کا ہے اور کس سے ہے۔ کون ہو کہاں سے آئے ہو اور کیوں آئے ہو؟"

مسافر نے جواب دیا "میں مکہ معظمہ کا رہنے والا ہوں فاطمہؑ کا غلام ہوں ایک روز دوپہر کے وقت جب گرمی غضب کی پڑ رہی تھی میں ایک گلی سے جا رہا تھا کہ میں نے یا حسینؑ یا حسینؑ کی جگر خراش آواز سنی اور یہ آواز اس قدر دردناک تھی کہ کلیجہ کے پار ہوئی جاتی تھی۔ میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو ایک لڑکی دروازہ میں زمین پر بیٹھی یا حسینؑ یا حسینؑ کے نعرے لگا رہی تھی میں نے پاس جا کر پوچھا تو کون ہے اور حسینؑ کو کیوں پکار رہی ہے۔ میرے سوال پر اس لئے کہ اس میں تسکین

تھی اس کا دل بھر آیا وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور کہا "آج مہینہ بھر سے زیادہ ہو گیا نماز فجر کے بعد دروازہ پر آ بیٹھتی ہوں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ میرے دل کی لگی بجھا دے کوئی اولاد والا مجھ پر رحم کھا کر میرے باپ تک میرا پیام پہونچا دے۔ آنکھیں رستے سے لگی ہوئی ہیں کہ اپنے باپ حسین بن علیؓ کی صورت کی زیارت کروں، مائیں اپنے بچوں کو گود میں لئے باپ اپنی بچیوں کی انگلی پکڑے میری آنکھوں کے سامنے سے نکلتے ہیں میں ان سے سوال کرتی ہوں کہ حسینؓ بن علی کی خیریت بتا دو وہ میری طرف دیکھ کر چلے جاتے ہیں۔ کوئی مسلمان میری طرف رُخ نہیں کرتا۔ میں بیمار ہوں اور اس دنیا میں چند روز کی مہمان۔ ایک بد نصیب لڑکی جو دنیا سے ناشاد و نامراد اٹھ رہی ہے اپنے نانا کی اُمت سے رو رو کر التجا کرتی ہے کہ واسطہ خدا کا باپ سے بچھڑی ہوئی بھائیوں سے چھوٹی ہوئی صغرا کا خط اُس کے باپ تک پہونچا دو۔ اے بھائی سانڈنی سوار اگر تو کوفہ کی طرف جاتا ہے تو اپنے بچوں کا صدقہ مجھ کو ساتھ لے لے۔ مجھے بیمار نہ سمجھ میں تیرے اونٹ کے ساتھ بھاگوں گی۔ میں تجھے کھانے اور پانی کی تکلیف نہ دونگی، میری بھوک اڑ گئی، میری پیاس ختم ہو گئی تو جہاں تک جائے مجھے ساتھ لے۔ جب کہیں اور جائے تو مجھے راستہ بتا دے میں پوچھتے پوچھتے کوفہ چلی جاؤنگی یقین کر میرے پاؤں باپ کی زیارت کو تیرے اونٹ سے تیز اٹھیں گے۔ ملاقات کا شوق میری تکان دور کر دیگا۔ اور میں ہانپتی کانپتی نہیں اچھلتی کودتی اپنے کنبہ میں پہنچ جاؤں گی میرے پاس کچھ نہیں جو تجھ کو دوں یہ میرے کپڑوں کے دو جوڑے ہیں تیرے بچوں کے کام آجائینگے یہ ایک چھلنی ہے اگر قبول کرے۔ میرا زخمی دل تجھ کو دعائیں دیگا۔ خدا تیرے بچوں کی عمر دراز کرے میری آنکھیں اپنے ماں باپ کی صورت کو ترس رہی ہیں میرا دل بھائیوں کے دیکھنے کو تڑپ رہا ہے اے سانڈنی سوار ساری ساری رات آنکھوں میں کٹ جاتی ہے تارے گن گن کر صبح کرتی ہوں جس وقت اذان کی صدا بلند ہوتی ہے تو دل کہتا ہے آج باپ کی زیارت نصیب ہوگی مگر جب وہی موذن مغرب کا پیام پہونچاتا ہے تو آ کر لیٹ جاتی ہوں لیکن دروازہ کھلا رکھتی ہوں کہ میرے باپ کو آواز دینے کی تکلیف نہ ہو۔ اے خوش نصیب مسلمان حسین سے بچھڑی ہوئی دکھیاری صغرا

کی دعائیں لے۔ یہ دکھے ہوئے دل کی صدا خدا کے حضور میں قبول ہو گی۔"

اتنا کہہ کر بیار بچی بابا بابا کہتی ہوئی بیہوش ہو گئی۔ میں نے ہوش میں لانے کی تدبیریں کیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ بچی بخار میں جھلس رہی ہے۔ میرا دل کٹ گیا۔ میرے آنسو نکل پڑے جب دیکھا بیمار کی ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئیں۔ گوشت کا پتہ نہیں اور سانس ہڈیوں میں چل رہا ہے میں چیخ اُٹھا جب مجھے معلوم ہوا کہ مظلوم بچی کی زبان سے بیہوشی میں بھی باپ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں جس وقت بیار بچی ہوش میں آئی تو میں نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا بچہ اس لئے نہیں کہ مسلمان ہوں بلکہ اس لئے اور صرف اس لئے کہ کیفیت دیکھ کر میرا دل تڑپ اُٹھا میں تیرے سامنے قسم کھاتا ہوں کہ جب تک تیرا خط تیرے باپ تک نہ پہونچا دوں گا مجھ کو زندگی کی ہر راحت حرام ہے۔ میری بیار بچی یہ کپڑوں کے جوڑے خدا تجھ کو نصیب کرے میں اپنی خدمت کی اُجرت قیامت کے روز تیرے نانا سے لے لوں گا۔ زمین شق ہو اور میں سما جاؤں اس سے پہلے کہ تجھ سے اپنا معاوضہ طلب کروں۔ میرا بچہ بیار ہے اور میں اس کے واسطے دودھ لینے آیا ہوں مگر کٹ جائیں یہ قدم اگر اب گھر واپس ہوں۔ اور پھوٹ جائیں یہ آنکھیں اگر اگر اپنے بچہ کی صورت تیرا پیام پہونچانے سے پہلے دیکھ لیں۔ میں تجھ کو ضرور ساتھ لے جاتا لیکن تو دیکھ لے میرے اونٹ پر کجاوہ نہیں ہے اس کو باندھنے جا رہا تھا مگر خدا کے بھروسہ پر تیری خدمت کو روانہ ہوتا ہوں۔

میں اب الفاظ میں وہ کیفیت ادا نہیں کر سکتا جو بیار پر طاری ہوئی۔ وہ میری گفتگو سے ساکت ہو گئی۔ حیرت سے میرا مُنہ دیکھنے لگی اور صرف اتنا کہا "بھائی خدا کے واسطے مجھے گنہگار نہ کر اور اپنے ننھے کو پہلے دودھ دے آ ایسا نہ ہو کہ وہ روئے اور اس کا صبر مجھ پر پڑے اے بھائی میرا بھی ایک معصوم بھائی بابا کے ہمراہ ہے اس کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے پھر گئی بلند اپنے بچہ کو پہلے دودھ دے آ۔ خدا تیری ماتا ٹھنڈی رکھے۔ تیرے بچہ کی ہزاری ہو۔ اور سب بچوں کے طفیل میں میرا بھائی بچے" میں نے ہر چند کہا مگر وہ نہ مانی اور میں بچہ کا

دودھ دیتے ہی کوفہ روانہ ہوا۔ پرسوں صبح کو جب میں کوفہ پہنچا ہوں تو معلوم ہوا آپ کربلا میں تشریف فرما ہیں۔ خدارا بتائیے کیا حالت ہے اور یہ کیا کیفیت گذر رہی ہے؟"

امام حسینؑ نے قاصد کی طرف دیکھ کر ہاتھ بڑھایا، خط لیا اور کہا:۔

"پیارے بھائی تو میری بچی کا خط لے کر آیا ہے۔ تیرا شکریہ ادا نہیں کر سکتا جس بچی کا تو پیامبر ہے وہ میری بیمار بیٹی صغرا ہے اور میں اس وقت جس حال میں ہوں خدا میرے جانی دشمن یزید، ابن زیاد اور عمرو سعد کو بھی اس سے محفوظ رکھے۔ تجھے معلوم ہوگا کہ میں نے اس باپ کی گود میں پرورش پائی ہے اور اس ماں کے دودھ سے پلا ہوں جنھوں نے مہمانوں کے واسطے خود فاقے کئے مگر اس وقت میں اس قابل بھی نہیں کہ صغرا کے مہمان کو پانی کے دو گھونٹ پلا دوں بھائی۔ آج تیسرا دن ہے کہ آل رسول پر یزید اور ابن زیاد کے حکم سے عمرو سعد نے دانہ پانی بند کر رکھا ہے میرا تمام خاندان بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر میدان جنگ میں ختم ہو چکا صبح سے اس وقت تک سب کا صفایا ہو گیا جس اصغر کا تو ذکر کر رہا ہے اور جس کی یاد میں بیمار صغرا نے تجھ کو دودھ کے واسطے بھیجا وہ دودھ تو درکنار پانی کے چند قطروں کو تڑپتے ہوئے زمین کے نیچے پہنچ گئے۔ میری بہن کے دونوں بچے عون و محمد قبروں میں اس معصوم کو لوریاں دے رہے ہیں جن ہاتھوں میں یہ خط لیا ہے یہ اکبر جیسے شیر اور قاسم جیسے پیارے خاک میں لٹا چکے۔ میرے بھائی میری بچی کے اور میرے سچے محسن قیامت کے روز تیری دعوت کروں گا اور جس طرح تو نے عہد کیا ہے میں بھی میدان کربلا میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک حوض کوثر سے تجھ کو سیراب نہ کر لوں گا مجھ کو اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے۔

قاصد قدموں پر گر پڑا اور کہا" اجازت دیجئے کہ عمرو سعد ملعون کے مقابلہ میں جا کر نثار ہوں"۔ امام حسین نے اس کا شکریہ ادا کیا مگر جب اصرار زیادہ بڑھا تو فرمایا"تیری خدمت یہی ہے جو تو نے انجام دی اب اس کا جواب بھی بیمار بچی کو پہونچا دے۔ ذرا میں اس کو پڑھ لوں اور غور تو کو سنا دوں" یہ کہہ کر امام حسینؑ خیمہ میں تشریف لائے اور خط پڑھنا شروع کیا۔

Marfat.com

"بابا! ایک مہینہ ایک سال ہوگیا راتیں آنکھوں میں کٹتی ہیں اور دن دروازہ میں ختم ہوتا ہے آپ نے فرمایا تھا کہ تم اچھی ہو جاؤ گی تو بلوا لوں گا۔ بابا اب میں بالکل اچھی ہوں بخار کو بھی آرام ہے اور کھانسی کو بھی آپ کے پاس اللہ رکھے سب بچے موجود ہیں ان کو دیکھ دیکھ کر دل بہلاتے ہوتے۔ مجھ بیمار کو کیوں یاد کرنے لگے ایسے بھولے کہ خیر صلاح تک نہ بھیجی اچھے میرے ابا جان میرا قصور معاف کر دیجئے۔ آپ کے چلتے وقت روئی نہیں تھی جو آپ خفا ہو گئے ہیں تو اور ٹھنی سے یوں ہی منہ پونچھ رہی تھی میرے ابا مجھے جلدی سے اپنے پاس بلوا لیجئے۔ دیکھئے تو سہی مجھ پر کیا گذر رہی ہے اصغر بھیا کی یاد میں گھنٹوں مچھلی کی طرح تڑپتی ہوں اب تو ماشاء اللہ اور بھی زیادہ گھٹنیوں چلتے ہوں گے ہائے کس طرح کہوں کلیجہ منہ کو آرہا ہے بھیا کے دیکھے کتنے دن ہو گئے نام لے لے کر کس طرح ہمکتے تھے۔ ارے میرا بھائی تمہاری عمر ہو اکبر بھیا بھی مجھ کو بھول گئے ہیں تو سب کی کنیز ہوں۔ پھوپی جان سے یہ اُمید نہ تھی کہ اپنی لونڈی کو اس طرح بھول جائینگی اور پلٹ کر خبر تک نہ لیں گی۔ میں یہ تو نہیں کہتی وہ مجھے بھائی کی اولاد سمجھیں اور بھتیجی کہیں مجھے اپنے بھائی کی ماما ہی سمجھ لیں وعدہ کرتی ہوں خدمت کرونگی۔ اماں بیوی کا سر دھلاؤنگی۔ پھوپی جان کا ان کے بچوں کا کھانا پکاؤنگی اکبر بھائی کے کپڑے سیؤنگی اصغر بھیا کو ساتھ سلاؤں گی لوری دونگی منہ ہاتھ دھلاؤنگی ننھا سا دولھا بناؤنگی بابا جان آپ کو مجھ پر رحم نہیں آیا میں نے سنا ہے دادی جان ایسی رحم دل تھیں کہ چکی پیس پیس کر اللہ کے نام دیتی تھیں ابا جان آپ اللہ کے نام مجھے اپنے پاس بلا لیجئے اے ہے مجھے سب ہی بھول گئے۔ اماں بیوی پھوپی جان اکبر بھیا کسی کو بھی میرا دھیان نہ رہا۔ بابا رہ رہ کر کلیجہ میں ہوک اٹھتی ہے آنکھیں سب کی صورت کو پھڑک رہی ہیں۔

میں نے اپنے اصغر کے واسطے ایک شلوکا تیار کیا ہے۔ انشاء اللہ اپنے ہاتھ سے پہناؤنگی۔ پھوپی جان اپنے بچوں میں ایسی لگیں کہ اتنا خیال بھی تو نہ رہا کہ جلدی بلانے کا وعدہ کر آئی ہوں جلدی ہی جلدی میں اتنے دن تو ہو گئے اب خبر نہیں وہ جلدی کب پوری ہو گی!!"

رو رو کر ہچکیاں اور سسکیاں لے لیکر امام حسینؑ نے بیمار صغرا کا خط ختم کیا اور باہر نکلکر قاصد سے فرما

"احسان ہوگا اگر میرا یہ پیام میری بچی تک پہنچا دو گے کہ جب موت سر پر کھیل رہی تھی، جب زندگی کا حقیقی مقصد مکمل ہو رہا تھا جب دلی خواہش کے پورا ہونے کا وقت آچکا تھا جب حسینؑ میدان کربلا میں نانا کی اُمت کو صبر و استقلال کے معنے بتا رہا تھا جب حسین کی آنکھیں زینب کو بن بچوں کا دیکھ چکی تھیں، جب حسن کی نشانی حسین کی بدولت اس کے سامنے دنیا سے مٹ چکی تھی، جب حسین کے ہاتھ اصغر و اکبر کو قبروں میں دبا چکے تھے۔ جب عباس حسین کی کمر توڑ چکا تھا، جب ماں اور باپ کی صدائے تحسین اور بھائی کے مرحبا کے نعرے اس کے کانوں میں گونج رہے تھے، جب نانا کی مقدس آواز اس کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی اور جس وقت اُس کے اپنے بھائی اور بہن کے بچے کلمۂ توحید پر قربان ہو چکے تھے اور جب ایک بیمار بچی کے سوا جو اس سے کوسوں دور اس کی یاد میں تڑپ رہی تھی اس کے مردہ بچے اس کی آنکھ کے سامنے تھے اس وقت صرف ایک ارمان تھا اور وہ یہ کہ زندگی کے ان آخری لمحوں میں وہ دنیا سے رخصت ہونے سے قبل اس بچی کی صورت دیکھ لے جس کی یاد میں نیند اُچٹتی تھی اور جس کے خیال سے دل روتا تھا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے اس ساعت آخر میں وہ خواہش بھی پوری ہوئی اور صغرا کا خط پہونچ گیا۔ میرے پیارے بھائی میں موجود نہ ہونگا مگر صغرا کے سامنے شہادت دیجیو کہ شہادت سے قبل حسینؑ نے تیرے خط کو آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیا۔ بھائی جو دیکھ رہا ہے وہ کہدیجیو جو سُنا ہے وہ سُنا دیجو اور کہیو تجھ کو خدا کے سپرد کیا، وہی تیرا حافظ و نگہبان ہے جن کو یاد کر رہی ہے وہ سب خدا کے ہاں پہونچ گئے ماں اور پھوپی اگر زندہ رہیں تو خدا معلوم کیسی کیسی تحقیر اور تذلیل کے بعد تجھ تک پہونچیں گی۔ باپ کی یاد اگر زیادہ ستائے صبر سے کام لیجیو۔ بھائی اب تو میرے سامنے رخصت ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو دشمن میرا ابھی خاتمہ کر دیں اور میرا پیام میری بچی تک نہ پہونچے۔"

عابد بیمار کا اصرار

قاصد قدموں سے آنکھیں ملکر روانہ ہوا اور امام حسین خیمہ میں تشریف لائے تو ایک عجیب

منظر تھا عابد بیمار مسلح ہتھیار لگائے سامنے کھڑے تھے۔ نقاہت و ناتوانی اس قدر تھی کہ بات نہ کر سکتے تھے بخار چڑھا ہوا تھا۔ ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ باپ کی صورت دیکھ کر کچھ کہنا چاہتے تھے کہ چکر آیا، گرے اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے جب بات نہ کی گئی تو بی بی زینب نے کہا۔

"میں اور شہر بانو دونوں سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے۔ دو قدم چلا نہیں جاتا۔ یہ کس طرح میدان میں جاسکتے ہیں۔ اب آپ خود ان کے سوال کا جواب دیجئے" امام حسینؓ نے عابد بیمار کو کلیجہ سے لگا کر کہا۔

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ سادات کی نسل دنیا سے منقطع ہو جائے۔ اگر تم کو یہ منظور ہے تو بسم اللہ کرو مگر یاد رکھو قیامت کے روز دادا دادی کے اس سوال کا جواب دینا ہوگا۔ تمہاری شہادت بنو فاطمہ کا خاتمہ ہے۔ ایسا غضب نہ کرو زندہ رہو اور مسلمانوں کو بتاؤ کہ باپ نے کربلا میں کس طرح اپنے کلیجہ کے ٹکڑے خدا کی مرضی پر قربان کئے۔"

عابد بیمار کو باپ کی وصیت

باپ کی اس تقریر سے عابد بیمار خاموش ہوئے تو پھوپی نے ان کو لٹایا اور امام حسینؓ میدان کے واسطے تیار ہوئے۔ اب بیمار کی آنکھ سے آنسو گرنے لگے۔ آپ نے ان کو گلے لگا کر فرمایا "جس طرح ہر ابتدا کی انتہا ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر زندگی کی انتہا موت ہے۔ دور اندیش ہنس کھیل کر اس کا استقبال کرتا ہے اور بیوقوف رو پیٹ کر اس کے منہ میں جاتا ہے۔ مگر کس قدر اچھی ہے وہ موت جو دوسری زندگیوں کو زندہ کر دے۔ میرے نانا دنیا کے بہترین انسان کی زندگی دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر گئی۔ میرے باپ شیر خدا کے کارنامے اس دنیا کو اَمٹ تماشے دکھا گئے۔ ضرورت تھی کہ ایسے باپ کے بعد جس کی زندگی بے مثل رہے گی میں نہ صرف پرستاران توحید کو بلکہ اس دنیا کے بسنے والوں کو بتا دوں کہ یہی انسان اپنے اعمال سے زندگی اور موت دونوں کو جنت اور دوزخ بنا دیتا ہے اور باغیچہ حیات میں ایسے پھول بھی کھلا سکتا ہے جو ذات باری کی طرح فنا سے محفوظ رہیں۔ میری زندگی نے جواب دو ایک ساعت کی مہمان ہے آج دو پہر کے اندر اندر

میدان کربلا میں ایسے پھول مہکا دیئے جن کی خوشبو جب تک دنیا آباد ہے اس کو معطر کرے گی۔ حسینؓ کی موت ان لوگوں کی زبان سے بھی داد شہادت لے گی جو اس کے نانا کے مقدس نام کے دشمن ہیں۔ یہ رونے کا نہیں خوش ہونے کا وقت ہے اگر تم زندہ رہے تو دیکھ لینا یزیدیا، ابن زیاد اور عمرو سعد جو قتل حسینؓ کے متمنی ہیں کتے کی موت مریں گے اور اگر میرا قیاس غلط نہیں تو سن لینا کہ محرم کی دس تاریخ ہر سال دنیائے اسلام میں ایک قیامت بپا کرے گی۔ میں تم کو ایک پیام دیتا ہوں جو مسلمانوں تک پہونچا دینا۔ حیات انسانی مخزن آفات و آلام ہے وہ مسلمان جو افلاس و تنگدستی میں گرفتار ہو کر زندگی سے بیزار ہو جائے اس سے کہنا کہ وہ تھوڑی دیر کے واسطے حسینؑ کی بھوک و پیاس کو بھی یاد کر لے اور غور کرے کہ بیوی بچوں کو بھوکا پیاسا دیکھ کر حسینؓ کے دل پر کیا گذری ہوگی۔ مائیں اگر اپنے معصوم بچوں کا جنازہ دیکھیں تو غور کریں کہ کن آنکھوں سے حسینؓ نے اصغر کو خون میں لتھڑا ہوا دیکھا ہوگا۔ باپ جس وقت اپنے جوان شیر کو قبر میں دبائے تو یاد رکھے کہ حسینؓ نے بھی اکبر کو دبایا تھا اور جس وقت اس کا تمام گھر ختم ہو چکا اس وقت بھی اس کی زبان پر اللہ ہی اللہ تھا۔

میری شہادت کے بعد اگر عمرو سعد اور اس کے ساتھی شرارت کریں تو صبر کرنا اور برداشت کرنا۔ تم حسینؑ کی اولاد ہو اور اس باپ کے بیٹے جس کا صبر دنیا میں مشہور ہوگا ایسا نہ ہو کہ زبان سے کوئی لفظ شکایت نکل جائے سخت سے سخت مصیبت میں بھی صبر و شکر ہاتھ سے نہ جائے۔"

سیدہ کے لال کی شہادت

اس کے بعد امام حسینؓ نے بی بی زینب کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور کہا میا جائی اماں کے دودھ کا جو حق اماں کے بعد ادا کیا دنیا اس کا جواب نہ دے سکے گی۔ حسینؓ کی عاشق زار بہن بھائی سے گلے ملی اور رخصت ہوئی طبل جنگ بج رہا ہے اور ایک سر کے واسطے ہزار ہا

Marfat.com

مسلمان تلواریں سئے کھڑے ہیں۔ جس طرح سوتے ہوئے بھائی کی بلائیں لے کر قربان ہوتی تھی اور دیکھ دیکھ کر شکریہ کے نفل پڑھتی تھی اسی طرح اُس کے سر کو گلے سے لگا کر خدا کا شکر ادا کیجیو۔ زینب رض کس منہ سے تیرا شکریہ ادا کروں۔ تو نے اپنی عمر بھر کی کمائی نثار کر دی اور اس وقت کوئی اتنا نہیں کہ تیرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دوں۔ میّا جائی زینب خدا تیرا بہترین وارث ہوگا۔ میری ماں کی صابر و شاکر بچی۔ تیرے خشک ہونٹوں پر حسین قربان ہو۔ ہائے زینب زندگی کے آخری لمحوں میں پھبھریاں بندھی ہوئی دیکھ رہا ہوں۔ میدان کربلا سے عمرو سعد نہال نہال ہو جائے گا مگر بنت علی خالی ہاتھ روتی پیٹتی روانہ ہوگی۔ جن بچوں کو بھائی کی حمایت کے واسطے ساتھ لائی تھی وہ اس لق و دق میدان میں سو رہے۔ بس میری بہن صبر کر اور جس طرح حسین نے علی کی شان دکھا دی اسی طرح تو بھی فاطمہ کی جھلک دکھا دے۔ آ میری پیاری زینب بھائی سے مل اور رخصت ہو۔ طبل جنگ بج رہا ہے!"

اس کے بعد امام حسین نے شہربانو کی طرف دیکھ کر کہا "فاطمہ رض اور علی رض کی بہو تو اس کی بھاوج ہے جس کا کلیجہ کٹ کٹ کر تے میں نکلا مگر قاتل کا نام نہ بتایا۔ تو اس شیر خوار بچہ کی ماں ہے جس نے حرملہ کے تیر پر مسکرا کر جان دی۔ شہربانو سخت سے سخت ظلم میں بھی زبان طعن سے آشنا نہ ہو۔ عمرو سعد کے کڑوے گھونٹ شہد بن کر حلق سے اتریں۔ اُس کی شادمانی حقیقتاً فانی ہے تو تامّل سے دیکھے گی تو نصرت کے شادیانے ابن زیاد اور یزید کے واسطے عبرت کے تازیانے ہوں گے۔ حسین رض کی بے کفن لاش تیرے سامنے پڑی ہو اور خون آلود سر آنکھوں کے سامنے تڑپ رہا ہو لیکن زبان سے اُف نہ نکلے اور دل اس صداقت کا لطف اُٹھائے جس پر حسین سب کچھ قربان کر چلا۔ خانماں برباد قافلہ جب حدود یثرب میں داخل ہو تو درود پڑھ کر مسجد نبوی میں جانا اور حریم مبارک کے پردے پکڑ کر بعد عجز و نیاز التجا کرنا کہ فاطمہ رض کا لٹا ہوا خاندان در اقدس پر حاضر ہے۔ دعا فرمایئے کہ میدان کربلا مسلمانوں کو سبق دے اور ان کی کشتی کا ناخدا بنے۔ شہربانو تیرے کرم کا شکریہ آسان نہیں۔ اب خدا تیرا نگہبان ہے!"

Marfat.com

اس کے بعد امام حسینؓ نے سب سے پہلے سرورِ عالم کا عمامہ سر سے باندھا تیغ حیدری کمر میں لگائی۔ اور سیدۃ النساء کے ہاتھ کی سی ہوئی ردا کمر سے باندھی اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدانِ جنگ میں تشریف لائے۔ عمرو سعد نے آگے بڑھ کر کہا "خدا کا شکر ہے حسینؓ کا خاندان ختم ہوا اور اب کوئی باقی نہیں۔ بہتر ہوتا کہ حسینؓ کو زندہ گرفتار کرتے اور قیدی بنا کر لے جاتے مگر ابن زیاد کا حکم ہے کہ آج شام کو حسینؓ کا سر کربلا سے روانہ ہو جائے۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ دائیں طرف سے حملہ کر دو۔ یہ کہہ کر اس نے قہقہہ لگایا اور امام حسینؓ سے یوں مخاطب ہوا "خلیفہ یزید اور ابن زیاد کا حکم یہی ہے کہ میں آپ کو زندہ نہ چھوڑوں اگر آپ اب بھی اگر خلیفہ کی بیعت پر آمادہ ہو جائیں تو میں اپنے حکم سے آپ کو زندہ چھوڑ دوں گا۔"

امام حسینؓ مسکرائے اور جواب دیا۔

"عمرو سعد ابن زیاد اور یزید کے احکام تو نے پڑھ لئے اور ان کی تعمیل میں حسین بن علیؓ کے بچہ بچہ کا جنازہ تیری آنکھوں سے گذر گیا۔ فاطمۃ الزہراؓ کا ہرا بھرا چمن تیرے ہاتھوں دوپہر میں اجڑا مگر ان پھولوں کی ہر پنکھڑی تیرے واسطے درس عبرت ہے! بے وقوف عمرو سعد فرات کا ہر قطرہ تجھ کو اپنی داستان سنا رہا ہے اور اس ریت کا ہر ذرہ اگر سنے تو کچھ اور دیکھے تو بہت کچھ سنا اور دکھا رہا ہے۔ تو نے دیکھ لیا کہ موت و زندگی کا معاملہ خدائے بہتر و برتر کے ہاتھ میں ہے لیکن میں نے بنو فاطمہؓ کے وہ چاند سے ٹکڑے جو دنیا کو جگمگا رہے تھے اپنے ہاتھ سے خاک میں ملا دیئے۔ بیعت یزید کی صدا تیرے اور شیطان کے منہ سے قدم قدم پر نکل رہی تھی اگر میں ڈگمگا جاتا، خاندان کا تعلق اور بچوں کی محبت اگر مجھ کو پھسلا لیتی تو زندگی اور زندگی کے عیش مجھ سے دور نہ تھے۔ مگر خدا کا شکر ہے جس نے مجھے صبر کی توفیق بخشی عمرو سعد ہم پر تین شبانہ روز سے دانہ پانی حرام ہے تو چند لمحے پانی نہ پی تو تجھے قدر ہو اور معلوم ہو جائے کہ شہدائے کربلا کس طرح

Marfat.com

صداقت پر قربان ہوئے۔ میں اگر چاہتا اور بیعت یزید منظور کر لیتا تو تجھ جیسے نہ معلوم کتنے آدمی میرے قدموں میں گرتے اور خود یزید میرے پاؤں چومتا۔ مگر ضرورت تھی کہ میں مسلمانوں کے واسطے صبر و شکر کی استقامت اور ایثار کی استقلال اور خودداری کی ایسی بنیاد رکھ دوں جس پر آنے والے مسلمان بآسانی عمارتیں تیار کر سکیں اور میدان کربلا کو پیش نظر رکھ کر سخت سے سخت مصائب میں استقلال کو ہاتھ سے نہ دیں۔ میں پیغمبر زادہ ہوں پیغمبر نہیں ہوں اور میرا عقیدہ ہے کہ عالم الغیب صرف خدائے وحدہٗ لاشریک ہے مگر تجھے بتائے دیتا ہوں کہ تیری توقعات پوری نہ ہوں گی اور دنیا بہت جلد تجھ کو اپنا کرشمہ دکھا دے گی۔ میں نے قبل از جنگ تجھ سے کہا تھا کہ بیعت یزید ناممکن ہے اور دعا کرتا ہوں کہ خدا مجھ کو اس وقت کے واسطے زندہ نہ رکھے کہ میں چند روزہ زندگی کے واسطے ایک فاسق و فاجر کی بیعت کا دھبہ بنو فاطمہؓ کے دامن پر لگاؤں۔ اب تو حسین بن علیؓ کے الفاظ کا جو محض صداقت پر ختم ہیں یقین کر مجھ کو تیری حالت پر رحم آتا ہے۔ تو اپنا نامۂ اعمال سیاہ کر چکا تو نے میرے بچے چن چن کر بیدردی سے قتل کئے اور تیرے اعمال سے شیطان بھی اس وقت پناہ مانگ رہا ہے۔ عمرو سعد خدا سے ڈر۔ موت کو برحق سمجھ اور اپنی توقعات کو جو سراب کی طرح چمک رہی ہیں حقیقت کی کسوٹی پر پرکھ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری بدبختی کا باعث میں قرار دیا جاؤں۔ عمرو سعد یہ ہماری آبائی شان ہے یہ ہمارا موروثی جوہر ہے کہ سخت سے سخت دشمن کو بھی تباہی سے بچا کر اپنا کرم دکھا دیتے ہیں۔ تو جن اسباب کو اذیت سمجھ رہا ہے وہ وقت آخر میں میرے واسطے مسرت سے بدل گئے۔ میرے جدِّ امجد حضرت ابراھیم کی طرح پیاس کی آگ گلزار کے پھولوں سے بدل چکی۔ بچوں کا خون دودھ اور شہد کی نہریں بن کر میرے سامنے لہریں لے رہا ہے۔ عمرو سعد تیرا ایمان کہاں غارت ہو گیا۔ تیرے ضمیر کو کیا آگ لگ گئی تو اسلئے خوش نہ ہو کہ ہزار ہا مسلح آدمیوں نے مٹھی بھر نہتے انسانوں کو ذبح کر دیا۔ بلکہ اس لئے خوش ہو

کہ اس ہادی برحق کی اُمت میں جس کو تو پیغمبر آخر الزماں سمجھتا ہے ایسے ایسے کفش بردار موجود ہیں جو حق و باطل کے امتیاز میں موت کو زندگی سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اور ظاہری آنکھیں جس کو بربادی خیال کرتی ہیں وہ اس کو کامیابی کی بنیاد سے تعبیر کرتے ہیں۔ بنو اُمیہ نے اس وقت تک جو کچھ کیا تاریخ اس کو دہرائے گی اور ان کے اعمال مسلمانوں کے بچہ بچہ کی زبان پر ہوں گے میدان کربلا ان کے اعمال پر مُہر تصدیق ثبت کرے گا۔ اور حسین ابن علی کی شہادت بساط بنو فاطمہ پر ایسا چاند ہو گا جو مدت العمر چمکے اور دمکے گا۔ میں نے بنو فاطمہ کو کامیابی کی قیمت زیادہ نہیں دی اور حصول مقصد میں آج جو کچھ مجھ کو مل گیا وہ بہت کچھ ہے یہ میری محترم ماں سیدۃ النسا کے دودھ اور میرے بزرگ باپ شیر خدا کی پرورش اور میرے مقدس نانا سرور عالم کی تربیت کا طفیل ہے کہ کلیجہ کے ٹکڑوں کا خون عطر سمجھ کر آنکھوں سے لگایا اور ہزار ہا شکر ہے اس قادر ذوالجلال کا جس نے مجھے ایسا ضمیر عطا فرمایا کہ میں یزید جیسے گمراہ کی بیعت سے محفوظ ہوں۔ اب جبکہ وقت آخر ہے میں تجھ کو بتا دیتا ہوں کہ اس تمام دوران میں مجھ کو اگر کھٹکا تھا تو صرف یہ کہ میرا ضمیر دغا نہ دے جائے اور بچوں کی محبت غالب آ کر مجھ کو یزید کی طرف مائل نہ کر دے۔ عمرو سعد! دیکھ یہ صرف ماں کے دودھ کا اثر تھا کہ جھوٹی توقعات اور فانی ضروریات حقیقت سے مغلوب ہو گئیں اور میں سرخرو خدا کے حضور میں جا رہا ہوں۔

تجھ کو معلوم ہے اس وقت تو اور تیری جمعیت کس کے مقابلہ میں ہے۔ تجھ کو معلوم ہے میرے سر پر یہ عمامہ کس کا ہے! یہ تلوار کس کے نام کی تسبیح پڑھ رہی اور کس کے نعرے لگا رہی ہے! تیرے سامنے حسینؓ نہیں علیؓ فاطمہؓ حسنؓ اور وہ کامل انسان ہے جس کے نام کو دنیا بوسہ دے رہی ہے۔"

عمرو سعد نے اس تقریر کا جواب اس طرح دیا۔

"حسینؓ! تم نے جو کچھ کہا وہ شاید صحیح ہو مگر یہ وقت وعظ و درس کا نہیں ہے تم کو

اچھی طرح معلوم ہے کہ جو سر میں نے اب تک تن سے جدا کئے وہ شجر فاطمہ کی کونپلیں تھیں اصل شے آپ کا سر ہے جس کے واسطے صبح سے کوشش کر رہا ہوں حسینؓ میرا دل بے چین ہے اور اس وقت کے واسطے تڑپ رہا ہوں جب تمہارا سر ابن زیاد کے پاس بھیجدوں اور مملکت عراق کا عامل مقرر ہو کر اپنی خدمات کا صلہ پاؤں۔ حسینؓ! مجھے اس تلقین سے وحشت ہوتی ہے۔ دیر نہ کرو ایسا نہ ہو کہ اسی حیث بحث میں شام ہو جائے اور ہماری محنت برباد ہو۔ مجھے صرف تمہارے سر کی ضرورت ہے۔ ابن زیاد مضطرب ہوگا۔ خلیفہ یزید راہ دیکھ رہے ہوں گے۔ میں اور میری جمعیت تمہاری اس فضول گفتگو کو اب سننے کے واسطے تیار نہیں۔ میری فوج کا ہر بہادر حملہ کی اجازت کا طلبگار ہے اور یہ میرا احسان ہے کہ میں خاموش ہوں۔"

عمرو سعد نے یہ کہہ کر ایک شخص کو حکم دیا کہ سب سے پہلے تو ہی حملہ کر اور ایک ہی وار میں حسینؓ بن علیؓ کا سر اتار لے۔ یہ انس بن سنان تھا جو امام حسین کے سامنے آیا مگر ابھی قریب نہ آیا تھا کہ بھوکے پیاسے امام نے دور ہی سے ایک برچھی ایسی ماری کہ گھوڑے سے گرا اور زمین پر تڑپنے لگا اس کی یہ کیفیت دیکھ کر اس کا حقیقی بھائی آگے بڑھا اور قریب پہونچا مگر ایک ہی وار نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اس طرح آٹھ آدمی ایک ایک کر کے میدان میں آئے اور امام کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اب حسب عادت عمرو سعد نے اپنے لشکر کو للکارا اور کہا "خاموش کیوں ہو سب مل کر حملہ کرو" اتنا سنتے ہی جفا کار چاروں طرف سے حملہ آور ہوئے۔ عمرو سعد نے بآواز بلند کہا "ایک ہزار دینار اس شخص کے واسطے ہیں جو حسینؓ کا سر تن سے جدا کر دے۔ اب کیا تھا ہر طرف سے نیزے اور تلواریں تھیں۔ عمرو سعد سمجھا تھا کہ علیؓ کا شیر بھوک کا تھکا ہارا ہو چکا۔ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ شیر کے پنجہ میں خدا کے شیر کی طاقت ہے تلواریں ٹوٹیں برچھے ٹوٹے اور حالت یہ ہو گئی کہ جو آگے بڑھا وہی گر کر ختم ہوا۔ میدان کربلا کے

شعلے حسین ابن علیؓ کی تیغ کے شعلوں کو سجدہ کرنے لگے۔ کربلا کی آگ نے نمرود کو زندہ کیا سیدہ کا لال اس آگ میں اپنے نانا ابراھیم خلیل اللہ کی طرح پھول کی مانند تیر رہا تھا۔ ہاتھ میں تلوار، چہرہ پر تبسم اور ہونٹوں پر مسکراہٹ۔ لشکر عمرو سعد میں ہنگامہ بپا ہو گیا گردنیں کٹ کٹ کر اور لاشیں تڑپ تڑپ کر ڈھیر ہونے لگیں۔ جہاں قہقہوں کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں وہاں کہرام مچ گیا۔ کوئی بھائی کو رو رہا تھا اور کوئی بہنوئی کو۔ عمرو سعد نے جب حالت دگرگوں دیکھی اور حسین کی تیغ آبدار قہر خدا بن کر ہر سمت گری تو سب سے پچھلی صف میں جا کھڑا ہوا۔ انعام دوگنا تگنا کیا اور وعدے سینکڑوں ہزاروں، جبلہ نامی ایک شخص بگڑا اور کہا "اس انعام کو تو خود کیوں حاصل نہیں کرتا۔ تیری شجاعت کہاں غارت ہوئی۔ ہم کو کٹوا کر خود حکومت کرنی چاہتا ہے۔ آخر ہم کیوں موت کے منہ میں جائیں حسینؓ کا ہاتھ علیؓ کا اور علیؓ کا ہاتھ قدرت کا ہاتھ ہے یہ میدان جنگ نہیں میدان قیامت ہے۔ جہاں ہر شخص کو جان کی پڑی ہوئی ہے حسینؓ کی تلوار نے خون کے دریا بہا دیئے اور دو چار نہیں سینکڑوں جانیں اس کی تلوار کی نذر ہو گئیں اور کون کہہ سکتا ہے کہ اس تلوار کی آگ کتنے گھر اور خاندان سیاہ کر دے گی عمرو سعد غنیمت سمجھ کہ فوج اپنی جگہ پر قائم ہے اور قدم نہیں ہٹے۔ تو حسینؓ کی طاقت سے واقف تھا ہم کو جان بوجھ کر موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ آنکھیں کھول اور دیکھ۔ تلوار نہیں چھلاوہ ہے بجلی ہے پرکالا ہے۔ آنکھیں خیرہ ہو رہی ہیں کدھر سے آتی ہے اور کدھر جاتی ہے۔ عمرو سعد یہ دیکھ گردنیں رو تی اور جسم پھڑکتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ تلوار خون آلود نظر آ رہی ہے۔ مگر پتہ نہیں چلتا کب اٹھی کدھر گری اور کہاں نکلی۔ دل کانپ رہے ہیں جسم تھرا رہے ہیں، گردنیں سکڑ رہی ہیں۔ تلوار کی آواز رعد کی چمک ہے کہ گرج کی خبر ہے اور گرنے کا پتہ نہیں۔ اٹھتی دکھائی دیتی ہے گرتی معلوم ہوتی ہے لیکن جاتی دکھائی نہیں دیتی۔ ارے بدبخت شجاعت کا ایک سمندر ہے جو حسینؓ

Marfat.com

کی تلوار سے اُبل رہا ہے۔ صداقت کے بادل ہیں کہ اس کی تلوار سے جھوم جھوم کر برس رہے ہیں۔ ہماری گردنیں اُڑ اُڑ کر اُس کی تلوار کا اور ہمارے دل بلک بلک کر اُس کا منہ چوم رہے ہیں" عمرو سعد ضبط نہ کر سکا اور قہر آلود نگاہوں سے جبلہ کو دیکھ کر ایک ایسی تلوار ماری کہ سر الگ جا پڑا۔ اس کے بعد آگے بڑھا اور کہا "حسینؓ کو میدان میں روک کر ایک دستہ خیموں میں جائے اور آگ لگا دے کہ حسینؓ کی عورتیں باہر نکل آئیں اور میں حسینؓ کے بدلے زینب کے خون سے اپنی تلوار رنگ لوں"

امام حسینؓ نے یہ سُن کر عمرو سعد سے کہا "کیا شجاعت اسی کا نام ہے اور اسی برتے پر یزید کی بعیت لینے آیا تھا۔ ابھی حسین بن علیؓ زندہ ہے اور تیرے ایک دستہ کی کیا ان ہزاروں آدمیوں کی بھی مجال نہیں کہ ناموس رسالت کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھ لیں"

یہ کہہ کر امام حسینؓ آگے بڑھے۔ ہر طرف سے وار ہو رہے تھے۔ اور تیروں پر تیر پڑ رہے تھے مگر امام کی تلوار ہر طرف قتل عام کر رہی تھی اور کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ سامنے آئے۔

عمرو سعد نے ہر چند کوشش کی مگر ہر تدبیر بے سود رہی۔ دفعتاً برق رفتار گھوڑے نے فرات کا رُخ کیا۔ اور چشم زدن میں مع سوار کے دریا کے اندر تھا۔ چاہتا تھا کہ پانی میں منہ ڈالے مگر آقا کی صورت دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ حسین علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ پانی پئیں۔ چلو بھرا مگر بچوں کی پیاس نے منہ تک نہ جانے دیا۔ ادھر عمرو سعد نے شمر سے کہا "مردہ نے زندوں کو مردہ کر دیا۔ اب اگر مردہ زندہ ہو گیا تو مردے اور زندے چیختے چلاتے میدان سے بھاگیں گے۔ ایسا نہ ہو حسینؓ کے حلق میں پانی کا قطرہ پہونچ جائے" امان نامی ایک شخص نے اس وقت ایک تیر مارا جو امام کے حلق میں گھسا اور تمام لہولہان ہو گیا۔

Marfat.com

درود اُس نانا پر جو ہادی برحق تھا اُس ماں پر جو سیدۃ النساء تھی اس باپ پر جو شیر خدا تھا اس بچّہ پر جو اس تیر سے زخمی ہوا!

خون کی کلّیاں تھوکتے ہوئے میدان میں تشریف لائے۔ عمر و سعد یہ سمجھ کر کہ زخم کاری ہے سامنے آیا۔ اس کی صورت دیکھتے ہی امام نے فرمایا "سامنے سے غارت ہو جا" یہ سنتے ہی عمر و سعد کے ہوش جاتے رہے پیچھے ہٹا اور شمر ذی الجوشن سے کہا "اپنا تمام دستہ لے کر ٹوٹ پڑ" چنانچہ سو پیادے ساتھ لے کر شمر نے حلقہ ڈال لیا مگر مقصد حاصل نہ ہوا اور امام نے ان پیادوں کا بھی صفایا شروع کر دیا۔ اس وقت اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ کوئی مکر کیا جائے۔

شمر نے بآواز بلند کہا۔

"بھائی کی آگ میں زینب باہر آگئی"

امام کا اُدھر دیکھنا تھا کہ ذرعا ابن شارق نے بائیں ہاتھ پر تلوار ماری اور یہ ایسا وار تھا کہ ہاتھ کٹ گیا!!

درود نانا پر اس کی بیٹی اور اُس کے نواسے پر!

امام نے قصد کیا کہ ذرعا کو اُس کے حملہ کا جواب دیں مگر خون کے فوارے نے اس قدر کمزور کر دیا کہ گر پڑے اور سنان بن انس نے گرے ہوئے زخمی سید اور کربلا کے دولھا کو ایسا نیزہ مارا کہ سینہ سے پار ہو گیا!

آج جمعہ کا روز ہے اور دنیائے اسلام کے ہر حصہ میں عید المومنین منائی گئی ہے خطبے ختم ہوئے۔ نمازیں پڑھی جا چکیں۔ نعرۂ توحید اور صدائے تکبیر بلند ہو چکی۔ اس وقت سے چند لمحے پہلے عربستان کی مسجدوں میں جب پیغمبر آخر الزماں کا نام گونج رہا تھا اس کے نواسے اس کے بیٹے اُس کے پیارے اس کے جگر گوشے حسینؓ کے سینہ میں سنان بن انس کا نیزہ وار پار ہے اور دوش رسول کا سوار کربلا کی جلتی بھلستی ریت میں چت گرا ہوا ہے!

Marfat.com

عمرو سعد اور اس کی فوج خوشی کے مارے اُچھل رہی ہے اور حسینؓ بن علیؓ کے تڑپنے پر ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے ہیں۔ آخر سنان نے نیزہ باہر کھینچا اور اس کے ساتھ ہی جگر کے ٹکڑے باہر آ گئے۔ شمر اس وقت خنجر لے کر آگے بڑھا تو دیکھا چہرہ پر مُسکراہٹ ہے، حیرت زدہ ہو کر خاموش ہو گیا تو خولی قریب پہنچا اور کہا "دم واپسیں ہے اگر زندہ حسینؓ کا سر کاٹوں گا تو یزید مالا مال کر دے گا"۔ یہ کہہ کر اس سینہ پر سوار ہوا جس کو فاطمہؓ اور علیؓ بوسے دیتے تھے جس کو رسول عربیؐ نے آنکھوں سے لگایا تھا! امام عالی مقام نے خولی سے کچھ فرمانا چاہا مگر خولی نے مہلت نہ دی اور سیدہ کے لال کا سر تن سے جدا کر کے نیزہ پر بلند کر دیا!!

زینبؓ اور شہر بانوؓ کی آنکھیں صبح سے روتے روتے اب تھک کر خاموش ہو گئی تھیں آنسو خشک ہو چکے تھے اور دم کے سوا کچھ باقی نہ تھا۔ امام کا سر نیزہ پر دیکھ کر نند بھاوجیں چیخیں مار کر لپٹیں اور بیہوش ہو کر گریں۔ کچھ دیر بعد ہوش آیا تو پھر جھانکنے آئیں کہ سر کو دیکھیں مگر اب عمرو سعد کے حکم سے اس جسم پر جس کی روح ثبات و استقلال کے رنگ دنیا کو دکھا گئی گھوڑے کود رہے تھے کہ ہڈی پسلی چکنا چور ہو جائے شہر بانو یہ کیفیت دیکھ کر کلیجہ پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ مگر بی بی زینبؓ سے ضبط نہ ہو سکا اور بہ آواز بلند للکار کر کہا۔

"عمرو سعد اگر قتل کر لینے اور خانماں برباد کر دینے کے بعد بھی عداوت کی آگ نہیں بجھی تو صرف اتنا کر کہ مردوں کو سامنے سے ہٹا دے کہ حسینؓ کی لاش کو گود میں لے لوں اور تیرے گھوڑے مردہ بھائی کے ساتھ زندہ بہن کو بھی کچل دیں"!

عصر کی نماز ہو چکی تھی دھوپ کی شدت میں فرق آ گیا تھا اور آفتاب نے اپنا چہرہ کرنوں کے ہاتھ سے پٹ پٹ کر سرخ کر لیا تھا کہ شمر اور عمرو سعد اکڑتے دندناتے ہنستے قہقہے لگاتے خیمہ میں داخل ہوئے۔ وہ آواز جس نے زمین و آسمان کو تھرا دیا وہ آواز جس نے خیمۂ امام میں آگ لگا دی۔ وہ آواز جس نے کربلا کو خاک سیاہ کر دیا

Marfat.com

دفعتًا فضا رشہادت میں گونجی اور ریگستان کربلا کے کانوں میں یہ صدا پہونچی۔

"شمر تیری آنکھیں پھوٹ جاتیں اس سے پہلے کہ زینبؓ بنت علیؓ پر نظر ڈالتا، زمین شق ہوتی اور میں سما جاتی اس سے پہلے کہ بے حجاب تیرے سامنے کھڑی ہوتی۔آج میرے معصوم چہرہ کو تیری خونخوار نظروں سے بچانے والے شہید ہو چکے۔ جفا کار اپنی آنکھیں پھوڑ ڈال اور مجھ کو نہ دیکھ! او سنگ دل میں زینبؓ بنت علیؓ ہوں۔اس وقت میرا باپ علیؓ اور میرے بھائی حسنؓ اور حسینؓ زندہ نہیں ہیں۔او ملعون میرے دونوں بچے تیری فوج نے ذبح کر دیئے۔ملعون میرے سامنے سے ہٹ جا میں رسول زادی ہوں اور اس رسول کی نواسی ہوں جس نے حاتم طائی کی قیدی لڑکی کو اپنے ہاتھ سے ردا اوڑھائی"

پھوپی کی آواز سن کر خیمہ کا بیمار اُٹھا اور چاہتا تھا کہ شمر کو تلوار مارے مگر نہ چلا گیا اور گر پڑا۔ شمر نے فیصلہ کیا کہ فورًا زین العابدین کو قتل کر دو تاکہ حسینؓ کا نام ونشان دنیا سے مٹ جائے اور اس طرح بنو فاطمہؓ کا کھٹکا مطلق باقی نہ رہے مگر عمر وسعد نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا۔عابد بیمار کا قتل یزید کے حکم پر منحصر رکھا اور حکم دیا کہ دونوں عورتوں کے کپڑے اور زیور اُتار کر رسیّوں سے باندھ دو اور زین العابدین کو اسی رسّی میں جکڑ کر تینوں کو ایک اونٹ پر بٹھا دو اور باقی کو دوسرے اونٹوں پر!!

خانماں برباد قافلہ

جب یہ قافلہ روانہ ہوا تو سب سے آگے کے اونٹ پر علی کی بیٹی بہو اور عابد بیمار مشکیں بندھی ہوئی سوار تھے! یہ وہ دردناک منظر تھا جس کو انسانی آنکھیں آسانی سے نہ دیکھ سکتی تھیں۔بیمار کو غش پر غش آرہا تھا، ماں اور پھوپی سنبھالتے تھے مگر اس کی زبان

حسینؓ کے سوا کچھ نہ نکلتا تھا۔ کربلا کے ریگستان کا ذرہ ذرہ اپنے مہمان کی مصیبت پر دھاڑیں مار رہا تھا۔ چاند روتا پیٹتا طلوع ہوا اور تارے چیختے چلاتے نمودار ہوئے عمرو سعد شمر اور خولی شب ماہ کا لطف اٹھاتے ایک پڑاؤ پر ٹھیرے۔ پہرہ میں سختیاں کر دی گئیں اور اس لئے کہ قیدی بھاگ نہ جائیں رسیاں کھینچ کر مضبوط کر دی گئیں۔

رات ایک ہی تھی۔ آسمان و زمین بھی وہی تھے۔ چاند اور تاروں میں بھی کوئی فرق نہ تھا مگر عمرو سعد شمر اور خولی کی رات امیدوں سے ہری بھری اور توقعات سے لبریز تھی! زینب، شہربانو اور عابد بیمار کی رات قیامت کی رات تھی! جو کسی طرح نہ کٹتی تھی آخر خدا خدا کر کے صبح صادق نمودار ہوئی اور جنگل بیابان میں عابد کی صدائے توحید نے شجر و حجر کے کلیجے توڑ دیئے، وہ تینوں پڑے ہنستے اور آوازے کستے رہے اور ان تینوں نے بندھے بندھے نماز فجر ادا کی۔ رات کی تاریکی آہستہ آہستہ فنا ہو رہی تھی۔ اور قدرت نے دن کی روشنی کی ہلکی سی چادر جنگل میں بچھانی شروع کر دی تھی ہوا کے جھونکے ٹھنڈے تھے اور پرندوں کا نغمہ فضائے آسمانی میں تیر رہا تھا کہ زمین سے زینبؓ بنت علیؓ کی یہ دعا جنگل میں گونجی۔

"خالق الموجودات! حسینؓ کے بعد زینب کی پہلی رات ختم ہوئی۔ رات کس طرح کٹی اور دل پر کیا گذری؟ اس کا حال تیرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ زمین سانپ بن کر ڈستی رہی اور آسمان پہاڑ کی طرح ٹوٹتا رہا مگر تقدیر میں اب بھی موت نہ تھی۔ الٰہ العالمین تجھ کو معلوم ہے کہ ہوش سنبھالنے کے بعد آج پہلی مرتبہ تیرے حضور میں اس طرح حاضر ہوئی ہوں کہ ایمان ملامت کر رہا ہے لیکن تو جانتا ہے کہ میں مجبور ہوں۔ مجھے پانی میسر نہیں کہ وضو کرتی مٹی نصیب نہیں کہ تیمم کرتی۔ میری گردن اور ہاتھ بندھے ہوئے ہیں رکوع کے لائق ہوں نہ سجدے کے اے عالم الغیب ہم تینوں کی یہ نماز قضا کے برابر ہے مگر جس

طرح بھی ہوسکی پڑھی۔ اگر قبول فرمائے تو نکتہ نواز ہے۔" زینب کی اس دعا سے عمر وسعد قریب آیا اور کہا "اگر پھندہ سخت ہے تو مجھ سے کہہ دیتی ہیں ڈھیلا کر دیتا۔ نماز کا یہ عذر غلط ہے۔" بی بی زینبؓ نے آہستہ فرمایا "جس سے عذر کر رہی ہوں وہ دیکھ رہا ہے کہ ہم تینوں کے جسم تیری رسیوں سے نیلے پڑ چکے ہیں۔ اے عمر وسعد شرم کا وقت ہے۔ میں نے اپنے بچے کا بخار اپنے ماتھے کو اس کی گردن پر رکھ کر دیکھا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ ایمان و انصاف یزید اور دربار یزید سے رخصت ہو چکے کہ ابن زیاد جیسا روسیا اور تجھ جیسا سنگ دل مخلوق خدا کے حاکم ہوئے ذرا اس کے جسم کو ہاتھ لگا یہ بخار میں جھلس رہا ہے اور روسیاہ یہودی بیمار بھیڑ کو قربانی تک کے واسطے جائز نہیں سمجھتے تو نے رسول اللہ کے مریض نواسے کو قیدی بنایا ہے۔ بنو فاطمہؓ دنیا سے رخصت ہو چکے ان کی ایک نشانی عابد بیمار زندہ ہے جس کا تماشہ دکھانے تو ابن زیاد اور یزید کی قربان گاہ میں لے جا رہا ہے۔ عمر وسعد، شمر اور خولی ایمان کی آنکھوں میں اپنے اعمال کو پرکھو اور انتظار کرو اس روز کا جس کی خبر نانا جان کی زبان مبارک نے کلام الٰہی کے حوالہ سے دی ہے اور جس کا نام یوم الحق ہے۔"

امام زین العابدین نے پھوپی کو روکا اور کہا "جو ہونا تھا وہ ہو گیا اس پر بحث فضول اور گفتگو بیکار ہے البتہ ہم عمر وسعد سے ایک کرم کے خواستگار ہیں کہ ہمارے باپ کا سر جو رات بھر ہماری آنکھوں کے سامنے پڑا رہا۔ ہم کو دیدے ہم سے زیادہ بدبخت انسان دنیا میں کون ہوگا کہ رسیوں میں اس طرح گرفتار ہیں کہ انگل بھر سرک نہیں سکتے۔ اگر یہ کہوں کہ رسیاں ڈھیلی کر دو تو گنہ گار۔ اگر یہ خواہش کروں کہ مجھ کو میرے باپ کے سر تک پہنچا دو تو غلطی۔ ہاں یہ خواہش ہے کہ حسینؓ کا سر میری گود میں ڈال دو۔ میں اسے سینہ سے چمٹائے ابن زیاد اور یزید کے دربار میں

Marfat.com

ہنسی خوشی چلا جاؤں گا۔" خولی نے جواب دیا کہ" تو بیمار ہے اور شاید دمشق پہنچنے سے پہلے ہی موت آجائے۔ مگر سن اور سمجھ کہ جس طرح تو اس سر کے واسطے بے چین ہے اس سے بہت زیادہ میں انعام کے واسطے مضطرب ہوں۔ تیرا باپ گمراہ تھا اس نے خلیفہ یزید کی بیعت سے انکار کرنے کے بعد ہم کو کافی اذیت پہونچائی۔ تو یہی غنیمت سمجھ کہ ہم نے تم لوگوں کے سامنے حسین کے سر کو نہ ٹھکرایا۔ اگر تو وعدہ کرے کہ اس سر کو اپنے پاؤں سے ٹھوکریں مارے گا تو یہ سر تجھ کو مل سکتا ہے۔" بیمار کے پاس اس کا جواب ایک خاموشی تھی جوان تینوں کے علاوہ تمام اہل بیت پر طاری ہوئی مسلم بن عقیل کا خاندان اس کی تاب نہ لا سکا اور مسلم کی شہزادی نے کہا "چپ زبان روک ایسی گستاخی نہ کر کہ زمین تجھ کو نگل لے۔ یہ سر جو تیرے سامنے پڑا ہے اب بھی دونوں جہان کا مالک ہے۔"

حسینی قافلہ کوفہ میں

کوفہ جس کی مکاری امام حسینؓ کی شہادت کا بڑا سبب ہوئی۔ کربلا کا المناک نتیجہ سن چکا۔ آج اس کی سرزمین اپنے بسنے والوں پر اور بسنے والوں کے ایمان اپنی دغابازی پر لعنت ملامت برسا رہے ہیں بچے اور بڈھے مرد اور عورتیں یہ معلوم کر کے کہ خاندان رسالت جو ان کی طلبی پر آیا تھا کربلا میں پہونچ کر تاراج ہو گیا اور خانماں برباد قافلہ مع سر کے ابن زیاد کے پاس جا رہا ہے۔ سرنگوں بیٹھے ہیں ان کے اعمال ان کے دھوکے ہر طرف سے ان کے سامنے آتے ہیں۔ ان کی آنکھیں ان کو وہ سماں یاد دلاتی ہیں کہ کس طرح انھوں نے بلبلے چوڑے وعدے کئے اور بالآخر مسلم اور مسلم کے بچوں کی جان لی۔ ان کا ایمان ان کو بتاتا ہے کہ ابن زیاد کے خوف اور دنیا کی محبت نے ان کی دنیا اور دین دونوں برباد کر دیئے۔ ان میں سے بعض تڑپ اٹھتے ہیں

Marfat.com

اور آنکھوں سے خون کے دریا بہہ جاتے ہیں۔

عمرو سعد نے کوفہ سے ادھر پڑاؤ کیا اور بہت سے کوفی جنگل میں مکل دیکھنے کی غرض سے موقعہ پر آئے۔ آدھی رات کے سنسان وقت میں زینب بنت علیؓ کے جو رسیوں سے بندھی ہوئی خدائے بہتر و برتر کے حضور میں تھی کان میں دفعتاً یہ آواز پہونچی

"بی بی میں حاضر ہو جاؤں"

نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو ایک بڑھیا عورت سر پر رداڈالے اور منہ چھپائے سامنے کھڑی ہے چاند نے بڑھیا کو صورت پہچاننے میں مدد دی۔ اجازت ملتے ہی قدموں میں گری اور ہاتھ جوڑ کر کہا "غریب اور محتاج ہوں یہ تھوڑا سا ثرید اور پانی اس اُمید پر لائی ہوں کہ قبول ہو گیا تو بیڑا پار ہے۔ بی بی میں غیر نہیں ہوں مجھے مدینہ میں بی بی فاطمہ کی کفش برداری کی عزت حاصل ہوئی ہے۔ فرمایئے آپ ان کی کون ہیں اور بتولؓ کے لخت جگر سے آپ کا کیا تعلق ہے۔ میں جس وقت کا ذکر کر رہی ہوں اس وقت میری مالک میری آقا بی بی فاطمہؓ کی گود میں ایک بچی تھی جس کا نام زینبؓ تھا بتا رسول زادی خدا کے واسطے بتا تیرا نام کیا ہے میں دیکھ رہی ہوں کہ وہ صورت جو عرصہ سے اوجھل تھی آج پھر سامنے ہے اور میں اس وقت بنت الرسول کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں"

بی بی زینب کی آنکھ سے آنسو کی لڑیاں بہہ رہی تھیں انھوں نے بڑھیا کا سر اٹھایا اور کہا "میں فاطمہؓ کی بیٹی نہیں لونڈی ہوں۔ بی بی کی خدمت میں عمر گذری ہے اس لئے وہی عادت و خصلت پیدا ہو گئی۔ تو محبت سے جو کچھ لائی ہے سیدہ کی کنیز اس کو سر آنکھوں پر رکھے گی۔ تو نے اس جنگل اور پردیس میں ہم مظلوموں کی مہمان نوازی کی۔ ہماری دعائیں تیرے ساتھ ہیں خدا تجھ کو خوش رکھے"

بڑھیا نے ہاتھ گلے میں ڈال دیئے لپٹ گئی اور کہا۔ زینبؓ میں نے تجھ کو گود میں کھلایا ہے تو یقیناً بنت الرسول کے کلیجہ کا ٹکڑا ہے۔ لِلّٰہ میری آقا زادی مجھ سے پردہ نہ کر

Marfat.com

یہ شکل وصورت میری بی بی کی ہے۔ میرا دل بگڑ رہا ہے۔ میں دوپہر سے بیٹھی اپنے مولا کے سر کو آنکھوں سے لگا رہی تھی۔ زینب میرے سر پر ہاتھ رکھدے اور آخر وقت خوش خبری سنا دے کہ میں خوش و خرم دنیا سے رخصت ہو جاؤں اور معلوم ہو جائے کہ جان بنت زہرا کے قدموں میں نکلی"!

بڑھیا یہ کہہ کر الگ ہوئی اور امام حسینؓ کا سر گود میں لے کر چیختی ہوئی بی بی زینبؓ کے قدموں میں گری اور کہا "بی بی مجھ کو اجازت دے کہ اس سر پر اور ان قدموں پر قربان ہو جاؤں"!

بڑھیا کی حالت ردی ہو گئی تو بی بی زینبؓ نے اس کا سر گود میں لیا اور کہا "ہاں بنت الرسول کی لونڈی زینبؓ میں ہی ہوں"! اتنا سنتے ہی بڑھیا پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی اس نے ایک چیخ ماری اور ختم ہو گئی۔

خانماں برباد قافلہ جب کوفہ کے بازاروں میں اس طرح پہونچا کہ آگے آگے یزید کے قیدیوں کا اونٹ تھا اس کے پیچھے مسلح محافظان کے بعد باقی اہل بیت فوج کی حراست میں۔ تو لوگ تماشہ دیکھنے باہر نکل آئے شہربانوؓ اور بنت علیؓ نے جن کے ہاتھ جکڑے ہوئے اور سر ننگے تھے اپنی گردنیں نیچی کر لی تھیں کہ غیر محرم ان کو نہ دیکھ سکیں

عبیداللہ ابن زیاد کے دربار میں

عبیداللہ ابن زیاد کا دربار آراستہ ہو رہا ہے کامیابی کے خیال نے اس کا دل باغ باغ کر دیا ہے۔ خوشنودی یزید کی توقعات انواع واقسام کے لباس میں اس کے روبرو جلوہ گر ہیں۔ ایک مرصع تخت کے ارد گرد کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔ قلعہ قسم قسم کے تکلفات سے سجایا گیا ہے مسلح سپاہی ہر چہار طرف کھڑے ہیں خبر گذار دور دور نکل گئے ہیں کہ قافلہ کے آنے کی خبر پہنچائیں۔ ابن زیاد اور اُس کے ہوا خواہ آزادی

Marfat.com

اور بے فکری سے قہقہے لگا رہے ہیں عصر کی نماز ختم ہو چکی تھی قافلہ کی آمد کا غلغلہ بلند ہوا جس وقت سادات کے اونٹ قلعہ کے قریب پہونچے تو فاطمہ بنت زیاد منہ پر نقاب ڈالے باہر نکلی اور دور سے خاموش کھڑی یہ سماں دیکھتی رہی یہاں تک کہ عمر وسعد اور شمر کے حکم سے رسّی سے بندھی ہوئی سیدانیاں اُتاری گئیں عابد بیمار کی حالت گرمی کی شدّت اور سفر کی تکان سے بگڑ رہی تھی۔ ظالموں نے عورتوں کے ساتھ بیمار کے ہاتھ بھی کمر کے پیچھے باندھ رکھے تھے اور قدم نہ اُٹھ سکتا تھا۔ اونٹ سے اُترتے وقت بیمار کو ضعف آیا اور بے حال ہو کر گرا۔ زینب اور شہربانو سکینہ اور مسلم کی شہزادی یہ کچھ دیکھ رہی تھی۔ ان کے دل رو رہے تھے لیکن اتنی مجال نہ تھی کہ اُف کر سکیں یا ایک قدم بڑھا سکیں۔ عابد کے گرنے سے سر زخمی ہوا اور خون نکلنے لگا تو زینب نے بے قرار ہو کر کہا "ارے سنگ دلوں ظلم کی انتہا ہو چکی" فاطمہ بنت زیاد یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی وہ قریب آئی اور کہا "جس بھائی نے یہ ستم توڑے ہیں اس کی بہن ان قدموں کی خاک اکسیر سمجھتی ہے۔ کاش ماں مجھ کو نہ جنتی کہ میں خاندان نبوت کا یہ حشر ان پھوٹی آنکھوں سے دیکھتی عبید خدا اس پر بجلی گرائے اس حکم سے پہلے زمین میں دھنس جاتا" فاطمہ کچھ اور کہتی مگر شمر اور خولی نے حکم دیا کہ قیدیوں کو قلعہ میں داخل کر دو۔

اب وہ سماں ہے کہ ابن زیاد تخت پر جلوہ گر ہے اور سید الشہدا کا سر اس کے سامنے! خدام دست بستہ اور دوست دائیں بائیں کھڑے اور بیٹھے ہیں۔ ظالمان کربلا تمام واقعات اپنے اپنے کارنامے اور شجاعت کے گیت سنا رہے ہیں۔ دفعتًا ابن زیاد نے آنکھ اُٹھا کر سامنے دیکھا اور کہا "یہ عورت کون ہے"

عمر وسعد نے جواب دیا "یہ حسین کی بہن زینب ہے"

ابن زیاد کے چہرہ پر مسکراہٹ آئی اور کہا"

"زینب ایک مچھلی سارے جل کو گندہ کر دیتی ہے ایک حسین کی نافرمانی سے

Marfat.com

تمام خاندان تہس نہس ہو گیا۔ یہ نافرمانی کا انجام ہے الحمد اللہ حسین کی کوششیں بیکار ہوئیں اور اُس نے بغاوت کا انجام دیکھ لیا۔ تم نے دیکھا کس طرح خدا نے تم کو تمہارے اعمال کی سزا دی!"

بی بی زینبؓ نے مسکراتے ہونٹوں کا سنجیدہ زبان سے اس طرح جواب دیا"حسین نے جو کچھ کیا خدا اور اُس کے رسولؐ کے حکم کے مطابق، زندگی اس کے قدموں پر قربان ہو رہی تھی اور تیرا سپہ سالار عمر و سعد اور ایک عمر و سعد ہی نہیں ہر بے ایمان ترغیب دے رہا تھا کہ حسینؓ کا ہاتھ تجھ جیسے جفا شعار کے ہاتھ میں پہونچ جائے مگر حسینؓ نے اس لئے کہ اس کی بیعت اسلام پر ایک دھبّہ ہوتی جو بنو فاطمہؓ کے مٹائے نہ مٹتی۔ حق پر نہ صرف اپنی بلکہ اپنے عزیزوں تک کی جانیں نثار کر دیں اور ہر اذیت کو ہنس کھیل کر گوارا کر لیا۔ مگر تو نے اور تیرے ہمنوا رو سیاہوں نے بنو امیہ کے دامن پر ایسا داغ لگا دیا جس کو مسلمانوں کے آنسو قیامت تک نہیں دھو سکتے۔ کیا کوئی مسلمان آنکھ یہ تماشہ دیکھ سکے گی کہ تیری حقیقی بہن فاطمہ بنت زیاد جس کا نام فاطمہ محض بی بی فاطمہؓ کے تقدس پر رکھا گیا پردے اور برقعہ میں کھڑی ہو اور سچّی فاطمہؓ کی بیٹی زینب جس کے سر پر اس لئے کہ تلاوت کلام الٰہی میں خلل گیا تھا سرورِ عالمؐ نے اپنے دست مبارک سے ردا اوڑھائی تیرے سامنے ننگے سر قیدی بنی کھڑی ہو، میرے نانا نے بنت اشعب کو غزوۂ تبوک میں چادر اوڑھائی اور تو نے اپنے دربار میں رسول زادیوں کو بے نقاب کیا۔ تیری ماں بہنیں حجاب کے احکام کی تعمیل کریں اور جس پر حکم نازل ہو اس کی بہو بیٹیاں بے نقاب کی جائیں۔ حسینؓ نے حق اور باطل کا فیصلہ کر دیا اور تم لوگوں کو بتا دیا کہ سچّا مسلمان ایمان کے معاملہ میں جان اور خاندان کی پروا نہیں کرتا!"

ابن زیاد نے اس کا جواب صرف اتنا دیا" یہ تمہارے بھائی کا سر ہے جو خدا

Marfat.com

کے حکم سے قتل ہوا اور اپنے کئے کی سزا بھگتی"۔ عابد بیمار نے جواب میں کلام الٰہی کی آیت پڑھی جس کا مطلب یہ تھا کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے جس سے مفر نہیں"، میری پھوپی نے جو کچھ کہا اس کا جواب دے اور دیکھ ہم نے غیر مسلموں کے ساتھ کیا سلوک کئے اور تم مسلمانوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔ ابن زیاد موت تیری زندگی پر ہنس رہی ہے اور اختیار تیری بے اختیاری یاد کر کے رو رہا ہے۔ تو نہ دیکھ مگر ہم دیکھ رہے ہیں تیری حکومت اپنی اس مجبوری اور بے کسی پر جو آنے والی ہے رو رو کر احکم الحاکمین کی ابدی و ازلی طاقت کے گیت گا رہی ہے۔ میرے نانا نے تم کو اس لئے مسلمان کیا تھا کہ تم ان ہی کے پیاروں کو ذبح کرو اور کیا تم نے اسی لئے کلمہ توحید پڑھا تھا کہ گلشن توحید کے بسے ہوئے ٹکڑوں کو اس طرح رسیوں سے کسو کہ جسم نیلا ہو جائے اور قدم نہ اُٹھا سکیں!"

اس کا جواب ابن زیاد نے کچھ نہ دیا اور ایک چھڑی سے سید الشہداء کے سر کو چھیڑنے لگا۔ اس پر زید بن ارقم صحابی رسول اللہ سے ضبط نہ ہو سکا اور انھوں نے فرمایا "کیا کرتا ہے چھڑی ہٹا لے اور ادب سے کام لے۔ میں نے ان رخساروں پر رسول اللہ کو بوسے دیتے دیکھا ہے!"

ابن زیاد یہ سن کر آپے سے باہر ہو گیا اور کہا "تمہاری اس گستاخی کی سزا قتل ہے"۔ زید کھڑے ہوئے اور کہا "جو کچھ کر چکا اعمال نامے کی بربادی کو وہی کافی ہے اور کچھ باقی ہو تو وہ بھی کر لے جو آنکھیں حسینؓ کے سر سے خوش ہو سکتی ہیں اور جو کچھ دیکھیں تھوڑا ہے۔ یہ تماشہ بھی دیکھ لے!"

ابن زیاد مصلحتاً خاموش ہو گیا اور کہا "اگر صحابہ رسول اللہ نہ ہوتے تو یقیناً قتل کر دیتا"۔ زید نے جواب دیا "جس کے صحابہ ہونے کا یہ اعزاز اسی کے جگر گوشہ کی یہ تذلیل! لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، زید کے یہ الفاظ یاد رکھ کہ میدان حشر میں تیری

Marfat.com

ماں بہنوں اور بہو بیٹیوں کی اس سے زیادہ تذلیل اور تضحیک تیری آنکھوں کو دیکھنی ہے تیری بہن فاطمہ بنت زیاد اس وقت برقع میں ہے مگر اب اس ساعت کا انتظار کر جب اس خانماں برباد قافلہ کے جو جنت کا مالک ہے قدموں پر فرشتے آنکھیں ملیں گے حوروں کا دامن ان کا حجاب ہوگا اور تیری ناموس کی بربادی شروع ہوگی۔ حوادث کربلا ختم ہوئے سیدانیوں کے مصائب ختم ہو رہے ہیں مگر تیری تباہی کا اب آغاز ہونے والا ہے حسینؓ کی شہادت دیکھ چکا۔ دنیا دی بہار ہو چکی، موت کا تماشہ اور غضب الٰہی کا تماشہ دیکھ"

ابن زیاد نے پھر وہی الفاظ دہرائے کہ صحابیت کا احترام ہے" اور حکم دیا کہ قیدیوں کی رسیاں اور کس دی جائیں" اس کے بعد قافلہ مع کے دمشق روانہ ہوا۔

دربار یزید

دمشق میں فتح کی خبر پہلے ہی پہونچ گئی تھی اور قصر یزید ہی میں ہر طرف خوشیاں منائی جا رہی تھیں مگر اس کے ساتھ ہی یزید کو اندیشہ تھا کہ گو میں نے فتنہ ختم کر دیا مگر اس کے بعد جو مصیبت نازل ہوگی اس کا انسداد میرے اختیار سے باہر ہے۔ مسلمان مجھ سے برگشتہ ہو گئے اور اپنے دلوں میں ضرور کہتے ہونگے کہ جب میں نے رسول کے نواسے کے ساتھ یہ سلوک کیا تو میرے اسلام پر لعنت ہے وہ مجھ پر اعتماد نہ کریں گے اور بہت ممکن ہے کہ اس کا بدلہ مجھ سے لیں۔ چنانچہ اس نے کربلا کا حال سن کر علی الاعلان بھرے دربار میں یہ الفاظ کہے۔

"خدا اُس لونڈی بچے عبید کو تباہ کرے جس نے امام حسینؓ کو قتل کیا" عمر و سعد شمر اور خولی ہشاش بشاش اور باغ باغ دنوں کی منزلیں گھنٹوں میں طے کرتے دمشق جا رہے تھے ان کے اختیار میں نہ تھا کہ کس طرح اُڑ کر یزید کے پاس پہونچ جائیں،

Marfat.com

بہادری کی دا دلیں اور فتح کے مفصل حالات سُنا کر انعام و اکرام سے مالا مال ہوں۔ اور منہ مانگی مرادیں پائیں۔ یزیدیوں کے ہاں جشن ہو ہی رہے تھے، دن عید اور رات شبرات تھی۔ رات بھر چراغاں اور دن بھر رنگ رلیاں قافلۂ سادات مارا مارا چلا جا رہا تھا عورتیں اور بچے جن کا وارث سوائے ایک بیمار کے کوئی نہ تھا تھک کر چور ہو گئے مگر ظالموں کو اپنی خوشیوں میں ان پر رحم نہ آیا۔ جس وقت یہ قافلہ موصل کے قریب پہونچا تو وہاں کے باشندوں نے والی موصل کے اشارہ سے دروازے بند کر لئے، عمرو سعد اور شمر متحیر ہو گئے کہ بجائے اس کے کہ ہماری خوشیوں میں شریک ہوتے، خاطر مدارات کرتے استقبال میں مصروف ہوتے ہم سے متنفر ہو گئے۔ کیا یہ لوگ بھی یزید کی حکومت سے باغی ہو گئے ہیں۔ انھوں نے حیرت و تعجب سے موصلیوں کے سامنے جو ان پر لعن طعن کر رہے تھے۔ یہ باتیں کہیں مگر وہ مطلق نہ ڈرے اور کہا جب یزید نے خاندان رسالت کے ساتھ یہ کیا اور تم جیسے ناہنجار مسلمانوں نے اس کا ساتھ دیا تو ہم کو اس سے اور تم سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔ بہتر ہے کہ تم فوراً یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور جو کچھ تمہارے دل میں آئے یزید سے کہہ دو۔" موصل کی اس ایمان داری کا اثر یہ ہوا کہ آگے بڑھ کر حلب یغلان۔ رہے۔ کسی جگہ بھی عمرو سعد نے قیام نہ کیا۔ جب رات ہو جاتی تو اتر پڑتا اور صبح ہوتے ہی آگے روانہ ہو جاتا۔

آخر وہ وقت بھی آ گیا کہ شہدا کے سر اور سادات کا قافلہ دمشق پہونچا صبح ہی سے یزید کا دربار سجایا جا رہا تھا اور لوگ جوق در جوق جمع ہو رہے تھے۔ مرصع تخت کے ہر چہار طرف ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے۔ چپہ چپہ پر مسلح سپاہی کھڑے تھے اور فتح کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ عمرو سعد نے موصل کی کیفیت قاصد کی زبانی یزید سے کہلا بھیجی۔ وہ پہلے ہی خائف تھا اور سمجھتا تھا کہ دربار کے اس مجمع میں گو زبانیں جانوں کے خوف سے اظہار مسرت کر رہی ہیں مگر دل حسینؑ کے قتل اور میرے ظلم پر رو رہے

Marfat.com

ہیں اس نے اپنے الفاظ پھر دوہرائے اور اس وقت بھی کہا۔

"میرا مقصد ہرگز یہ نہ تھا جو ہوا۔ حسینؓ کے سر کو سونے کے طشت میں رکھ کر میرے سامنے لاؤ۔"

وہ ساعت قیامت سے کم نہ تھی جب شہدا کے سر یزید کے سامنے پیش ہو رہے تھے۔ رسّی سے بندھی ہوئی سیدانیاں، معصوم بچے، اور بیمار عابد اس کے سامنے کھڑے تھے۔ شمر نے یہ دیکھ کر کہ یزید مسلمانوں کے خوف سے پریشان ہے۔ بشیر بن مالک سے کہا "آپ امام حسینؑ کا سر پیش کیجیے اور کہیے کہ میں نے قتل کیا ہے۔" بشیر بن مالک اس دھوکے میں آ گئے۔ لالچ نے ان کو اندھا کر دیا اور سر سامنے رکھ کر فخر سے کہا "اس کا جھگڑا مٹانے والا میں ہوں۔"

یزید نے عابد بیمار یعنی امام زین العابدین سے کہا "تیرے باپ کی خواہش تھی کہ میری حکومت کا خاتمہ کر دے مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا۔ دیکھ لے میں زندہ ہوں اور اس کا سر میرے سامنے ہے" بیمار نے کوئی جواب نہ دیا مگر بی بی زینبؓ نے کہا "تجھ کو تو چند روز بعد بھی موت آ جائے گی مگر شیطان آج تک زندہ ہے۔ یہ ہماری آزمائش کی گھڑیاں تھیں جو ختم ہو چکیں جس خدا کا تو نام لے رہا ہے اور اس کو با اختیار سمجھتا ہے کیا اس کے رسول کی اولاد کے ساتھ اس ظلم و ستم کے بعد بھی تو اپنا منہ اس کو دکھائے گا۔"

یزید بولا "میں میدان جنگ میں موجود نہ تھا۔ اس ظلم و ستم کی ذمہ داری ابن زیاد اور عمرو سعد پر ہے۔"

بی بی زینبؓ نے جواب دیا "تو کربلا میں موجود نہ تھا مگر دمشق میں اس رسولؐ کی بچیاں جس کا تو کلمہ پڑھتا ہے رسیوں سے جکڑی بے حجاب تیرے سامنے کھڑی ہیں۔ کیا یہ کچھ کم ظلم ہے؟ تو نے جس کو اپنا دشمن سمجھا تجھ سے بہت بہتر تھا اور میرا باپ اور بھائی تجھ سے اور تیرے باپ تے سے بدرجہا افضل تھے۔"

Marfat.com

یہ سنتے ہی یزید تخت سے کھڑا ہو گیا اور کہا "لاریب تیرا دادا میرے دادا سے اور تیری ماں میری ماں سے افضل ہیں، مگر یہ فیصلہ خدا کرے گا کہ میرے اور تیرے باپ میں افضل کون ہے"

بی بی زینبؓ نے کہا "خدا کے فیصلہ سے پہلے اس کا فیصلہ مسلمانوں نے کر دیا اور کر دیں گے۔ تو نے دیکھ لیا اور دیکھ لیں گے کہ کون افضل ہے"

اب یزید خاموش ہو گیا اور حکم دیا کہ "رسیاں کھول دو اور سیدانیوں کو گھر میں بھیجدو" اس وقت بی بی زینبؓ نے باواز بلند کہا "اپنی حکومت میں رسولؐ زادیوں کا تماشہ مردوں کو دکھا چکا اب اپنی عورتوں کو ہمارا تماشہ نہ دکھا۔ ہمارے گھر چھن چکے ہمارے زیور لٹ چکے جسم پر جو کپڑے موجود ہیں یہ پھٹ گئے، مہینہ بھر سے زیادہ ہو گیا کہ ہمارے بدن پر پانی نہ پڑا۔ ہم تیمم سے نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ ہمارے سر چکٹ گئے اور ہماری صورتیں بگڑ گئیں جن آنکھوں سے تو حسینؓ کا سر دیکھ رہا ہے ان ہی آنکھوں سے عابد کے بازو اور گلا دیکھ کہ تیری رسیوں سے ہمارے جسم نیلے ہیں اگر تیری آگ کے شعلے اب ٹھنڈے ہو گئے تو ہم کو زیادہ رسوا نہ کر اور ہمیں بھی قتل کر دے اب ہم کو زندگی کی ضرورت نہیں"

بی بی زینب کے اس ارشاد پر یزید نے ان کے قیام کا علیحدہ انتظام کر دیا اور امام حسینؓ کے سر پر آہستہ آہستہ چھڑی مارنے لگا جس وقت اس نے یہ لفظ کہے۔

"یہ ہے وہ منہ جسے میری بیعت سے انکار تھا"

تو ابو ذر میرہ اسلمی نے کہا۔ ارے ظالم کیا کرتا ہے۔ جہاں تیری چھڑی ہے اس پر رسول اللہ نے بوسے دیئے ہیں"

یزید کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اسلمیؓ اصحابی رسول اللہ ہیں۔ خاموش ہو گیا اور حکم دیا کہ قاتلان حسینؓ کے انعام کا فیصلہ جلد کروں گا۔

بی بی زینبؓ کی خواہش پر امام حسینؓ کا سر ان کے سپرد کر دیا گیا۔

گو معاملہ ختم ہو چکا تھا مگر یزید دیکھ رہا تھا کہ مسلمان صرف تلوار کے زور سے خاموش ہیں۔ واقعہ کربلا نے گو ہیبت طاری کر دی لیکن حسینؓ نے شہید ہو کر ان کے دل فتح کر لئے اور شہادت حسینؓ نے بنو فاطمہؓ کا ایسا سکہ بٹھا دیا ہے جو اب زائل نہیں ہو سکتا۔ رات کے وقت وہ شراب کے نشہ میں مست ہو کر سونے کی کوشش کرتا مگر اس کے دل پر کچھ ایسا خوف چھایا ہوا تھا کہ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھل جاتی ٹہلتا اور سوچتا کہ کس طرح یہ دھبہ دور کروں۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ نصف گذر چکی تھی اور مخلوق خدا نیند کی لپیٹ میں بے خبر تھی۔ تارے بساط فلک پر اٹھکھیلیاں کر رہے تھے اور ہوا خاموشی کے ساتھ نظام عالم کی تکمیل میں منہمک تھی۔ دفعتاً قیام گاہ سادات سے کسی عورت کا نالہ بلند ہوا یہ اس قدر دردانگیز تھا کہ یزید ڈر کے مارے کانپنے لگا۔ جا کر دیکھا تو زینبؓ بنت علیؓ بھائی کا سر گود میں لئے بلبلا رہی ہے اس کی فریاد نے کہرام مچا رکھا ہے۔ زمین و آسمان اس کے ہمنوا ہیں۔ اور دمشق کا ذرہ ذرہ رات کی تاریکی اور ہوا کے فرّاٹے میں شہادت حسینؓ کا مرثیہ پڑھ رہا ہے۔ آگے بڑھا اور کہا "زینبؓ جو ہونا تھا وہ ہو چکا، تیرا نالہ مسلمانوں کا کلیجہ توڑ دے گا اور میری تلوار ان کے سر اڑا دے گی مسلمانوں کے اس قتل و خون کی ذمہ دار تو اور تیرے بھائی کا سر رہے گا۔ زینبؓ حسینؓ کا سر دیدے کہ تیرا سوگ کم ہو اور صبر آ جائے۔

طیش سے ایک خفیف سی مسکراہٹ بی بی زینبؓ کے منہ پر آئی انھوں نے یزید کے سامنے بھائی کے سر کو بوسہ دیا اور کہا "تو کہتا ہے جو کچھ ہونا تھا ہو چکا مگر تجھے یہ معلوم نہیں کہ ابھی کچھ بھی نہیں ہوا۔ جو کچھ ہونا ہے وہ اب ہوگا اور اس کا وقت اب آ رہا ہے جس کو تو ہو چکا سمجھتا ہے وہ ایک تمہید تھی اس کی جو ہونے والا ہے اور ایک جھلک تھی اس کی جو ہوگا۔ حوادث کربلا مردہ قوم کو زندہ کرینگے۔ سوتوں کو جگائیں گے۔ جب انسانی

دنیا میں طاقت کی حکومت ہوگی۔ ظالم مظلوم کو تاراج کرے گا اور طاقتور کمزور کو فنا کرنے پر آمادہ ہوگا اور خون کے پرنالے بہیں گے اور انسانی زندگی چیونٹی سے زیادہ وقعت نہ رکھتی ہوگی۔ جب کمزور کی زبان طاقتور کے سامنے التجا کرتے کرتے گھس جائے گی جب زور ہاتھ نحیف خرمن ہستی کو جلا کر خاک کر دینگے اور جس وقت نفسانیت کا دور دورہ اور لاچار کی بربادی ہوگی اس وقت تاریخ کربلا کا زریں اصول دوہرائے گی اور جن لوگوں کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ بھی حسینؓ کے نقش قدم پر سر جھکا دیں گے اور اس کے اعمال کو سر آنکھوں پر رکھ کر واقعات کربلا کو زندہ کریں گے۔ اس وقت اسلام کا ڈنکا دنیا میں بجے گا اور میرے نانا کی مقدس روح جو طیبہ میں آرام فرما رہی ہے میرے اس بھائی کو جس کا سر گود میں ہے دعا دے گی۔

یزید ابھی کچھ نہیں ہوا تو نے اپنے احکام کی تعمیل دیکھ لی مگر اس تعمیل کا انجام ابھی دیکھنا باقی ہے۔ تو دیکھے گا اور ہم دکھائیں گے کہ خدا کا قہر تجھ کو اور تیرے ساتھ دو ہامانِ کربلا کو کس طرح کتّے کی موت مارتا ہے یہ سلطنت اور حکومت جس کے واسطے تو نے خاندان رسالت کو تہ تیغ کیا اور ناموس اسلام کی بے حرمتی کی خود تیری اولاد کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہوگی اور تیری زندگی میں تیرے منہ پر اور میرے نانا کا کلمہ پڑھنے والے تیری قبر پر اس وقت تک تھوکیں گے جب تک دنیا آباد ہے۔ یزید اب ہمارے بھائی کا سر ہمارے پاس رہنے دے اور ہم کو رخصت کر کہ اپنے جد امجد کے مزار پر حاضر ہو کر دل کی آگ بجھا سکیں"۔ یزید خاموش رہا اور اسی وقت حکم دیا کہ نعمان بن بشیر امام حسینؓ کے سر اور قافلہ کے ساتھ مع تیس سواروں کے روانہ ہوں اور مدینہ پہنچا آئیں۔

دمشق سے مدینہ

نعمان بن بشیر بظاہر یزید کے ملازم تھے مگر دل سے اہل بیت کے مداح انہوں نے

Marfat.com

اپنے ساتھ وہ تمام ادویہ اور خوشبوئیں جواب تک امام حسینؓ کے سر پر لگائی جا رہی تھیں کثرت سے ساتھ لیں۔ نماز فجر کے بعد یہ قافلہ دمشق سے روانہ ہوا۔ یزید بھی اس وقت کھڑا تھا اتفاق سے ایک قصائی نے اپنے بھیڑوں کو پانی پلا کر ذبح کیا۔ امام زین العابدینؒ نے یزید سے کہا "میرا باپ تیری نگاہ میں ان بھیڑوں کے برابر بھی نہ تھا کہ حسینؓ اور اس کے بچوں کو پانی پلا کر ذبح کرتا۔ اس قصائی کو دیکھ کہ ذبح سے پہلے بھیڑوں کو سیراب کیا"۔ یزید نے کوئی جواب نہ دیا اور بی بی زینبؓ سے جن کی گود میں بھائی کا سر تھا کہا "اونٹ پر سوار ہو جاؤ"۔ بی بی زینبؓ نے فرمایا "ہم جاتے ہیں خدا کو یہی منظور تھا کہ ہم برہنہ سر و رسن بستہ تیرے سامنے کھڑے ہوں مشیت اپنا کام کر چکی اور مقدر کی تکمیل ہو گئی حسینؓ اور اس کے بچے شہید ہو چکے اب تو اپنی موت کا انتظار کر اور یہ دیکھ یہ سر حسینؓ بن علیؓ کا ہے یہ سر خاتون جنت کے لال کا ہے! تو کچھ اور دیکھ رہا ہے یہ دیکھ زبان حلق سے باہر نکلی ہوئی ہے یزید تو نے پیاسے حسینؓ کو اس جگہ ذبح کیا جہاں جانور تک پانی سے پیٹ بھر رہے ہیں تو اندازہ نہیں کر سکتا مگر میں بتاتی ہوں کہ ہمارے پہونچنے پر مدینہ میں قیامت بپا ہو گی تو اس سر کے قریب آ اور دیکھ یہ کھلی ہوئی آنکھیں بیمار صغرا کا انتظار کر رہی ہیں۔ تو ان آنکھوں کو دیکھ جو بعد شہادت بھی اس کے واسطے کھلی ہوئی ہیں۔ یہ تیری حکومت کے تماشے تھے اب اُن تماشوں کا منتظر رہ جو خدائی طاقت دکھائے گی"۔ قافلہ روانہ ہوا اور تھوڑی دور آگے چل کر نعمان نے بہ منت زین العابدینؒ سے عرض کیا "میں حکم کا غلام ہوں جہاں جی چاہے تشریف لے چلیے میری تکلیف کا خیال نہ کیجیے جہاں حکم دیجیے گا پڑاؤ کروں گا۔ اور جب فرمایئے گا کوچ" امام زین العابدین نے نعمان کا شکریہ ادا کیا اور سیدھے کربلا پہنچے شہدا کی ہڈیاں جو رہ گئی تھیں وہ دفن کیں۔ سید الشہدا کے سر میں اختلاف ہے۔ یہاں سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کا رُخ کیا۔ صغرا بنت حسینؓ کو پہلے سے خبر پہنچ چکی تھی اور بیمار روتی پیٹتی سڑک پر آبیٹھی تھی۔ ظہر کی نماز ہونے والی تھی کہ قافلہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔

Marfat.com

مسلمانوں نے زار و قطار آنسوؤں سے اپنے مہمانوں کا استقبال کیا عابد اور صغرا گلے لپٹ کر بیہوش ہو گئے۔

نماز ظہر کے بعد جب زینبؓ لٹے ہوئے قافلہ کو لے کر روضۂ اقدس پر حاضر ہوئیں تو کہرام مچا ہوا تھا دیر تک یہ سب وہاں حاضر رہے اور اس کے بعد گھر واپس آئے۔

تبصرہ

شہادت کی یہ مفصل تاریخ پڑھ کر اور بنو امیہ و بنو فاطمہ کے تعلقات معلوم ہو جانے کے بعد ہر شخص معاملہ کو سمجھ سکتا ہے اس میں کلام نہیں بنو امیہ میں عمر بن العزیز جیسے شخص بھی پیدا ہوئے مگر عام طور پر بنو امیہ کے قریب قریب تمام بادشاہ جب تک زندہ رہے بنو فاطمہ کی آگ میں جلتے رہے اور رزمگاہ کربلا میں جو کچھ ہوا یہ بھی اسی آگ کی چنگاریاں تھیں۔

اہل تسنن کا وہ گروہ جو واقعۂ کربلا کو وقعت نہیں دیتا اور امام حسینؓ کو اس کا ذمہ دار قرار دیتا ہے یقیناً غلطی پر ہے میں سمجھتا ہوں کٹر سے کٹر اور جابر سے جابر مسلمان خواہ وہ یزید کی امت ہو یا شیطان کی اس کا جواب نہیں دے سکتا کہ امیر معاویہؓ مسلمانوں میں پہلے شخص تھے جنھوں نے اسلام کے پاکیزہ اصول جمہوریت کو ٹھکرا کر اپنے بیٹے یزید کو منصب خلافت کے واسطے تجویز کیا۔ مسلمان امیر معاویہ کے اس فعل سے ان کے متعلق آسانی سے رائے قائم کر سکتے ہیں۔ شیعہ ہوں یا سنی میں اس رائے میں بھی مسلمانوں کا ہمنوا نہیں ہوں کہ امام حسینؓ مظلوم تھے۔ میری رائے میں امام کو مظلوم کہنا ان کی شان کو بٹہ لگاتا ہے بیعت یزید نے آخر لمحہ تک حسینؓ کے قدم چومے ہیں۔ ان کو ظلم سے بچنے کا ہر وقت موقع میسر تھا مگر ان کو اسلام کا وہ جوہر دکھانا تھا جس کی چمک آج کی دنیا کو خیرہ کر رہی ہے مسلم اور غیر مسلم ہندوستان اور یورپ غرض دنیا بھر وہی نام جپ کر اور وہی کام کر کے

[illegible]

[illegible] ہو رہی ہے [illegible] عالم کو ان حقیقت [illegible] اظہار کا موقع دیا اس لئے [illegible]

حسینؓ بن علیؓ نے کربلا کے میدان میں [illegible] ایک ایسا نمونہ پیش کر دیا جس کو دنیا [illegible]

آنکھوں پر رکھے گی۔

مسلمانوں کے ایک فریق کو چھوڑ کر جن کی زبان مبارک پر یہ بات ہے کہ حسینؓ کربلا میں

[illegible] ہو کر رہ گئے، باقی [illegible] شیعہ سنی کا اختلاف اس [illegible] سب سے اہم اور

افسوس ناک حقیقت [illegible] ہے۔ مجھے اس [illegible] سنی حضرات کی کمزوری [illegible] جس

جگہ نظر آتی ہے [illegible] نے اس کو نمایاں کر دیا لیکن خلیفہ اول و دوم کی شخصیت کو مجروح [illegible]

[illegible] کو میں [illegible] سمجھتا اور میری رائے [illegible] دوم کا [illegible] سید الشہداء [illegible]

کے واسطے اس نازک وقت میں منتخب کرنا ان [illegible] کا کافی ثبوت ہے۔ اب [illegible]

عثمانؓ کی خلافت۔ [illegible] اپنے [illegible] کا سب سے زیادہ [illegible]

اسی خلافت میں [illegible] اور [illegible] خلافت [illegible] ایک [illegible] سے اس افراتفری کی

ذمہ دار قرار دی جا سکتی [illegible] کی طرف [illegible] مجھے [illegible] اتفاق کرنے

کے بعد واقعات ان کی [illegible] اور نیک [illegible] ثابت کر [illegible]

کی تمام [illegible] امیر المومنین [illegible] ان مفسدوں اور فتنہ پردازوں [illegible]

[illegible] ہاتھ میں [illegible] اور [illegible] کی تلواروں نے [illegible] مبارک [illegible]

[illegible] کربلا کا [illegible] یہ کہہ کر ٹال دیتا ہے کہ امام حسینؓ [illegible] بحث [illegible]

[illegible] عقل سلیم کو یہ معلوم [illegible] سکون ہو جاتا ہے کہ [illegible] باپ دادا ہی کا [illegible]

[illegible] اور ان کے رسول کا کیا ہو گا۔ میرا ایمان [illegible]

کی ایک نعمت [illegible] ہیں اور چونکہ ان کی [illegible] اس [illegible]

شکایت [illegible]

روش